ش س
386

747

قیوم زمانی، اعلیحضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب قدس سرہ العزیز

سیرت
حضورِ نقشِ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ

برکات و کرامات

حسبِ ارشاد

عارفِ حقانی حضور پیر سید عابد حسین شاہ صاحب زیب سجادہ لاثانی علی پور سیداں شریف

تصنیفِ لطیف

محمد حسین آسی ایم اے (اسلامیات، اردو) مرکزی ناظمِ اعلیٰ بزمِ لاثانی پاکستان

دربار شاہ لاثانی علی پور سیداں شریف ضلع نارووال

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

53478

نام تصنیف۔ سیرت حضورِ نقش لاثانی (برکات اور کرامات)

مصنف — پروفیسر محمد حسین آسی

نظر ثانی — صوفی محمد علی صاحب نقشبندی۔ محمود احمد صاحب کاوش نقشبندی

باہتمام — اعلیٰ حضرت نقشہ نقش لاثانی پیر سید عابد حسین شاہ صاحب مدظلہ

پرنٹر

مطبع

اشاعت اوّل — گیارہ سو — ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ

صفحات — ----

ہدیہ — ---- — ساٹھ روپے

مرکزِ تقسیم — دربار شاہ لاثانی علی پور سیداں شریف

پریس: طیب اقبال پرنٹرز رائل پارک لاہور

ترتیب کتاب

۱۔ نذر انتساب

۲۔ حرف اول ۔۔۔۔ اعلیٰ حضرت پیر سید عابد حسین شاہ صاحب مدظلہ

۳۔ تقاریظ

۴۔ تقدیم

۵۔ حمد و نعت

۶۔ میرا مرشد ہے نقش لاثانی (نظم)

۷۔ حصہ اول ۔ برکات ہی برکات

۸۔ حصہ دوم ۔ کرامات و تصرفات

۹۔ حرف آخر و دعا

نذرِ انتساب

سب سے پہلے:۔ آفتاب چرخِ ولایت، ماہتاب اوجِ حقیقت، تاجدارِ ملک تفرید، شہسوار عرصۂ تجرید، مخزن رموز و اسرار، نازش اخیار و ابرار، پروردۂ عتیق و علی (رضی اللہ عنہما) محرم خفی و جلی، قاسمِ فیض چورہ و تیراہ، گوہر شاداب الا اللہ، شاہباز لامکانی اعلیحضرت عظیم البرکت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی قدس سرہٗ النورانی

کی بارگاہِ عظمت پناہ میں

جو طریقت کے خانوادۂ لاثانی کے مورث و بانی ہیں اور اسلامی فقر و تصوف کے زندہ و تابندہ و پائندہ شاہکار ہیں ؎

فقر کو ہے شاہِ لاثانی پہ ناز
عشق کو احمد رضا پہ ناز ہے

علیہما الرحمہ

پھر

پیکرِ رشد و ہدایت، منبع فیضِ کرامت، سلطان الواصلین برہان الکاملین، مخزنِ اسرارِ حقانی، مطلع انوارِ رحمانی، قیوم زمانی، غوثِ صمدانی اعلیحضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب نقش لاثانی قدس سرہ العزیز

کے دُربارِ دُربار میں جو بالیقین اپنے جدّ امجد حضور شاہنشاہِ لاثانی کے فیضِ تربیت کا شاہکار ہیں یعنی وہ ہیں سرکارِ لاثانی، یہ ہیں شہکارِ لاثانی

نقش لاثانی مرا ایمان، میری جان ہے
نقش لاثانی مرا عرفان ہے، برہان ہے
نقش لاثانی ہی میری منزلِ مقصود ہے
نقش لاثانی ہی میرا ہادیٔ ذیشان ہے
نقش لاثانی محافظ دین کا، ایمان کا

میرا تعارف

مجھے آل نبیؐ کی شمع کا پروانہ کہہ لیجے
متاع زیست کو سادات کا نذرانہ کہہ لیجے

سر بیخود سرور شوق سے سرشار رہتا ہے
دل محزوں کو ان کی یاد کا کاشانہ کہہ لیجے

نہیں ' ہوش و خرد سے مجھ کو نسبت ہی نہیں کوئی
مجھے بس حب اہل بیت میں دیوانہ کہہ لیجے

نہیں جس دل میں اے ہمدم ولا شبیرؑ و شبرؑ کی
اسے پتھر سمجھئے یا اسے ویرانہ کہہ لیجے

گدائے دود مان سیدہ ہوں ' ناز ہے مجھ کو
تو میری بیکسی کو شوکت شاہانہ کہہ لیجے

کمر باندھے ہوئے جب آپ ہیں مشکل کشائی پر
تو پھر اے نازش جودوکرم کیا کیا نہ کہہ لیجے

برا ہے کیا اگر آسی بھی بیمار محبت ہے
خفا ہو گا ' اسے ہرگز کہیں اچھا نہ کہہ لیجے

نقش لاثانی حیات روح کا سامان ہے
نقش لاثانی کی عظمت اہل دل سے پوچھیے
جو شہ کونین ﷺ کے دربار کا دربان ہے
چند اوراقِ شکستہ میں ہو آسی مدح کیا
نقش لاثانی کتابِ زیست کا عنوان ہے

قسم بخدا، آسی ناسزا نقصِ سراپا اور پیکر جرم و خطا ہے اور وہ بھی ایسا ظاہر کہ

غیر تو غیر ہیں، احباب بھی کہتے ہیں یہی
آسی جیسا کوئی نااہل زمانے میں نہیں !!!

مگر کریمِ خطاپوش کا لطفِ بندہ نواز ہمیشہ علانیہ نواز تا رہا۔ سچ ہے

ایسا رحیم و کریم، ایسا شفیق و رفیق !!!!
ہم نے تو دیکھا نہیں، ہم نے تو پایا نہیں

اوراب

اس فخرِ دودمانِ سادات
کی درگاہ عالی جاہ میں
جو صورت و سیرت میں،
اخلاق و اطوار میں،
اعمال و افکار میں،

نقشہ نقش لاثانی ہے

یعنی زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین بقیۃ السلف، حجۃ الخلف حضور قبلہ عالم الحاج پیر سید عابد حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم القدسیہ (زیب سجادۂ لاثانی، سرپرست اعلیٰ بزم لاثانی و ماہنامہ انوار لاثانی)

جو شریعت و طریقت کے مجمع البحرین ہیں۔
جو علم ظاہر و باطن کے قران السعدین ہیں

جو صبر و رضا، حلم و حیا اور صدق و صفا کے پیکرِ جمیل ہیں
جو اپنے آباؤ اجداد کی روایاتِ کرم کے پاسبان ہیں۔

گویا یہ صحیفۂ محبت حضور شاہِ لاثانی کے فیض سے حضور نقش لاثانی کی مدح میں اور حضور نقشۂ نقش لاثانی کے ارشاد و اجازت سے معرضِ وجود میں آیا ہے اور ان تینوں کریموں کی بارگاہوں سے نذر انتساب کا شرف حاصل کر رہا ہے۔

کیا بات آسی ان تینوں کی ، یہ تینوں نور کے پیکر ہیں
لاثانی ، نقش لاثانی اور نقشۂ نقش لاثانی !!!!!!

النّاذر

سگِ بارگاہ حضور نقش لاثانی

آسی

حرف اول

آؤ کچھ ذکرِ جمالِ چہرۂ خوباں کریں !!!!
ہجر کی شب ہے سکون قلب کا ساماں کریں !
دل کے آنگن میں جلائیں ان کی یادوں کے چراغ
کچھ نہ کچھ اس شدت ظلمات کا درماں کریں !!

سند الاتقیاء سید الاصفیاد، قیوم زمانی، غوث دورانی والدی و مرشدی حضور قبلہ عالم اعلیحضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب نقش لاثانی قدس سرہ نے ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ (بمطابق ۱۱ فروری ۱۹۱۷ء) کو دنیائے فانی میں قدم رکھا اور یکم ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ (بمطابق ۲۷ جولائی ۱۹۸۷ء) کو وصال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس دہر ناپائیدار میں آپ نے زندگی کے دن جس حزم و احتیاط، بصیرت و فراست اور راستی و پاکبازی سے گزارے کم از کم دورِ آخر میں اس کی مثال کمیاب ہے۔ سیرت مقدسہ کا ہر ہر ورق زریں ہے اور ایک ایک نقش اُجلا۔ بچپن میں والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو مخدوم الکاملین، مقدام العارفین شہسوار عرصہ تفرید، تاجدار اقلیم تجرید شاہباز لامکانی اعلیحضرت عظیم البرکت حضور پرنور پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی علیہ الرضوان نے براہ راست اپنی تربیت و کفالت میں لے لیا۔ مثالی علوئے استعداد، انتھک جذبۂ خدمت اور جد امجد کی نظر کیمیا اثر نے اس اوج مقام پر فائز کر دیا کہ خود لاثانی تھے تو یہ نقش لاثانی ٹھہرے۔ بائیس سال کی عمر شریف میں حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کے وصال پر زینت سجادہ ہوئے مگر مشیخت کی ذمہ داریاں اس حسن اہتمام سے پوری کیں کہ اہل نظر عش عش کر اٹھے۔ آستان لاثانی سے وابستہ خلفا و متوسلین کو یوں سیراب و شاداب رکھا کہ انہیں کسی قسم کی کوئی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ تحریک پاکستان زوروں پر تھی اسمیں بڑھ چڑھ کے حصہ لیا پاکستان معرض وجود میں آیا تو ریاست جموں و کشمیر سے مسلمانوں کا انخلاء ضروری تھا، چنانچہ رسم شبیری ادا کرنے کے لئے مجاہدین کے جتھے کے ساتھ لے کر رزمگاہ حق و باطل کا رخ کیا۔ مہاجرین کی آباد کاری کا مرحلہ آیا تو بھی دن رات ایک کر کے اسے طے کیا۔ ان مقدس ملکی و قومی مسائل سے فارغ ہو کر پھر فرائض منصبی مثلاً تصحیح عقائد،

تبلیغ و تذکیر، اصلاح معاشرہ، تعمیر مساجد و مدارس وغیرہ کی انجام دہی میں مصروف ہو گئے۔ ۱۹۷۰ء میں سوشلزم کا فتنہ اٹھا، اسے دبانے کے لئے پھر جہاد شروع کیا۔ زندگی اللہ تعالیٰ کے لئے وقف تھی، لہٰذا وقت کی قدر ہمیشہ مد نظر رکھی اور ایک لمحہ بھی فضولیات کی نذر نہ ہونے دیا۔ خدا اور رسول خدا (جل و علا فصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے لو لگائے رکھی اور انھی کی رضا کو ہر قول و عمل کا قبلہ بنائے رکھا۔ حرص و ہوا، بغض، کینہ اور ریا و سُمعہ سے سخت اجتناب تھا۔ لہٰذا رب کریم نے اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے سے حیاتِ طیبہ کو خیر و برکت کا سرچشمہ بنا دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسی عظیم ہستیاں کہیں صدیوں کے بعد منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتی ہیں۔

قرنہا باید کہ تا یک مردِ صاحبدل شود
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

ان کی آمد سے پہلے روحِ فطرت ان کی منتظر رہتی ہے اور ان کے ارتحال کے بعد زمانہ ان کے گیت گاتا ہے۔ محبوبان خدا کے تذکرے جو ان کے وصال کے بعد شائع ہوتے ہیں۔ (**فاذکرونی اذکرکم** - پس تم میرا ذکر کرو میں تمہارا چرچا کروں گا) کے قرآنی وعدے ہی کی گویا تفسیر ہوتے ہیں زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلۂ زریں کی ایک کڑی ہے۔ اس میں مہرِ سپہرِ ولایت، ماہِ سمائے حقیقت حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی برکات، کرامات اور تصرفات کا ذکرِ جمیل ہے۔ مصنف شیخ کریم کا نمک خوار ہے اور اس تحریر سے اس نے گویا حق نمک ادا کرنے کی کچھ کوشش کی ہے سطر سطر بلکہ لفظ لفظ سے صدق عقیدت عیاں ہے اور نقطے نقطے سے نکتے نکالے گئے ہیں۔ علمی ذوق رکھنے والے احباب جن کی نظر سے ایسے تذکرے گزرتے رہتے ہیں انشاءاللہ گواہی دیں گے کہ نقش لاثانی کے فیض سے دربار لاثانی کے اس مستانے (آسی) کا انداز بیاں بھی لاثانی ہے۔ بظاہر وہ اپنے مرشد کامل علیہ الرحمتہ کی کرامات بیان کر رہا ہے مگر بباطن توحید و رسالت، اسلام و ایمان اور مسلک سلف صالحین کے خلاف ابھرنے والے ذہنی وسوسوں کا جواب بھی دیتا جاتا ہے کہ یہی اس کا مقصد حیات ہے۔ میری عاجزانہ دعا ہے کہ خدائے رحیم وکریم جل شانہ اپنے حبیب رحیم وکریم ﷺ کے طفیل دین

حق کی اس ادنیٰ سی خدمت کو قبول فرمائے۔ مصنف کو شیخ کامل کے صدقے وہ کچھ عطا فرمائے جو مرید صادق کو ملنا چاہئے اور کتاب کو قبول خاص وعام و دوام سے نوازے۔ آمین۔ نیز جناب صوفی محمد علی صاحب نقشبندی اور مولانا محمد رمضان صاحب روحانی کو بھی دین و دنیا کی دولتوں برکتوں اور راحتوں سے مالا مال فرمائے۔ جن کی بدولت کتابت و طباعت و اشاعت کے مسائل حل ہوئے۔ یہ دونوں حضرات دربار شریف کے مخلص ترین خدام میں سے ہیں اور میں دل و جان سے ان سے راضی ہوں جیسے سیدی و سندی حضور نقش لاثانی قدس سرہ ان سے راضی تھے.. اور الحمدللہ ہیں۔

دعاگو

سید عابد حسین

تقریظ منیف

ماہر غوامض شریعت، کاشف اسرار طریقت، تاجدار اقلیم خطابت خطیب اہل ولایت، ناشر انوار و تجلیات، قاسم فیوض و برکات، صاحب فکر لطیف، آفتاب چورہ شریف، فخر المشائخ حضرت پیر آفتاب احمد صاحب چوراہی دامت برکاتہم القدسیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ---- نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خداوند عالم نے انسانی معاشرے کو منظم و منضبط اور پرامن و عافیت بنانے کے لئے ہدایت کا سلسلہ قائم فرمایا اور اس عظیم مشن کے لئے اپنے برگزیدہ انبیاء و رسل علیہم السلام مبعوث فرمائے ہزاروں برس پر محیط یہ سلسلہ جاری رہا حتی کہ ہدایت اور مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے محبوب برحق، نبی آخر الزماں، رحمت دو جہاں، سرکار مدینہ ﷺ کی ذات گرامی کی تشریف آوری ہوئی حضور ختم الانبیاء بن کر تشریف لائے تھے لہٰذا آپ کے ساتھ ہی نبوت کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا اور کیوں نہ ہوتا کہ ان سے بڑھ کر کامل و اکمل کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا چنانچہ رب کائنات نے ان کے خلق عظیم کا ذکر فرما کر دوسروں کو آپ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی تاکید فرمائی۔

حضور پر نور ﷺ کی تشریف ارزانی سے نبوت و رسالت کا دروازہ تو بند ہو گیا اب تا بہ ابد اصلاح احوال تزکیہ نفوس اور اخلاق حسنہ کی تعلیم و تربیت کا فریضہ غلامان رسول ﷺ کے سر پر ڈال دیا گیا اور مسلمانوں کے لئے واجب کر دیا گیا کہ دن میں پانچ مرتبہ خداوند عالم کے سامنے پوری طرح سے پاک ہو کر دست بستہ کھڑے ہوں اور اپنی اس آرزو کو بار بار دہرائیں کہ

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم

ترجمہ چلا ہم کو سیدھے راستے پر (یعنی) راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام فرمایا

گویا سیدھے راستے کا تعین یہ ہے کہ انعام پانے والے لوگوں کی یہی راہ ہے چنانچہ حضرت اقبال علیہ الرحمتہ نے حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مقدس پر خواجہ خواجگاں حضرت ابو الحسن خرقانی کی حاضری اور قبر سے آنے والے جواب کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اولیاء عظام کو حیات حقیقی کی کرنوں سے تشبیہ دی فرماتے ہیں

یہ نکتہ میں نے سیکھا بوالحسن سے
کہ جاں مرتی نہیں مرگ بدن سے
چمک سورج میں کیا باقی رہے گی
اگر بیزار ہو اپنی کرن سے

گویا برگزیدگان بارگاہ الہی وہ کرنیں ہیں جو اپنے سورج کی جانب رہنمائی کرتی ہیں انھی مقبولان بارگاہ میں سلسلہ نقشبندیہ کے ماہتاب رخشندہ اور گوہر تابندہ جرات و عزیمت کا کوہ گراں سنت شبیری کا امیں ولایت کا درنایاب علم و عمل کا حسین امتزاج حضرت شیخ احمد فاروق سرہندی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات والا صفات تھی

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمئی احرار

علامہ اقبال مرحوم نے عظیم جرمن مفکر نطشے کے بارے میں افسوس کرتے ہوئے لکھا تھا

کاش بودے در زمان احمدی
تا رسیدے بر سرور سرمدی

یعنی نطشے حضرت مجدد الف ثانی کے دور میں پیدا ہوتا تو سرمدی و ابدی سرور حاصل کرلیتا

اسی شیخ کامل کے فیوض و برکات سلسلہ بسلسلہ خواجہ خواجگاں حضور باواجی خواجہ فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کی وساطت سے علی پور سیداں شریف کے عظیم روحانی رہنما اور اپنے مرشد چوراہی کی وراثت کے امین حضرت لاثانی صاحب تک پہنچے اور پھر آپ کے گھر میں اس ذات ستودہ صفات نے جنم لیا جسے تشنگان مئے عرفان اور طالبان راہ ہدایت حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب نقش لاثانی (رحمتہ اللہ علیہ) کے نام نامی سے پہچانتے ہیں

میں نے حضرت موصوف کو اکثر اپنے شیخ کامل متاع فقیر حضرت پیر محمد معصوم بادشاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالی علیہ کے ساتھ خلوت و جلوت میں دیکھا عجزو انکسار علم و بردباری کا پیکر حسین جس کا ناز بھی بے لذت نیاز نہ تھا اور جس کی خموشی بھی اذان محبت تھی آخری لمحات تک حضرت قبلہ باواجی رحمتہ اللہ کے دربار کی حاضری نہ چھٹی دین متین کے ساتھ محبت کا یہ عالم کہ ہمیشہ علماء دین کی بے انتہا قدر و منزلت اور سرپرستی فرمائی اور اپنی اس انتہائی پسندیدگی کا اظہار اپنے جانشین اور اپنی مسند فقر کے حقیقی وارث پیر سید عابد حسین شاہ صاحب کو حافظ قرآن اور دینی علوم سے کماحقہ آراستہ کرکے فرمایا۔حضرت موصوف نقش لاثانی رحمتہ اللہ علیہ سے زیادہ کون جانتا تھا کہ بے علم نتواں خدا

راشناخت قرآن پاک کا فیصلہ کتنا واضح ہے
انما یخشی اللہ من عبادہ العلمو
یعنی اللہ سے اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں حضرت عیسی علیہ اسلام نے فرمایا تھا کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اور اس شجر ولایت کا پھل پیر سید عابد حسین شاہ کی شکل میں موجود ہے

آپ (یعنی حضرت نقش لاثانی) علیہ الرحمتہ نے عظیم مربی ہونے کا ثبوت بھی فراہم فرمایا اور اپنے جانشین کی تربیت اس طرح سے فرمائی کہ انانیت نفس کے چنگل سے آزاد کر دیا۔رزق حلال کی طلب میں اپنے ہاتھوں اپنے کام سرانجام دینا،لباس کی سادگی اور خستگی اور تعلقات ظاہرہ سے بے نیازی یہ نقش لاثانی کی نظر عنایت اور التفات فقر کا ہی نتیجہ ہو سکتی ہیں آپ کی وفات حسرت آیات دنیائے فقر میں ناقابل تلافی نقصان تھی لیکن آپ نے اس کا کچھ ازالہ اپنی زندگی ہی میں حضرت پیر سید عابد حسین شاہ صاحب کو اپنی جانشینی کے قابل بنا کر فرمادیا

میری دعا ہے کہ خداوند اس آستانے کے فیوض و برکات جاری و ساری رکھے اور حضرت پیر سید عابد حسین شاہ صاحب جو کہ شب و روز اپنے عظیم باپ اور روحانی پیشوا کے مشن کو آگے بڑھانے میں مصروف ہیں ان کے جہد و عمل میں برکت عطا فرمائے آمین

آخر میں مصنف کتاب پروفیسر محمد حسین آسی صاحب کو داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا جو اپنے شیخ کامل کا عکس جمیل ہیں اور فقیروں کی روایات کے امین بھی شیخ کی محبت کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے دین کی سربلندی کا علم اٹھائے ہوئے مسلک کی آبیاری میں شب و روز مصروف، خداوند اپنی بارگاہ میں ان کی ان کاوشوں کو شرف قبولیت سے نوازے آمین

خادم الفقراء
سجادہ نشین آستانہ عالیہ

تقریظِ لطیف

قاطعِ ظلماتِ بدعت، ناشرِ انوارِ سنت، مخزنِ معارف و علوم، صاحبِ سرِ مکتوم، پیکرِ عجز و انکسار، نازشِ ابنائے روزگار، جانشین غزالیٔ زماں، شبیہہ رازی دوراں، حضرت العلام پروفیسر سید مظہر سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہ ملتان

سیرت حضور نقش لاثانی (برکات و کرامات) دراصل ذکر جمیل ہے نبیرہ آفتاب ولایت شیخ المشائخ حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا جنہیں اس برگزیدہ اور عظیم المرتبت ہستی کے نبیرہ اور پہلے سجادہ نشین ہونے کا شرف حاصل ہے جو حقیقتاً اپنے دور میں لاثانی تھے اور جن کے چشمہ فیض سے بے شمار متلاشیان حق نے علمی اور روحانی پیاس بجھائی اور ابدی سعادتوں کے حقدار ٹھہرے۔

سراج السالکین قدوۃ الواصلین شیخ المشائخ حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب علیہ الرحمہ اپنے شیخ کریم کی کامل تنویر اور ان کی سچی تصویر تھے علم و عمل زہد و تقوی جود و سخا مہر و وفا اور صدق و صفا میں وہ اپنے مرشد کامل کا کامل و اکمل نمونہ تھے ولایت کے نہایت عالی منصب پر فائز ہونے کی بنا پر آپ سے بے شمار کرامات کا صدور ہوا جن کی تردید چمکتے ہوئے سورج کو جھٹلانے کے مترادف ہو گی

زیر نظر کتاب میں فاضل مصنف محترم پروفیسر محمد حسین آسی نے اپنے مرشد کامل کی انہی برکات و کرامات کو جس اچھوتے اور پر کشش انداز میں پیش کیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے فاضل مصنف مرید صادق ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت اعلی ذوق رکھنے والے اہل علم اور صاحب طرز ادیب ہیں اس سے قبل آپ کی تصنیف انوار لاثانی جو علمی و روحانی دنیا میں ایک گرانقدر اضافہ ہے اہل علم اور اہل نظر حضرات سے داد تحسین وصول کر چکی ہے

زیر نظر کتاب کے چند صفحات مطالعے سے گزرے فاضل مصنف نے اپنے مرشد کامل کے خوابوں کرامات اور برکات کو بالکل منفرد انداز میں پیش کیا ہے جس سے نہ صرف حضرت نقش لاثانی کے روحانی مقام و مرتبہ سے آگاہی حاصل ہوتی ہے بلکہ قاری کے علمی ذوق کی تسکین بھی ہوتی اور فاضل مصنف کی دقت نظر اور وسعت مطالعہ کا پتہ چلتا ہے سوانح نگاری میں یہ اسلوب بالکل نیا ہے فاضل مصنف اس کے لئے لائق

صد تحسین و آفرین ہیں۔

فقیر کی دعا ہے کہ اللہ تعالی دربار لاثانی کی فیضباریاں تاابد جاری رکھیں اس کے موجودہ سجادہ نشین فخر المشائخ حضرت پیر سید عابد حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ جو اپنے والد ماجد حضور نقش لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی صورت و سیرت کا بہترین پرتو ہیں اپنے آباؤ اجداد کی طرح دین کی خدمات اور ملت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں نیز محترم پروفیسر محمد حسین آسی صاحب کی ان مساعی جمیلہ کو مشکور فرمائے اور اس کتاب کو قبولیت عامہ عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

فقیر سید مظہر سعید کاظمی عفی عنہ

۱۲ صفر المظفر ۱۴۱۳ھ

تقریظِ لطیف

قاطعِ ظلماتِ بدعت، ناشرِ انوارِ سنت، مخزنِ معارف و علوم، صاحبِ سرِ مکتوم، پیکرِ عجز و انکسار، نازشِ ابنائے روزگار، جانشینِ غزالیٔ زماں، شبیہ رازی دوراں، حضرت العلام پروفیسر سید مظہر سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہ ملتان

سیرت حضور نقش لاثانی (برکات و کرامات) دراصل ذکر جمیل ہے نبیرہ آفتاب ولایت شیخ المشائخ حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا جنہیں اس برگزیدہ اور عظیم المرتبت ہستی کے نبیرہ اور پہلے سجادہ نشین ہونے کا شرف حاصل ہے جو حقیقتاً اپنے دور میں لاثانی تھے اور جن کے چشمہ فیض سے بے شمار متلاشیان حق نے علمی اور روحانی پیاس بجھائی اور ابدی سعادتوں کے حقدار ٹھہرے۔

سراج السالکین قدوۃ الواصلین شیخ المشائخ حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب علیہ الرحمہ اپنے شیخ کریم کی کامل تنویر اور ان کی سچی تصویر تھے علم و عمل زہد و تقویٰ جود و سخا مہر و وفا اور صدق و صفا میں وہ اپنے مرشد کامل کا کامل و اکمل نمونہ تھے ولایت کے نہایت عالی منصب پر فائز ہونے کی بنا پر آپ سے بے شمار کرامات کا صدور ہوا جن کی تردید چمکتے ہوئے سورج کو جھٹلانے کے مترادف ہوگی

زیر نظر کتاب میں فاضل مصنف محترم پروفیسر محمد حسین آسی نے اپنے مرشد کامل کی انہی برکات و کرامات کو جس اچھوتے اور پرکشش انداز میں پیش کیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے فاضل مصنف مرید صادق ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت اعلیٰ ذوق رکھنے والے اہل علم اور صاحب طرز ادیب ہیں اس سے قبل آپ کی تصنیف انوار لاثانی جو علمی و روحانی دنیا میں ایک گرانقدر اضافہ ہے اہل علم اور اہل نظر حضرات سے داد تحسین وصول کر چکی ہے

زیر نظر کتاب کے چند صفحات مطالعے سے گزرے فاضل مصنف نے اپنے مرشد کامل کے خوابوں کرامات اور برکات کو بالکل منفرد انداز میں پیش کیا ہے جس سے نہ صرف حضرت نقش لاثانی کے روحانی مقام و مرتبہ سے آگاہی حاصل ہوتی ہے بلکہ قاری کے علمی ذوق کی تسکین بھی ہوتی اور فاضل مصنف کی دقت نظر اور وسعت مطالعہ کا پتہ چلتا ہے سوانح نگاری میں یہ اسلوب بالکل نیا ہے فاضل مصنف اس کے لئے لائق

صد تحسین و آفرین ہیں۔

فقیر کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دربار لاثانی کی فیضباریاں تا ابد جاری رکھیں اس کے موجودہ سجادہ نشین فخر المشائخ حضرت پیر سید عابد حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ جو اپنے والد ماجد حضور نقش لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی صورت و سیرت کا بہترین پرتو ہیں اپنے آباؤ اجداد کی طرح دین کی خدمات اور ملت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں نیز محترم پروفیسر محمد حسین آسی صاحب کی ان مساعی جمیلہ کو مشکور فرمائے اور اس کتاب کو قبولیت عامہ عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

فقیر سید مظہر سعید کاظمی عفی عنہ

۱۲ صفر المظفر ۱۴۱۳ھ

تقریظ شریف

فخر المحدثین، شیخ المفسرین، راس المحققین، صاحب تصانیف کثیرہ و شہیرہ، حضرت علامہ الحاج الحافظ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی المعروف بہ فیض ملت، مہتمم جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

یہ امر از حد راحت فزا ہے کہ عزیز محترم پروفیسر محمد حسین آسی نے اپنے شیخ کریم، آفتاب ولایت حضور قبلہ عالم اعلیحضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب نقش لاثانی قدس سرہ کی سیرت طیبہ کا ایک ضروری باب جس کا تعلق حضرت کی کرامات وغیرہ سے ہے مکمل کر لیا ہے اور یہ ایسا ضخیم ہے کہ مستقبل کتاب کی شکل میں عنقریب طبع ہو رہا ہے۔

جہاں تک "کرامات" کی شرعی حیثیت کا تعلق ہے، حقیقت یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے متعدد مقامات سے ان کا اثبات ہوتا ہے۔ کلام الٰہی میں حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت آصف برخیا کی کرامتیں مبرہن ہیں۔ احادیث شریفہ کی عام کتابوں میں باب الکرامات بھی موجود ہے۔ حیرت ہے پھر بھی معتزلہ نے ان کا انکار کیا اور کیوں نہ کرتے آخر اہل سنت سے الگ تھلگ ہو چکے تھے۔ آج بھی کئی "عقل پرست" منکر ہیں۔ افسوس! انہیں اپنی کوتاہی فکر و عقل کا احساس نہ ہوا اور الٹا حقائق کے انکار پر تل گئے۔ آخر کرامت ہے کیا جس کے خلاف ایک قیامت بپا ہے۔ یہ عربی کا لفظ ہے اور تین طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ کَرَمًا، کَرَمَتۃٌ اور کَرَامَتۃٌ۔ اس کے لغوی معنی ہیں عزت پانا، یہ لفظ ایسے بادل کے لئے بھی مستعمل ہے، جو جم کر برسے، غالباً اسی لئے فارسی اور اردو میں ابر کرم، بطور محاورہ استعمال ہونے لگا ہے۔ یہی لفظ باب تفعیل سے برائی سے بچنے کے معنی بھی دیتا ہے اصطلاح اسلام میں اس سے مراد ایسا فعل ہے جس سے عقل دنگ رہ جائے۔ لغوی اور اصطلاحی معانی میں مناسبت یوں ہے کہ اللہ کرامت کے ذریعے اپنے اولیاء کی عزت کو چار چاند لگاتا ہے نیز اس کی برکت سے مصیبت زدہ لوگوں پر اللہ کی رحمت کی برسات ہوتی ہے پھر اس کے ذریعے گمراہی اور گناہوں سے بچنے کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

زیر نظر کتاب پڑھ لیجئے، کرامت کے ان تمام معانی و مفاہیم کی تصدیق ہو جائے گی۔

جہاں عقل ظاہری اسباب سے مایوس ہو گئی ' وہاں مرشد پاک کی برکت سے رحمت کے دروازے کھل گئے 'جس مریض کی صحتیابی سے بڑے بڑے تجربہ کار ڈاکٹراور حکیم نومید ہو گئے ' مرد حق کی دعا و توجہ سے وہ دیکھتے ہی دیکھتے شفایاب ہو گیا' کتنے ہی ایسے خوش نصیب ہیں جو ان کرامتوں کے سبب راہ راست پر آئے اور کتنے ہی ایسے ہیں جو ازلی سعادت سے ہمکنار ہوئے۔

مصنف نے شیخ کامل قدس سرہ کی مدح سرائی نہایت ہی دلنشیں پیرائے میں کی ہے اور انداز تحریر ازحد معقول ہے۔ شاید اس لئے کہ اللہ والوں کی عظمت کے باغی 'کالجوں سکولوں اور دوسرے تعلیمی اداروں میں گھس گئے ہیں اور مصنف کو ان سے سابقہ پڑتا ہی رہتا ہے۔ لہٰذا جس جس زاویے سے انہیں سمجھانے کی ضرورت ممکن ہے ' مصنف نے اپنی حد تک اسے خوب استعمال کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اعلیحضرت عظیم البرکت شہنشاہ ولایت حضور نقش لاثانی قدس سرہ زہد و تقویٰ کے عظیم مقام پر فائز تھے۔ اس لئے

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ

کے مصداق سراپا کرامت بن گئے تھے۔ حضور شاہ لاثانی قدس سرہ نے انہیں حسن تربیت سے بالکل اپنے رنگ میں رنگ لیا تھا لہٰذا اطاعت خدا تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ ہی میں (اپنے دور میں) لاثانی نہیں تھے 'تصرفات میں بھی لاثانی تھے اور یہ کتاب اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے۔

میری دعا ہے زبدۃ السالکین حضرت الحاج پیر سید عابد حسین شاہ صاحب زیب سجادہ لاثانی مدظلہ العالی جن کے ارشاد پر یہ کتاب لکھی گئی ہے اپنے آباؤ اجداد کی روایات کرم کو تازہ رکھیں ' خداوند کریم انہیں اپنے حبیب کریم ﷺ کے طفیل علم و عرفان کا شجر سایہ دار بنائے اور کتاب کو اسلام فہمی کے لئے نہایت مفید۔ نیز مصنف کو شیخ کامل علیہ الرحمتہ کی طرف سے جزائے جزیل عطا فرمائے۔

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ (بہاولپور)

تقدیم

(محمود احمد کاوش نقشبندی۔ شعبہ اردو ایچی سن کالج لاہور)

جس طرح اس کارخانہ کائنات کو پانی' ہوا' روشنی اور حرارت کی ضرورت ہے بالکل اسی طرح ایک مرد مومن کی بھی ضرورت ہے اگر جسم انسانی کی بقاء کے لئے پانی' ہوا' روشنی اور حرارت ناگزیر ہیں تو اسی طرح روح انسان کی بالیدگی کے لئے ایک خود شناس و خدا شناس "قہاری و غفاری قدوسی و جبروت" ایسے عناصر اربعہ کی مالک صاحب یقین ہستی کا وجود مسعود بھی لازمی ہے' روحانی نشو و نما اسی مرد کامل کے آستانے پر بوسہ زن ہونے پر موقوف و منحصر ہے جو "دانائے سبل' ختم الرسل مولائے کل" "نور مجسم' رسول مکرم صلی اللہ تعالے علیہ و آلہ واصحابہ وبارک وسلم کے دعوت و پیام سے اکتساب نور کرے۔ اس مرد کامل کے وجود و بقا کی اس عالم کائنات میں وہی حیثیت ہے جو آفتاب جہانتاب کی زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسی کا ہے۔

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

خلیفتہ اللہ فی الارض کے منصب جلیل پر فائز و متمکن ہوتا ہے اور جمیع موجودات پر فرماں روائی کرتا ہے

ہر کہ اندر دست او شمشیر لا است
جملہ موجودات را فرمانروا است

وہ آفاق میں گم نہیں ہوتا بلکہ آفاق اس کی ذات میں گم ہوتے ہیں تمام دنیا سمٹ کر اس کے قدموں میں آجاتی ہے اس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے' وہ خدا کے نور سے دیکھتا اور سنتا ہے

ہاتھ ہے اللہ کا' بندہ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں' کارکشا و کارساز

وہ جب خدا سے مانگتا ہے' خدا اسے عطا کرتا ہے بلکہ عالم کائنات کے اس مرکزی کردار

بندہ مومن کو وہ عظمت و رفعت نصیب ہوتی ہے کہ خود خداوند دوجہاں اظہار تقدیر سے پہلے اس کی مرضی دریافت کرتے ہوئے پوچھتا ہے "بتا تیری رضا کیا ہے؟"

وہ "سوارا شب دوراں" اور فروغ دیدہ امکان" ہے اک آن میں سو بار تقدیر تبدیل کر سکتا ہے۔ اللہ تعالے کی مشیت' قدرت اور قوت قاہرہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتی ہے۔

اک آن میں سو بار بدل جاتی ہے تقدیر
ہے اس کا مقلد ابھی ناخوش ابھی خورسند
تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

حقیقت کی ترجمانی کرنے والے شاعر ڈاکٹر محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ اپنی نظم "قلندر کی پہچان" میں مرد قلندر کو ایک ایسے مرد کامل کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں جو زمانے کی باگ ڈور کو حسب منشا جدھر چاہتا ہے' موڑ دیتا ہے

کہتا ہے زمانے سے یہ درویش جواں مرد
جاتا ہے جدھر بندہ حق تو بھی ادھر جا
ہنگامے ہیں میرے تری طاقت سے زیادہ
بچتا ہوا بُنگاہ قلندر سے گزر جا
میں کشتی و ملاح کا محتاج نہ ہوں گا
چڑھتا ہوا دریا ہے اگر تو' تو اتر جا
مہر ومہ و انجم کا محاسب ہے قلندر
ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

اولیاء اللہ پیغمبروں کے وارث ہوتے ہیں۔ روحانی فیوض اور برکات و تصرفات کا سلسلہ تاابد اولیاء اللہ کی بدولت قائم و دائم رہے گا۔کوئی بھی دور ان اہل نظر اور پاک باز ہستیوں کے وجود مقدس سے خالی نہیں رہا۔موجودہ صدی میں سند السالکین غوث الکاملین قطب العارفین حضور قبلہ عالم پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی قدس سرہ کے روحانی فیوضات و کمالات

اور برکات و تصرفات کے وارث قطب الاقطاب ' غوث الاغیاث ' شہنشاہ فقر و ولایت ' خازن رشد و کرامت ' زبدۃ العارفین ' عمدۃ الواصلین اعلیٰ حضرت پیر سید علی حسین شاہ نقش لاثانی قدس سرہ نے کثیر تعداد میں اہل دنیا کے دلوں پر حکمرانی کی ' ان کی مشکلات میں ان کی دست گیری کی ' گم گشتگان راہ کو منزل آشنا کیا ' غم کے ماروں کی غمگساری کی ' محتاجوں کی مدد کی۔ سیدی پیر مرشدی نقش لاثانی علیہ الرحمتہ کی نگہ کرشمہ ساز نے بہتوں کی تقدیر بدل کر رکھ دی ۔ آپ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ بے کسوں کے لئے مژدہ جانفزا بن جاتا۔ آپ کے قدم پاک جس سمت اٹھ جاتے وہ گھر ' وہ کوچہ ' وہ محلّہ ' وہ گاؤں ' وہ قصبہ ' وہ شہر حضرت کی تشریف ارزانی کی رحمت بھری خوشبوؤں سے لبریز ہو جاتا۔ وہ خوش بخت حضرات جن کو قبلہ عالم نقش لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل ہے وہ اس بات کا خلوص دل سے اقرار کرتے ہیں کہ واقعی اقبال نے درست فرمایا ہے

کیمیا پیدا کن از مشتِ گلے
بوسہ زن بر آستانِ کاملے

بلاشبہ جن لوگوں نے نقش لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی چوکھٹ کو بوسہ دیا ' وہ "مشت گل" سے کیمیا" بن گئے۔ بہت سے کم مایہ ذروں پر جب اس آفتاب طریقت کی کرنیں پڑیں تو وہ اپنے میدان کے شاہ سوار بن گئے۔ بے کس و مجبور اور حوادث زمانہ کے ستائے ہوئے انسان آپ کے دربار دربار میں افتاں و خیزاں حاضر ہوتے اور اطمینان کی دولت اپنے دامن میں سمیٹ کر شاداں و فرحاں لوٹتے

سپیشلسٹ ڈاکٹروں سے ایک مدت تک علاج کروانے اور لا علاج قرار دئے جانے کے بعد زندگی سے مایوس بیمار جب دوائے دل بیچنے والے اس طبیب کی دکان پر آکر اپنی بپتا سناتے تو مسیحا کی ایک نظر التفات ہی پیغام شفا بن جاتی۔

اس "نگہ بلند ' سخن دلنواز ' جاں پر سوز کا" رخت سفر" رکھنے والے "میر کارواں" نے رہروان جادہ عشق کو منزل شوق پر پہنچا دیا۔

اس کریم سے لاکھوں نے فیض اٹھایا ' جھولیاں بھریں ' مرادیں پائیں۔ اس داتا کے کرم

کا تو یہ حال تھا کہ بعض اوقات سائل کو اپنی کوتاہ دامنی پر حیرت ہوتی۔

جو بات آنے والے کے دل میں ہوتی' حضرت والا اسی کی طرف اشارہ فرماتے۔ کوئی قرض لے کر نذر پیش کرتا تو آپ نہ صرف یہ کہ قبول کرنے سے انکار کر دیتے بلکہ یہ بھی فرما دیتے کہ جس سے ادھار لائے ہو اسے واپس کر دو۔

سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ تعالے علیہ کا فرمان ہے کہ اگر میرا مرید مشرق میں ہو اور میں مغرب میں اور اس کا پردہ کھلے تو ڈھانپ دوں گا۔

حضرت سیدی نقش لاثانی رحمتہ اللہ علیہ سے فیض یاب ہونے والے اس بات کے شاہد ہیں کہ آپ دور و نزدیک' ہر حال میں اپنے مریدین باصفا پر نظر رکھتے تھے کتاب ہذا میں جناب فضل کریم صاحب کا بیان کردہ فیض کی خوشبو سے لبریز "اژدھے سے مقابلہ" پڑھ کر قاری خود بھی اپنے جسم و روح میں اس عارف حقانی کی خوشبو محسوس کرتا ہے۔

آنے والے خطرے کا احساس ایک غیر مرئی قوت ودیعت کر دیتی تھی۔ مرید رخصت ہوتے وقت حضرت ذی وقار سے دعاؤں کا نذرانہ لے کر گھر روانہ ہو جاتا ہے' راستے میں بس کے تمام مسافروں کو ڈاکو لوٹ لیتے ہیں لیکن اس مرید کو ڈاکوؤں کا سردار یہ کہہ کر واپس اپنی سیٹ پر جا کر اطمینان سے بیٹھنے کو کہتا ہے کہ تم سے کوئی سروکار نہیں۔

حادثے سے دوچار ہونے کے بعد عینی شاہد ورطہ حیرت میں گم کہ حادثے کا شکار موت کے منہ میں جانے کے باوجود کیسے بچ گیا اور بچنے والے مرید خاص کا یہ اقرار کہ پیرو مرشد کی برکت سے۔

بیٹیوں کی رخصتی کے بعد بوڑھے ماں باپ کا آزردہ ہو کر کسی کے بیٹے کو لے پالک بنانے کی خواہش کرنا۔۔۔۔ اللہ اللہ! کہاں یہ کہ دنیا پرست اپنے بیٹے کو ان کے ہاں دینے کی اجازت بھی نہ دیں اور وہ حسرت و یاس کے عالم میں بچشم تر دربار شریف میں حاضر ہوں اور کہاں یہ خدا پرست کہ جس کی دعا و توجہ سے لے پالک کو ترسنے والوں کو حقیقی بیٹا مل جائے۔ کیا یہ جیتی جاگتی کرامت نہیں؟

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی

بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

مثل مشہور ہے "جو تو مہرباں ہو تو کل مہربان ہیں" اگر اللہ تعالےٰ کی مہربانی شامل حال ہو تو غیر بھی اپنائیت سے پیش آتے ہیں جبکہ اس کی رحمت سایہ گستر نہ ہو تو اپنوں سے بھی حسن سلوک کی توقع دم توڑ دیتی ہے۔ ایک عرصے سے مکان کے خواہش مند سائل کی تمنا بر نہیں آتی لیکن اگلے ہی روز بہت سے لوگ پوچھتے ہیں کہ کوئی مسئلہ ہو تو بتائیے حالانکہ انہیں یہ لوگ پہلے بھی ملتے تھے لیکن یہ درد آشنائی حضور نقش لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ ہی کا فیض تھا۔ پھر اس سے زیادہ اہل کمال کا اور کمال کیا ہو سکتا ہے کہ مالک مکان کرایہ بھی نہ لے اور اسے اس وقت تک اس مکان کی ضرورت کا احساس بھی نہ ہو جب تک یہ "مکین" مکان میں مقیم رہے یہ عرصہ دو چار ماہ پر محیط نہیں بلکہ تین سال کا طویل عرصہ ہے ادھر "مکین" نے برضا و رغبت مکان خالی کرنا چاہا، ادھر مالک مکان کو بھی مکان کی ضرورت پڑ گئی۔ دلوں پر حکومت کی اس سے بہتر مثال اور کیا ہو سکتی ہے!

مقبولان بارگاہ ایزدی رب العزت کے عطا کردہ قویٰ سے مخلوق کو فیض یاب کرتے اور دل میں گزرنے والے خیالات اور خواہشات تک کو بھانپ جاتے ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ تواضع اور سادگی کا جوہر بھی برقرار ہے

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

استاذی المکرم حضرت پروفیسر محمد حسین آسی صاحب کو اس آستانہ علی پور سیداں شریف سے جو روحانی وابستگی اور عقیدت و ارادت ہے وہ بیان سے باہر ہے سچ تو یہ ہے کہ اپنے شیخ کامل سے ایسا عشق بہت کم مریدین کے حصے میں آتا ہے، قطب العارفین اعلیٰ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی قدس سرہ کی سوانح حیات از سر نو مدون کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی تو نقش لاثانی قدس سرہ کی نگاہ انتخاب اسی مرید صادق پر پڑی اور ایک جانفزا تبسم کے ساتھ فرمایا "تقریر نہ کر۔۔۔۔۔۔۔۔ تحریر دکھا"

اور یہ محترم و مکرم حضرت آسی صاحب کی کاوشوں کے ثمر سے زیادہ سیدی نقش لاثانی

رحمتہ اللہ علیہ کی نظر با کمال کی کرشمہ سازی اور توجہ کا نتیجہ تھا کہ "انوار لاثانی" زبان و انداز بیان اور موضوعات کے لحاظ سے اعلیٰ پائے کی سوانح عمری ہے۔ حضور سیدی پیر علی حسین شاہ صاحب نقش لاثانی قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ کی سوانح حیات تحریر کرنے کا مرحلہ آیا تو حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے وارث و مظہر' عالم ربانی' عارف حقانی' حامل برکات قرآنی' عاشق شہنشاہ جیلانی' قاسم فیض مجدد الف ثانی اعلیٰ حضرت پیر سید عابد حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ (سرپرست اعلیٰ بزم لاثانی و ماہنامہ انوار لاثانی) نے اپنے عظیم والد ماجد علیہ الرحمہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے پھر اس خوش نصیب کو نوازا اور سیرت حضور نقش لاثانی مرتب کرنے کا حکم دیا' یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے حضرت موصوف مدظلہ العالی ازحد سخی' غریب نواز' وفا پرور اور اپنے اسلاف کرام کی روایات و نوازشات کے امین ہیں۔
آپ کی عنایت خسروانہ نے تحریر کی اجازت دی اور التفات کریمانہ شامل حال رہی۔ یہ ان کے بزرگوں اور خود ان کی توجہ کا اثر ہے کہ زیر نظر کتاب اردو زبان میں تصرفات و کرامات کے موضع پر لکھی جانے والی کتابوں میں ایک قابل قدر اضافے کے علاوہ اسلوب نگارش کے اعتبار سے بھی منفرد اور ممتاز مقام رکھتی ہے' ایسا انداز تحریر اس زبان میں اس موضوع پر لکھی جانے والی کسی کتاب میں بھی نہیں ملے گا اور غالباً بہ لحاظ ضخامت بھی یہ کتاب اس موضوع پر ضخیم ترین کتاب ہے جزئیات و تفصیلات کا ایک بحر بیکنار ہے جو مصنف نے ڈھائی تین صد صفحوں پر مشتمل اس کتاب میں بند کردیا ہے اور پھر قرآن و حدیث کی روشنی میں ہر باب کے آغاز میں مدلل اور سیر حاصل بحث اس کتاب کی سب سے نمایاں خصوصیت ہے۔

کتاب کی ضخامت ہرگز بار خاطر نہیں گزرتی بلکہ جہاں عظمت اولیاء کرام یہ تمام وکمال جلوہ گر ہوتی ہے وہاں ایمان کے پودے کی آبیاری کا سامان بھی فراہم کرتی ہے' روح پرور واقعات کے مطالعہ سے روحانی تسکین حاصل ہوتی ہے۔

سراپا ادب مصنف نے کہیں بھی ادبیت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا بلکہ ادبی چاشنی کے باعث کتاب کو اگر اعلیٰ درجے کا ادبی مرقع کہا جائے تو بے محل نہ ہو گا (یاد رہے کہ یہ کتاب اصل کتاب سیرت حضرت نقش لاثانی کا صرف ایک باب ہے جو مستقل کتاب کی

حیثیت سے الگ شائع ہوا ہے

آخر میں رب کریم سے دعا ہے کہ اس آستانہ عالیہ سے تا ابد یونہی فیض کی بارشیں بنجر اور مردہ دلوں کی کھیتوں کو زرخیز بناتی رہیں۔ سیدی و مرشدی حضرت پیر سید عابد حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم القدسیہ حقیقت و معرفت کے انوار عام کرتے رہیں اور بے کسوں بینواؤں کے دامن گوہر مراد سے بھرتے رہیں۔ ساتھ ہی میری دلی دعا ہے کہ خداوند کریم خاندان لاثانی کے اس مصنف لاثانی کو عمر خضر عطا فرمائے تاکہ یہ شمع اہل بیت کا جانثار پروانہ اپنے زور قلم سے دین و مذہب اور مسلک و مشرب کی بھرپور خدمت کر سکے۔ نیز ان تحریروں کے وسیلے سے مالک یوم الدین اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے طفیل اور شیخ کامل کی برکت سے روز محشر آسانیاں پیدا فرمائے۔ (آمین)

کھڑا ہو گرمئ محشر میں کیوں کر آسی لاغر
اسے لے جاؤ جنت میں یہ ہے بیمار لاثانی

گدائے نقش لاثانی رحمتہ اللہ علیہ

کاوش

حمد و نعت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا
مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ رَحْمَۃٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝
وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ
وَعَلٰی اَھْلِ بَیْتِہِ الطَّاھِرِیْنَ ۔
وَاَصْحَابِہِ الْمُتَطَہِّرِیْنَ
وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ

تُو ہے مرے خُدا کا نبی ، اے مرے نبی
تُو ہے مرے نبی کا خُدا ، اے مرے خُدا (آسیؔ)

جلّ وعلا و صلّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم

اُن کا ہر منگتا داتا ہے

(نعت شریف)

وہ کون و مکاں کے سرور ہیں، اُن پر ہیں یہ کون و مکاں بھی فدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سامانِ جہان ہستی پر، ہستی بھی فدا، ساماں بھی فدا

اس تاجورِ کونین پہ ہے کونین کی ہر ہر شے قرباں
ایک ایک اشارۂ ابرو پر، یہ جہاں بھی فدا، وہ جہاں بھی فدا

اس شافع روزِ محشر پر، اس قاسم خلد و کوثر پر
حُوریں بھی فدا، قُدسی بھی فدا، غلماں بھی فدا، رضواں بھی فدا

ان کا ہر منگتا داتا ہے، ہر داتا ان کا منگتا ہے
سرکار کے فیضِ رحمت پر سائل بھی فدا، سلطان بھی فدا

سرکار ﷺ کے در کی کرسی کو کرسی بھی سلامی دیتی ہے!
طیبہ کی مست بہاروں پر فردوس کے چمنستاں بھی فدا

کیا بات اس جلوۂ زیبا کی، جس پر ہیں فدا سو جاں سے سبھی
ابوبکر، عمر، عثمان بھی فدا، حیدر بھی فدا، سلماں بھی فدا رضی اللہ عنہم

اس بزم دو عالم میں ہر سُو، بس ان کے کرم کی دہائی ہے
ایک ایک ادائے رحمت پر، رحمت بھی فدا، احساں بھی فدا

بخشیں تو سبھی وہ غم اپنا، پھر غم کا مداوا کیا معنی
انہیں غم کی انوکھی لذت پر رحمت بھی فدا، درماں بھی فدا

مُرشد کے وسیلے سے آسیؔ ہے نذر متاعِ حیات ان کی
دُنیا بھی فدا، عقبیٰ بھی فدا، ارماں بھی فدا، ایماں بھی فدا

پروفیسر محمد حسین آسیؔ

میرے مرشد ہیں نقش لاثانی

آسی

قاسمِ جلوہ ہائے ایمانی آفتابِ سمائے عرفانی !!
مخزنِ فیضِ نورِ قرآنی !! قطبِ ربانی ، غوث صمدانی
میرے مرشد ہیں نقش لاثانی

مظہرِ قدرتِ خدا ہیں ! سایۂ فضلِ مصطفیٰ ہیں یہ !
نورِ زہرا و مرتضیٰ ہیں یہ واہ وانسبتوں کی تابانی
میرے مرشد ہیں نقش لاثانی

بندگیِ زندگی کا سرمایہ زندگی بندگی کا سرمایہ
ہر ادا آگہی کا سرمایہ ہر عمل شمع راہ ایقانی
میرے مرشد ہیں نقش لاثانی

خُلق خلقِ عظیم کا پرتو !!!! رخ سراج منیر کی ہے ضَو
دل کی اللہ سے لگی ہے لَو کون سمجھے مقامِ جانانی
میرے مرشد ہیں نقش لاثانی

یہ دلیلِ سبیل حسن شرع !!!! یہ جمالِ کمالِ زہد و ورع
جس پہ نازاں نہال واصل و فرع یہ ہیں وہ لالۂ گلستانی !
میرے مرشد ہیں نقش لاثانی

ان کا دامن ہے دامنِ دولت ! ان کا سایہ ہے سایۂ رحمت
ان کی صورت ، سکون کی صورت نور پیشاں ، ان کی پیشانی
میرے مرشد ہیں نقش لاثانی

ان کا دستِ کریم ، دستِ کرم ان کا فیضِ تمام ، فیضِ اتم
یہ ہیں اہلِ ... ، اہلِ نعیم ! نائب غوثِ پاک جیلانی !!!
میرے مرشد ہیں نقش لاثانی

ان پہ کیا دربار ابر گوہر بار ان کی سرکار ہے کشود کار
ان کا دیدار حاصل دیدار !! فخر شاہی ہے ان کی دربانی!
میرے مرشد ہیں نقش لاثانی

ان کی نظرِ عطا شفائے جاں نطق ان کا ہے روح کا درماں
مطلعِ حسن ، پیکرِ احساں !! شکل ان کی ہے شکل آسانی !!
میرے مرشد ہیں نقش لاثانی

بادِ صرصر ، صبا بنی ان سے ! ہر ہلاکت شفا بنی ان سے
جو خطا تھی، عطا بنی ان سے واہ وا فیض کی فراوانی !!
میرے مرشد ہیں نقش لاثانی

جس نے بھی بندہ پروری دیکھی صورتِ فیض گستری دیکھی !!!!
بلکہ کچھ وہ بھی سرسری دیکھی ! بول اٹھا "ان کا کون ہو ثانی"
میرے مرشد ہیں نقش لاثانی

ذرّہ، ریگ مثلِ صحرا ہو قطرہ، آب گویا دریا ہو !!
داغ لالہ چراغِ لالہ ہوا! جب دکھائے لگا ۔ جولانی
میرے مرشد ہیں نقش لاثانی

ان کی تدبیر کاشفِ تقدیر ان کی مرضی رضائے ربِّ قدیر
ان کی تسخیر سرمۂ تسخیر! ان کی طاعت شکوہِ سلطانی !!
میرے مرشد ہیں نقش لاثانی

ان سے شیرازہ، بندیٔ افکار ان سے محکم مرے جنوں کا حصار
جب زمانہ ہو درپۓ آزار! کام آتے ہیں شیخِ حقانی !!!!
میرے مرشد ہیں نقش لاثانی

ان سے وابستہ ہے ثبات و قرار ان سے قائم مرے چمن کی بہار
ان پہ قربان میرے لیل و نہار ! وہ مری جان ، وہ مرے جانی !!
میرے مرشد ہیں نقش لاثانی

آرزو ان سے ہے جواں میری !! ان سے ناطق ہوئی زباں میری !!!
ان سے رنگیں ہے داستاں میری جو ہوا ، ان کے صدقے ، ارزانی
میرے مرشد ہیں نقش لاثانی

دل ہے یا حسرتوں کا ویرانہ آنکھ درد و الم کا پیمانہ
زندگی ہے کہ غم کا افسانہ پھر بھی آئی نہیں پریشانی
میرے مرشد ہیں نقش لاثانی

حصہ اول

برکات ہی برکات

بیعت کی برکات

خدمت و صحبت کی برکات

اجازت کی برکات

دعا و توجہ کی برکات

تشریف آوری کی برکات

خواب میں دیدار جمال کی برکات

تصور شیخ کی عظمت و اہمیت (اور برکات)

بیعت کی برکات

داغ غلامیت کرد رتبہ خسرو بلند
مالک کشور شود بندہ کہ سلطاں خرید[1]

مرشد کامل سے رشتہ غلامی استوار کرنے کے فوائد و ثمرات کیا ہیں؟ اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لئے سوچئے' اسلام و ایمان نے جس فلاح و کامیابی کی خوشخبری دی ہے' وہ صرف عقبیٰ سے متعلق ہے یا اس جیتی جاگتی دنیا میں بھی اس کی جھلکیاں میسر آ سکتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور رحمتہ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین حق دو جہان کی خیر و عافیت کا ضامن ہے اور اس کا مقصود دنیا و آخرت کی ہر منزل پر انسان کو فوز و فلاح سے ہمکنار کرنا ہے۔ قرآن پاک اپنے ماننے والوں کو دارین کی بھلائی طلب کرنے کا طریقہ یوں سکھاتا ہے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

ترجمہ:۔ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔ (کنزالایمان)

پھر مردان کامل سے بیعت کا تعلق دراصل کتاب حکیم کے ارشاد

وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ

(اور اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ المائدہ) کی تعمیل ہے۔ گویا اللہ کی رحمت ان پاکان بارگاہ کے طفیل ملتی ہے۔ رب العلمین کا فضل محدود نہیں' اس کے حبیب لبیب علیہ الصلوۃ والسلام عالمین میں نعمت و برکت تقسیم کرنے کے لئے تشریف لائے اور اولیاء اللہ اسی سلطان دو سرا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمائندے ہیں تو ان کے آستانوں سے دو جہان کی خیر و خوبی کیوں نہ ملے۔ مولانا حالی نے اسی لئے فرمایا تھا

[1] اس شعر کا آزاد و منظوم ترجمہ:
جب تک بکے نہیں تھے کوئی پوچھتا نہ تھا
تم نے خرید کر ہمیں انمول کر دیا!!!

درِ فضلِ حق بند جب تھا نہ اب کچھ !!
فقیروں کی جھولی میں اب بھی ہے سب کچھ

اسی فضلِ حق کی طلب میں دنیا کے جلیل القدر بادشاہ، ان اللہ والوں کے آستانوں کی جاروب کشی کرتے رہے، ان کی دعاو توجہ سے تخت و تاج کے وارث بنتے رہے اور ان کی نظر کرم سے قلب و روح کا سکون حاصل کرتے رہے۔ یوں سمجھئے، خدائے بزرگ و برتر کی معرفت، رسول انس و جاں صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، ایمان و یقین کی پختگی، قبر و حشر میں سرخروئی، جنت کا حصول ہی ان بزرگوں کے توسل سے نہیں ہوگا بلکہ یہاں اس دنیا میں بھی آفات و بلیات کا ٹلنا، مصائب و آلام کا دور ہونا، حوادث روزگار سے محفوظ رہنا، خوشحالی و فارغ البالی، صحت و قوت بدنی انہیں کی نظر کیمیا اثر کے فیض عمیم سے ہے۔ مرشد کامل مل گیا تو گویا کونین کے مسائل حل ہوگئے، اسی لئے حضرت مولنا روم رحمۃ القیوم فرماتے ہیں

اگر تو یار نداری چرا طلب نہ کنی
وگر بیار رسیدی چرا طرب نہ کنی

یعنی اگر تو ابھی تک شیخ کامل سے محروم ہے تو اس کی تلاش کیوں نہیں کرتا اور اگر وہ تجھے مل گیا ہے تو خوشی کیوں نہیں مناتا۔

سیدی و مرشدی حضور نقش لاثانی قدس سرہ اس دور میں اپنے آقا و مولا، اپنے جد کریم حضور شہنشاہ کونین سرور دارین صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پایاں رحمتوں کے مظہر کامل تھے۔ لاکھوں کی تعداد میں ایسے لوگ ہیں جو آپ کی بدولت ایمان و یقین سے وابستہ رہے، ہزاروں وہ ہیں جنہیں آپ کی غلامی نے ضلالت و شقاوت سے بچا لیا، سینکڑوں خوش نصیبوں نے آپکی برکت سے روحانی درجات طے کئے اور ان کے علاوہ ایسے حضرات تو لاتعداد ہیں جو دنیوی تکالیف اور مصائب سے رہا ہوئے۔ اس ضمن میں بہت سے واقعات باب کرامات اور بعض دوسرے ابواب میں بھی آئیں گے، یہاں برکات بیعت کے چند پہلو واضح کرنے کے لئے "مشتِ نمونہ از خروارے" کے طور پر صرف کچھ واقعات عرض کئے جاتے ہیں۔ مناسب نظر آتا ہے کہ انہیں دو عنوانوں میں تقسیم کرلیا جائے (الف) ایمانی و روحانی برکات

(ب) معاشی و دنیوی برکات

(الف) ایمانی و روحانی برکات

خالق کائنات جل مجدہ نے اپنے انبیاءِ کرام علیھم السلام کو معجزات اور اولیاء عظام علیھم الرضوان کو کرامات بخشیں آخر کس لئے؟ اسی لئے نا کہ نہ ماننے والے مان لیں اور ماننے والوں کا یقین مزید مضبوط ہو جائے۔ دیکھنے والا جب ان کی حیرت انگیز طاقتوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے تو یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یقیناً ان کا رابطہ کسی ایسی عظیم طاقت سے ہے جو سب کچھ کر سکنے پر قادر ہے۔ (علی کل شیءٍ قدیر ○) اور یہ اسی کے مقرب بندے ہیں۔ کیا کوئی عقل سلیم رکھنے والا یہ سوچ سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی کسی شخص کا ایمان مضبوط تر ہو سکتا ہے اور پھر دور اول میں ہزاروں لاکھوں لوگ جو دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ ان کے دین حق قبول کرنے میں معجزات کو کوئی دخل نہیں تھا۔ نہیں، ایسا ہرگز نہیں، تو یونہی یقین جانیئے مردان باخدا کی غلامی اختیار کرنے والے بھی ایمان وایقان کی اس بلند منزل پر پہنچ جاتے ہیں جہاں ان سے دور رہنے والے ہرگز نہیں پہنچ سکتے کیونکہ جس طرح انبیاء و مرسلین علیھم السلام کی بے پناہ قوتیں ایک نظر نہ آنے والے خدا پر یقین و ایمان کا سبب بنتی ہیں، یوں ہی اولیاء کرام علیھم الرحمتہ کی کرامتیں دیکھنے والے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور خود دین اسلام کی صداقت پر ایمان لے آتے ہیں یا ایمان میں مضبوط ہو جاتے ہیں اور یوں توحید کے انوار سے جگمگا اٹھتے ہیں۔

میرے آقا حضور نقش لاثانی قدس سرہ دور آخر میں اس کی بیمثال مثال تھے۔ واللہ! نظر عقیدت سے دیکھنے والے یوں محسوس کرتے تھے جیسے ہر لمحہ کرامات کی بارشیں ہو رہی ہوں، ایک ہی کرامت کئی کرامتوں کا مجموعہ ہوتی تھی (جیسے 'انوار لاثانی' میں حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے) لامحالہ دیکھنے والا حیران و ششدر ہو جاتا تھا اور اس کے ایمان میں تازگی، روح میں بالیدگی اور نقطۂ نظر میں کشادگی پیدا ہو جاتی تھی پھر ان تصرفات و اختیارات کے علاوہ ان کا یہ جذبہ رحمت کہ در پر آنے والا کوئی طالب محروم کرم نہ رہے، کوئی مسافر ظلمتوں کا شکار نہ ہونے پائے، کوئی وابستۂ دامن حسرت ویاس میں نہ ڈوبے، شاید کرامت سے بھی زیادہ کارگر تھا اور ان کی توجہ ہر مرحلے میں اور بھی دستگیری کر جاتی تھی

مجھی کو دیکھئے' واللہ میری طبیعت پر فلسفیانہ طرز فکر کا گہرا اثر ہے اور ایسے لوگ فطری طور پر لاادریت (scepticism) کے مریض اور شکوک و شبہات میں الجھے رہتے ہیں۔ کسی انگریز مفکر نے جو فلسفی کی تعریف کی ہے' حقیقت کے کس قدر قریب ہے۔ اسکے نزدیک

A philosopher is a blind man looling for a blind cat in a dark room which is not there.

یعنی فلسفی ایک اندھا آدمی ہے اندھیرے کمرے میں اندھی بلی کی تلاش میں ہے اور وہ (بلی) وہاں موجود ہی نہیں۔

حضرت امام غزالی قدس سرہ العالی نے توحید کی چار قسمیں بیان کرتے ہوئے وضاحت فرمائی ہے کہ فلسفی کی توحید بہت کمزور ہوتی ہے (اس لئے کہ دلیل مل گئی تو مان گیا اور نہ ملی تو منکر ہو گیا) یہی وجہ تھی کہ میں نے فلسفے کا مضمون کالج میں نہیں لیا مبادا فلسفیوں اور فلسفہ پڑھانے والوں کی ظلمت افکار دل و دماغ کو تاریک کر دے۔ وہ شخص جو اپنی سرزمین قلب کو سخت دلدل خیال کرتا تھا اور ڈرتا تھا کہ اس میں یقین کا پودا کیوں کر کھڑا رہ سکتا ہے بحمدہ تعالیٰ اگر توحید' ایمان' اسلام اور قرآن کے ساتھ اس کو کچھ ربط ہے تو یقیناً یہ فیض ہے اس مرد درویش کا جس کی زندگی کا مقصد ہی گم کردہ راہ مسافروں کو منزل آشنا کرنا تھا' یہ برکت ہے اس نگاہ حق افروز کی جو ایک ہی جھلک میں باطل کے خس و خاشاک جلا کر راکھ کر دیتی تھی' یہ اثر ہے حضور رحمتہ للعالمین ﷺ کے اس لخت جگر کا جو چودھویں صدی میں جلوہ افروز ہونے کے باوجود اپنے جد کریم رؤف و رحیم ﷺ کی رحمتوں کا مظہر و وارث تھا۔ یقیناً وہ طبیب لاثانی تھا اور میں مریض لاثانی۔ وہ فضل و کرم کا بحر ناپیدا کنار تھا اور میں ایک تشنہ لب تفتیدہ جاں مسافر۔ لجپال سخی نے ہاتھ پکڑا اور راہ حیات کا ہر نازک موڑ عبور کرا دیا۔ سکول میں بھی اور کالج میں بھی کس کس سے واسطہ نہیں پڑا' کس کس نے متاع ایمان لوٹنے کی کوشش نہیں کی اور کیا کیا دلفریب انداز نہیں اپنائے گئے' مگر یہ ساری پھونکیں شمع ایمان گل کرنے میں ناکام رہیں تو واللہ یہ کرشمہ تھا علی پور کے تاجدار کی توجہ کا۔ ہاں ہاں' میرے اساتذہ میں کٹر دہریے اور کمیونسٹ بھی تھے' عیسائی اور ملحد بھی تھے' پھر ایمان کا دعویٰ کرتے

والوں میں فضائل نبوت کے منکر ' اہل بیت رضی اللہ عنہم اطہار کے باغی ' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دشمن ' اولیاء عظام علیہم الرحمتہ کے مخالف ' غرض ہر قسم کے لوگ تھے (یقیناً ان اساتذہ میں اہل حق بھی تھے مگر وہ عموماً خود کو تبلیغ و اشاعت سے سبکدوش سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں) پھر ہر ایک کا اپنا اپنا دعویٰ اور اپنا اپنا داؤ۔ ظلمت کے ان تمام جالوں سے نکال کر یقین کے اجالوں تک پہنچانے کا ذمہ صرف ایک شخصیت نے اٹھایا تھا جس نے ہر دشمن کا ہر وار روکا ' ہر الجھن سے چھڑایا اور اپنے سگ بارگاہ کی ہمیشہ حفاظت فرمائی اور یہ اعتراف راہ حق سے بہکانے کی ناپاک کوشش کرنے والوں کو خود بھی تھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اپنے ایک استاد کا تبصرہ جو انہوں نے غالباً ۱۹۶۱ء کے اوائل میں ایک گفتگو سے متاثر ہو کر فرمایا تھا کہ " پیروں کے ماننے والوں کا ایمان کمزور نہیں ہو سکتا " (وہ خود کہیں بیعت نہیں تھے اور نہ اسے اپنے مزاج کے مطابق پاتے تھے مگر اپنے شیخ کامل سے غیر متزلزل عقیدت دیکھ کر انہیں یوں کہنا پڑ گیا تھا۔ مقصود یہ تھا کہ جو شخص اپنے پیر سے نہیں پھرتا اور ایسا مضبوط اعتقاد رکھتا ہے کہ ہمارے عقلی داؤ پیچ اسے ذرہ بھر بھی کمزور نہیں کر سکتے ' اپنے خدا اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیونکر پھر سکتا ہے۔ توحید و رسالت کے بارے میں وہی شخص لڑکھڑائے گا جس کے یقین کی بنیاد مستحکم نہ ہو اور جس کے ایمان کا کوئی سہارا نہ ہو۔

جناح اسلامیہ کالج جہاں چار سال زیر تعلیم رہا ' ایک غیر مقلد استاد جو پرنسپل بن کر ریٹائرڈ ہوئے ' اپنے مناظرانہ و مدلل طرز تبلیغ پر ایسے نازاں تھے کہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور تدریس کے دوران بھی کھلم کھلا چیلنج کرنے کے عادی تھے (ظاہر ہے کہ کوئی جواب دینے والا ہی سامنے نہ ہو تو ہر بڑے سے بڑے عالم اور ہر جید سے جید فقیہ کو چیلنج کرنا کیا مشکل ہو گا) بی۔ اے کے دو سالوں میں شاید ہی کوئی پیریڈ ایسا ہو گا جب مناظرے کی شکل پیدا نہ ہوئی ہو اور مرشد کامل علیہ الرحمتہ کی توجہ سے انہیں پریشان نہ ہونا پڑا ہو۔ کئی سال بعد جب دوبارہ اسی مادر علمی میں تدریسی فرائض کے لئے جانا ہوا تو انہوں نے اپنے ایک ساتھی کے ساتھ قریباً ان الفاظ میں اس گناہگار کا ذکر کیا

"یہاں میں نے بہت سے لوگوں کو متاثر کیا ' ایک آسی تھا جس پر ذرا بھی اثر نہیں ہوا"

کسی گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا منکر اولیاء سے نہ دبنا اپنا کمال ہرگز نہیں تھا یہ اس کریم کا

فیض تھا جس نے غلامی میں قبول فرما کر ہر آفت اور دشمنوں کی ہر چال سے محفوظ رکھا۔

جہاں اپنی طبیعت فلسفیانہ طرز فکر کی بنا پر تذبذب کی زد میں تھی اور یقین کی صلاحیت سے بہت دور نظر آتی تھی جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اور جسے مرشد کامل علیہ الرحمتہ کی توجہ نے اس مصیبت سے نجات دلائی' وہیں اس کا دوسرا مرض خوف غیر اللہ (یعنی مخلوق سے ڈرنا) بھی ہے۔ جب بھی کوئی مخالفت کی بات یا دہشتناک خبر سن پاتا' رنگ فق ہو جاتا۔ یقین جانئے میں سائیکل چلانا بھی نہ سیکھ سکا' کیوں؟ فقط گرنے کے ڈر سے۔ ایسے ڈرپوک پر حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے ایسا کرم فرمایا کہ جہاں جہاں جانا ہوا سخت طوفانوں سے واسطہ پڑا اور ہمیشہ ان کا رخ پھیرنے میں کامیاب ہوا حضرت ذوق مرحوم نے فرمایا تھا۔

پھرتا ہے سیل حوادث سے کبھی مردوں کا منہ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقت رفتن آب میں

بحمد اللہ' مرشد کامل علیہ الرحمتہ کی غلامی نے ہر کہیں اس شعر کا مصداق بنایا اور وہ شخص جو اپنے سائے سے بھی ڈرے ایک شہنشاہ ولایت کے سہارے اتنا جری نظر آیا کہ بڑے بڑے فتنہ پرور اس سے نظر بچاتے رہے۔

اپنے بارے میں یہ چند سطور خود ستائی (یعنی اپنے منہ میاں مٹھو بننے) کی غرض سے نہیں بلکہ ایک کریم کے اس احسان کے شکریے کے طور پر ہیں جو ایک ذرۂ بینوا پر ہمیشہ رہا۔ یہاں غرور و تکبر بھی مقصود نہیں' اسے زیادہ سے زیادہ تحدیث نعمت کہا جا سکتا ہے۔ ہاں غور فرمایئے' جب ایک پست ہمت اور کم ظرف غلام پر نظر عنایت کا یہ عالم ہو تو بلند ہمت اور عالی ظرف طالبوں پر نوازشات کا کیا رنگ ہو گا چنانچہ حقیقت یہی ہے کہ جو جتنا خلوص' علوئے استعداد' نیاز مندی اور صفائے قلب لے کر آیا اتنا ہی دین و دنیا کی دولتوں سے مالا مال ہوا۔

ایک مشہور محدث علیہ الرحمتہ الواسعہ کی بات یاد آگئی جو بار بار اپنے شیخ کے بجائے اعلیٰ حضرت مجدد ملت فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ کا ذکر کرتے تھے۔ کسی نے اس کا سبب پوچھا (یعنی یہ کہ اپنے مرشد سے زیادہ مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمتہ کا ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے) تو محدث صاحب نے فرمایا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کی برکت سے مجھے حلاوت ایمان نصیب ہوئی ہے۔ بات یہ ہے کہ حلاوت ایمان' خواجۂ کون و مکاں، سرورِ عالم و عالمیاں، حضور

احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت و غیرت سے پیدا ہوتی ہے۔ واللہ! میں علانیہ کہہ سکتا ہوں کہ میرے مرشد والا تبار حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی حلاوت ایمان کے حصول کا ذریعہ بننے میں بھی اپنے دور میں کسی سے کم نہیں تھے بلکہ آپ کی غلامی کا سب سے بڑا فائدہ یہی تھا کہ دل و دماغ حضور سرور کونین ﷺ کی محبت و غیرت سے منور ہو جاتے تھے اور جوں جوں آپ سے رابطہ بڑھتا' خواجہ دو جہاں ﷺ کی محبت و غیرت بھی بڑھتی جاتی۔ میں نے عرض کیا ہے۔

ذوقِ سجود جلوۂ یک نظرِ التفات
عشقِ رسول فیض و عطائے علی حسین

یاد رکھئے اور خوب یاد رکھئے حضور رحمۃ للعلمین ﷺ کی محبت ہی بنائے ایمان ہے اور حضور کی غیرت ہی ظہور ایمان ہے۔ نبی کریم ﷺ کی محبت سے محروم ہونا ہی کفر بلکہ بنائے کفر ہے۔ کافر بھی ظاہر ہے کہ حب رسول مقبول ﷺ سے خالی ہوتا ہے اور وہ ایمان والوں کو بھی کسی نہ کسی بہانے اس نعمت لازوال سے خالی کرنا چاہتا ہے مگر پھر بھی اس کا وار ٹالنا آسان ہے' البتہ منافق بہت ہی خطرناک ہوتا ہے۔ اس لئے کہ خود کو مسلمان ظاہر کرکے' حضور اکرم ﷺ کا کلمہ پڑھ پڑھ کے' نماز و روزہ اور دیگر نیکیوں سے "مزین" بلکہ "مسلح" ہو کر دین و ایمان پر حملہ کرتا ہے لوگ اس کے منہ سے آیات و روایات سن کر فریب میں آجاتے ہیں اور یوں جو کام کھلے کافر کے لئے مشکل تھا' اس چھپے دشمن کے لئے آسان بن جاتا ہے۔ دور اول کے منافقین کہیں چھپ چھپا کر اپنا کام کرتے تھے مگر دور آخر کے منافقین کالجوں' یونیورسٹیوں اور دینی درسگاہوں میں بے لگام ہیں اور بے دھڑک مسلمانوں کو مشرک کہہ کہہ کر اپنے نفاق پر پردہ ڈالتے ہیں اور کتاب و سنت کے نام پر کتاب و سنت کی مخالفت کرتے ہیں۔ نماز و کلمہ کی تبلیغ کا لیبل لگا کر' ایک مخصوص جماعت جو دین و ایمان کا قتل عام کر رہی ہے کسی باشعور و باخبر سے پوشیدہ نہیں۔ اس کا طرز تبلیغ اتنا خطرناک ہے کہ بڑے بڑے افسر' ماہرین تعلیم اور سرمایہ دار اس کی زلف سیاہ یا قلب سیاہ کے اسیر ہو رہے ہیں۔ ایسی جماعت کی چالوں سے بچنا آسان نہیں مگر میرے حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ کے فیض بیعت کا ایک کرشمہ یہ تھا کہ بندہ حضور پر نور ﷺ کی محبت و غیرت

سے سرشار ہو جاتا تھا اور پھر کسی کی لمبی نمازیں' پیشانی کی محرابیں' ڈاڑھی کی رونقیں اور تسبیح کی گردشیں اسے دھوکا نہیں دے سکتی تھیں۔ دشمن کی پہچان ہی حفاظتی تدبیر کی بنیاد بنتی ہے تو یقین جانئے میرے آقا علیہ الرحمتہ کی غلامی اپنے آقا و مولا ﷺ کے گستاخوں اور دین و ایمان کے دشمنوں کی پہچان کرا دیتی تھی اور ان سے بچنے کی تدابیر بھی سکھا دیتی تھی چنانچہ اس پر شاہد عادل وہ واقعہ ہے جو فروری ۱۹۷۹ء میں موضع پھگواڑی اور دڑیاں میں رونما ہوا۔ عزیز محترم ظفر علی منہاس حضور قبلہ نقش لاثانی علیہ الرحمتہ کی غلامی سے پہلے گاؤں کے ایک روایتی چودھری خاندان کے نوجوان فرد تھے اور ابھی جوانی دیوانی کے بہار آفریں دن گذار رہے تھے کہ نگاہ شیخ کا نشانہ بنے۔ اب ان کی زندگی میں انقلاب آیا ایسا حسین انقلاب ۔ جس کا تصور بھی مشکل تھا۔ حضور مقصود کائنات ﷺ کی محبت و غیرت سے مالا مال ہو گئے اور کسی گستاخ رسول کو برداشت کرنا ان کے بس سے باہر ہو گیا۔ موضع دڑیاں میں ایک ایسی ہی جماعت کا وفد آیا۔ جماعت کا امیر اسی گاؤں کا نمبردار اور کئی بسوں کا مالک تھا۔ نعت شریف کے مسئلے پر سوال و جواب ہوئے اور بات بڑھی منہاس صاحب ان کے گستاخانہ رویئے سے بھڑک اٹھے اور پھر ان کے ساتھ وہ سلوک کیا جو حضور اکرم نور مجسم (ﷺ) کی سچی محبت و غیرت والوں ہی سے متوقع ہے۔ یہ ضیاء الحق کا دور تھا اور اس دور میں اس جماعت کے سالانہ مرکزی جلسے میں دو عاشقان رسول ﷺ کو اسی بنا پر چھت سے لٹکا کر اور ڈنڈے مار مار کر شہید کر دیا گیا تھا کہ انہوں نے بھرے جلسے میں نعرہ رسالت لگایا تھا (جس کی رپورٹ تو کئی اخبارات میں شائع ہوئی مگر قاتلوں کا بال بیکا نہ ہوا تھا) یہاں بھی مخصوص لابی کی پشت پناہی سے ناکہ بندی کرائی گئی مگر خداوند کریم کے فضل' حضور رحمتہ للعلمین ﷺ کی نظر عنایت اور مرشد کامل حضور نقش لاثانی کی برکت سے دشمن ناکام ہو گئے اور ذرہ بھر نقصان نہ ہوا۔ میرے دوسرے عزیز اور پیر بھائی چودھری محمد ادریس صاحب آف فتح پور گوجراں بھی بیعت کے بعد عشق رسول ﷺ کے نشے سے چور ہو گئے اور بحمدہ تعالی پھر ان کی داستان حیات کا ہر ورق بھی سوز و ساز عشق اور کیف و سرور شوق کی تفسیر بن گیا۔ ایک دو کی بات نہیں جس جس پر بھی نظر پڑی' اپنے اپنے ظرف کے مطابق اسی رنگ میں رنگا گیا اور یہ بات پورے انشراح صدر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ کوئی شخص ڈھونڈے

سے بھی ایسا نہیں ملے گا جسے بیعت سے کچھ نہ کچھ ایمانی اور ذوقی فائدہ نہ پہنچا ہو اور جس کے بارے میں یہ کہا جا سکے کہ اگر حضور نقش لاثانی قدس سرہ کا غلام نہ ہوتا تو اس کی زندگی کا نقشہ مقابلتاً بہتر ہوتا۔ ایسے لوگ جو آپ کی غلامی کے باوجود باقاعدہ نمازی نہیں بن سکے یقیناً غلامی سے محروم ہوتے تو شاید انہیں ایک سجدہ بھی نصیب نہ ہوتا۔

ایک سجدے کی بات بھی از حد قابل غور ہے۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر ابو لوءلوء فیروز نامی مجوسی نے وار کیا تو رازدار نبوت نے فرمایا "میرا قاتل وہ ہے جس نے خداوند برحق کو ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا۔ یقیناً وہ مجوسی تھا اور اس شرف سے قطعاً محروم تھا مگر ایسا کلمہ خوان بھی تو سخت بد قسمت ہے جسے بارگاہ خداوندی میں سر جھکانے کی سعادت ایک بار بھی نہیں ملی الحمد للہ میرے آقا، میرے مربی، میرے لجپال اور میرے ہادی نے ایسی ایسی پیشانیاں بھی کبھی نہ کبھی بارگاہ ربوبیت میں جھکا دیں جن کے بارے میں بعض لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے اور غلط پروپیگنڈے کی بنا پر ان کی صالحیت سے بالکل مایوس ہو چکے تھے۔ چنانچہ یاد آگیا میں ایک بار ڈاکٹر نعمت علی جاوید سے جو ایٹمی مرکز کے ڈائریکٹر ہیں، میرے پرانے ہم جماعت اور باوفا دوست ہیں صوم و صلوٰۃ کے پابند اور حلال و حرام کے مسائل میں سخت محتاط ہیں ملنے گیا تو باتوں باتوں میں ایک سیاسی رہنما کا ذکر بھی چھڑ گیا جب میں نے انہیں بتایا کہ پیر خانے میں وہ تہبند کے ساتھ بھی حاضر ہوتے ہیں، سر پہ آپ جیسی ٹوپی بھی ہوتی ہے اور نماز کے وقت وہاں نماز بھی ادا کرتے ہیں تو سخت متعجب ہوئے یقیناً ایسے لوگ رشتہ غلامی سے آزاد رہتے تو شاید ہر خیر سے محروم رہتے حقیقت یہ ہے کہ مجھ ایسے لوگوں کو، کبھی ہی سہی 'خدا کی یاد آتی ہے یا رسول پاک سرور لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ کچھ بے قرار کرتا ہے، کسی غریب کے کام آتے ہیں یا کسی بیکس کی فریاد سنتے ہیں تو یہ سب کا صدقہ ہے نگاہ مرشد عالی کا (علیہ الرحمتہ والرضوان)

اوپر ایک دعویٰ کر آیا ہوں، وہ یہ کہ 'کوئی ایسا شخص ڈھونڈے سے بھی نہیں ملے گا جسے بیعت سے کچھ نہ کچھ ایمانی اور ذوقی فائدہ نہ پہنچا ہو اور جس کے بارے میں یہ کہا جا سکے کہ اگر حضور نقش لاثانی قدس سرہ کا غلام نہ ہوتا تو اس کی زندگی کا نقشہ مقابلتاً بہتر ہوتا۔ یہاں پھر اسے دہراتا ہوں۔ برادران طریقت میں پڑھے لکھے بھی ہیں اور ان پڑھ بھی، کالجوں

یونیورسٹیوں کے پروفیسر بھی ہیں اور سکولوں مکتبوں کے اساتذہ بھی، خطیب و ادیب بھی ہیں اور محقق و مناظر بھی، جنرل کرنل بھی ہیں اور عام سپاہی بھی، جج مجسٹریٹ بھی ہیں اور ایڈووکیٹ بھی، کارخانے کے مالک بھی ہیں اور ان کے مزدور بھی، سرمایہ دار بھی ہیں اور بیکس و مسکین بھی، زمیندار بھی ہیں اور کاشتکار بھی، کسی ایک کے حالات کا جائزہ لیجئے اور نتیجہ نکالئے، ہاں ہاں ایک بھی ایسا نہیں ملے گا جیسے نگاہ یار نے کچھ نہ کچھ آشنانہ کیا ہو اور اس کی زندگی کو کسی حد تک ہی سہی "کیفِ نیاز" سے سرشار نہ کیا ہو۔ کتنے ہی بے نماز تھے کہ تہجد گذار بن گئے، کیسے کیسے اکڑ فوں والے تھے کہ پیکر اخلاق بن گئے، کس درجہ اتباع سنت سے گریزاں تھے کہ عاشق سنت ٹھہرے اور کس کس حد تک ریا میں ڈوبے ہوئے تھے کہ سراپا اخلاص ہو گئے۔ نماز اور دیگر احکام شرع کی پابندی کی بیعت کے وقت ہی سخت تاکید ہوتی تھی اور یونہی دوسرے بعض اذکار و افکار کی تلقین بھی۔ ایسے لوگ بھی کثیر تعداد میں ہوتے تھے کہ بیعت کے وقت ہی خصوصی توجہ سے نوازے گئے اور آن کی آن میں ان کی کایا پلٹ گئی حاضر ہوتے وقت زندگی کا نقشہ اور تھا اور لوٹے تو کچھ کے کچھ ہو گئے۔

صد سالہ دور چرخ تھا ساغر کا ایک دور
نکلے جو میکدے سے تو قسمت بدل گئی

اب تک بیعت کی ان برکات کا ذکر تھا جو ایمان و عمل سے متعلق تھیں اور دراصل یہی روحانیت کی بنیاد ہے اقبال فرماتے ہیں۔

ولایت، پادشاہی، علم اشیا کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں فقط اک نکتہ ایماں کی تفسیریں

تاہم جسے عرف عام میں "روحانی تجربہ" سمجھا جاتا ہے، اب کچھ اس کی طرف آیئے بیعت دراصل ایک عظیم نورانی زنجیر سے وابستگی کا نام ہے جس کی ایک کڑی ذات مرشد ہے۔ آپ نے ایک روشن ضمیر کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ اس کا ہاتھ اپنے مرشد کے ہاتھ میں اور یوں یہ سلسلہ حضور خاتم الانبیاء والمرسلین علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک تک پہنچ جاتا ہے۔ جو عین دست ذوالجلال ہے (ید اللہ فوق اید یھم۔ الفتح)

دست احمد عین دست ذوالجلال
آمدہ دربیعت و اندر قتال !

ترجمہ:۔ حضور احمد مجتبیٰ ﷺ کا دست مبارک اللہ ذوالجلال کا دست قدرت ہے قرآن پاک نے بیعت رسول اور جنگ بدر کے ذکر میں یہی فرمایا ہے۔

یوں سمجھئے یہ بیعت بظاہر ایک فرد سے ہو رہی ہے مگر حقیقت میں وہ اولیاء جو اس شجرے میں وسائط و وسائل ہیں' سب سے بیعت ہے بلکہ غائبانہ رسول خدا اور خود خدا سے ہی بیعت ہے (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم) مولانا فرماتے ہیں

چوں تو ذات پیر را کر دی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول !

یعنی جب تو نے ذات پیر کو قبول کر لیا تو سمجھ لے اس کے وسیلے سے خدا اور رسول کو قبول کر لیا ہے شیخ معاذ اللہ نہ خدا ہے نہ رسول مگر اس کا ہاتھ بقول اقبال خدا کے دست قدرت کا مظہر ہے۔

ہاتھ ہے اللہ کا' بندہ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں' کار کشا' کارساز !

یہ ایک لطیف و نازک حقیقت ہے مگر بعض اوقات مرشد کامل اس کی تصدیق کسی اور طریقے سے بھی کرا دیتا ہے چنانچہ سب سے پہلے سنئے چودھری طالب حسین صاحب آف جڑانوالہ (جن کی زندگی خود حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ کے فیض بیعت سے بہت سیراب اور ایک حسین انقلاب سے دوچار ہوئی) کی داستان

سرور کائنات ﷺ کی زیارت چودھری صاحب موصوف فرماتے ہیں حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ سے بیعت کا شرف حاصل کر کے گھر پہنچا تو پہلی ہی رات خواب

میں آقائے دو عالم، مولائے معظم، فخر آدم و بنی آدم، حضور نبی محترم و رسول مکرم ﷺ نے اپنے دیدار پر انوار سے نوازا اور میں نے اپنے گھر کے سب افراد کو حضور شافع یوم النشور ﷺ کی خدمت بابرکت میں پیش کیا۔ سبحان اللہ! اب مولانا رومی علیہ الرحمتہ کا مصرع دوبارہ پڑھیئے۔

ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول ﷺ

سوچئے کیا سرکار ابد قرار، دو لتمدار ﷺ کی یہ کرم فرمائی اسی حقیقت کو آشکار کرنے کے لئے نہیں تھی کہ علی پور کا تاجدار یقیناً تاجدار کونین ﷺ کا نور نظر، وارث و مظہر ہے اور چودھری صاحب بیعت ہو کر حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ کی غلامی میں کیا آئے ہیں، خود امام الانبیاء سید المرسلین پر نور ﷺ کی نظر کرم کے مستحق ہو گئے ہیں، اکیلے ہی نہیں، افراد خانہ سمیت۔

شیخ میرا، نقش لاثانی، عجب ذیشان ہے
خواجہ کونین کے دربار کا دربان ہے !!
(ﷺ و رضی اللہ عنہ)

حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ کی زیارت یہی چودھری صاحب ایک اور خواب بیان کرتے ہیں۔

- "میں اپنے گاؤں چک ۲۵۷ نزد کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں تھا۔ گلی میں شور ہوا کہ حضور مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تشریف لا رہے ہیں۔ میں دوڑ کر حاضر خدمت ہوا تو دیکھا آپ گھوڑی پر سوار ہیں۔ میں نے قدم بوسی کی اور حضور نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا"۔

یونہی چودھری صاحب خواب میں امامین، کریمین، شہیدین، سعیدین حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ اور سیدنا امام حسین شہید کربلا علی جدہما و علیہما الصلوۃ والسلام کی زیارت سے نوازے گئے۔

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی زیارت انہی کا بیان ہے:۔

"خواب میں دیکھا کہ سخت بارش ہے اور اولے بھی پڑ رہے ہیں (گھر سے باہر تھا)

لہٰذا ایک درخت کی پناہ لے لی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نورانی بزرگ تشریف لا رہے ہیں اور ان کے ساتھ حضور نقش لاثانی قدس سرہ بھی ہیں۔ میرے مرشد عالی علیہ الرحمتہ نے دوسرے بزرگ کے بارے میں فرمایا "یہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ ہیں' انہیں سلام کرو"۔

میں کافی دیر تک قدم بوسی کرتا رہا اور سرکار نوازتے رہے آخر میں فرمایا "گھبرایا نہ کرو ہم تمہارے ساتھ ہیں" ہاں اے نقش لاثانی علیہ الرحمتہ کے مریدو! تمہیں مبارک ہو' اگر تمہارا اپنے مرشد کے ساتھ رابطہ مستحکم ہے تو یقین جانو وہی نہیں' حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

ساتھ ہیں جس کے نقش لاثانی
اس کے حامی ہیں شاہ جیلانی !

بزرگان سلسلہ کی زیارت چودھری صاحب موصوف ہی کا بیان ہے "بیعت سے تھوڑا عرصہ بعد حضور نقش لاثانی خواب میں تشریف لائے اور فرمانے لگے چودھری صاحب! آؤ' اپنے سلسلے کے بزرگوں کی زیارت کرائیں چنانچہ سب سے پہلے شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کی زیارت کرائی' پھر خواجہ خواجگاں آفتاب ولایت حضرت فقیر محمد صاحب چوراہی المعروف سرکار باواجی علیہ الرضوان کی خدمت میں پیش کرکے مجھے سلام عرض کرنے کی تلقین کی' پھر ان کے مرشد برحق سلطان العارفین حضرت خواجہ نور محمد تیراہی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ بیکس پناہ میں پیش کرکے سلام کرایا اور پھر کسی نے جگا دیا"۔

فیصلہ حتمی ہے یہ ہر قلب حق آگاہ کا
نقش لاثانی ہے وارث چورا و تیراہ کا

شاہ لاثانی علیہ الرحمہ کی زیارت انہی کی ایک اور روایت ملاحظہ ہو' فرماتے ہیں "ایک مقدمہ سخت پریشان کن تھا۔ حضور شاہ لاثانی قدس سرہ نے کرم فرمایا اور خواب میں زیارت بخشی۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ بھی ساتھ ہی تھے۔ میں نے عرض کیا حضور تشریف لانے کی اطلاع ہوتی تو سواری لے آتا' (حضور نے)

فرمایا"تم پریشان تھے تو ہم آ گئے۔ ہم ہر وقت تمہارے پاس ہوتے ہیں گھبرایا نہ کرو ۔درود تاج پڑھا کرو' اگلے دن تاریخ تھی فیصلہ ہمارے حق میں ہو گیا۔"

(یہی بات حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ نے اپنے مرید المرید حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ سے فرمائی۔ جب انہیں روضہ مقدسہ پر حاضر ہوتے وقت یہ خیال آیا کہ نجانے حضور میری حاضری سے واقف ہیں کہ نہیں تو حضرت بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ نے قبر سے اس وہم کو یوں دور فرمایا

مرا زندہ پندار چوں خویشتن !
من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن
مداں خالی از ہم نشینی مرا !
بہ بینم ترا گر نہ بینی مرا !

یعنی مجھے اپنی طرح زندہ سمجھ 'تو اگر میرے پاس جسم کے ساتھ آیا ہے تو میں (تیرے پاس) روح کے ساتھ آتا ہوں میں ہمیشہ تیرا ہم نشیں ہوں اور تو کبھی مجھے دور خیال نہ کر۔ ہاں تو مجھے نہیں دیکھتا تو یہ الگ بات ہے۔ میں تو تجھے دیکھتا ہوں۔)

روضۂ سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت انہی کا ایک اور بیان ہے

"ایک دفعہ سخت پریشان تھا۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ خواب میں تشریف لائے تو فرمایا "میرے پیچھے پیچھے آؤ" کچھ آگے جا کر فرمایا "ادھر دیکھو" دیکھا تو غمخوار کونین' سلطان دارین حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ روضہ پر نور تھا۔ خوب زیارت کی۔

ایک اور سلسلہ زیارات محمد طاہر ولد عبدالغنی ساکن موضع اریاں اپنی روداد سناتے ہیں:

"مجھے ۱۷ سال کی عمر میں حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا' اس سے پہلے ہی خدا کے فضل و کرم سے میں نماز پنجگانہ اور تہجد کا عادی ہو چکا تھا۔ بیعت کے بعد حضور نقش لاثانی قدس سرہ رات خواب میں تشریف لاتے اور خود تہجد کیلئے جگاتے۔ ایک رات حضور نے حسب معمول تشریف لا کر جگایا

مگر میں پھر سوگیا، پھر حضور نے فرمایا "طاہر کھڑا ہو اور تہجد کی نماز ادا کر" میں جاگ کر دوبارہ سو گیا پھر حضور نے بایاں کان پکڑ کر اٹھا دیا اور میں نے وضو کر کے تہجد پڑھی"

مزید یہی بیان فرماتے ہیں۔

"حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے اپنے وصال مبارک سے پہلے تین بار خواب میں حج کرایا۔ آپ کے فیض سے تین بار کعبہ مقدسہ کی تین بار حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے روضہ مقدسہ کی اور تین بار حضور غوث الوری رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔ ایک بار خواب میں حضرت داتا گنج بخش کا دربار خواب میں دیکھا (اللھم ارزقنا) بعد میں حاضری کا اتفاق ہوا تو بالکل وہی نقشہ تھا"۔

یاد رکھیئے زبانی تلقین سے کسی کو احکام شرع کا پابند بنانا بھی لائق تحسین ہے مگر یہ گویا تبلیغ و تذکیر ہے خواب میں آکر اسے بھلائی کی ترغیب دینا اور برائی سے روکنا روحانی تجربات و تصرفات میں شامل ہے۔ اوپر کا واقعہ اسی کی ایک مثال ہے۔ چند اور مثالیں بھی ملاحظہ فرمائیے

مرزا سلطان بیگ صاحب ساکن اریاں فرماتے ہیں کہ "میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوا تو آپ نے نماز تہجد کی پابندی کا حکم بھی دیا۔ میں نے عرض کیا "حضور! تہجد کے وقت آنکھ نہیں کھلتی خود ہی جگا دیا کرنا" آخر زمیندار جو ٹھہرا"۔ حضور نے کرم فرمایا اور آج تک ہر رات تہجد کے لئے ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہیں"۔

صوفی شوکت علی عاجز بیان کرتے ہیں "میں کبھی کبھی عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جاتا تھا اور پھر رات کے کسی حصے میں اٹھ کر پڑھ لیتا تھا۔ ایک رات اسی طرح نیند کے غلبے کی وجہ سے سو گیا تو خواب میں خود کو دربار شریف کی بڑی حویلی میں دیکھا، حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ سامنے تشریف فرما ہیں اور ایک آدمی سے میرے متعلق فرما رہے ہیں کہ "دیکھو یہ نماز نہیں پڑھتا"۔ بیدار ہوا تو یاد آیا کہ آج بھی نماز عشاء نہیں پڑھی تھی۔ اب توبہ کی کہ آئندہ پڑھے بغیر نہیں سویا کروں گا"۔

مولنا محمد صدیق عتیق صاحب خطیب شکر گڑھ بیان کرتے ہیں کہ:۔ بیعت سے پہلے سنی ہونے کی حیثیت سے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے محبت و عقیدت تو تھی مگر برائے نام۔ حضور نقش لاثانی سے بیعت کے بعد بحمدہ تعالی اب بہت مضبوط ہے اور اب ایمان میں حلاوت سی محسوس ہوتی ہے۔

چودھری غلام محمد صاحب نمبردار ڈھکوٹ کا بیان ہے "بیعت سے دوسرے تیسرے سال مسجد نور (فیصل آباد) میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ جلوہ طراز تھے۔ نماز مغرب کے بعد ختم خواجگاں پڑھنے لگے تو یہ بھی اعلان ہوا کہ حقہ سگریٹ تمباکو پینے والے پیچھے بیٹھ کر پڑھتے رہیں، شمارے لینے والوں میں شامل نہ ہوں۔ یہ سُنکر میں پیچھے چلا گیا حضور نے میرے اس اٹھنے کو ذرا غور سے دیکھا اور میں ان مصیبتوں سے چھوٹ گیا"۔

حاجی غلام سرور سجاد (چک نمبر ۱۷۵/۷ آر ضلع بہاولنگر حال جدہ شریف) فرماتے ہیں "میں ۱۹۸۴ء میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کا حلقہ بگوش ہوا۔ اس سے پہلے نماز کبھی کبھار پڑھ لیتا تھا اور سگریٹ وغیرہ بھی گھر والوں سے چھپ کر پی لیا کرتا تھا۔ بیعت نے طبیعت کا رخ پھیر دیا نماز باجماعت کا بحمدہ تعالی پابند ہو گیا اور سگریٹ وغیرہ سے پوری طرح کنارہ کش۔ میں نے حضور سے اپنی ملازمت کے لئے دعا کرائی تھی جس کی برکت سے مجھے جدہ شریف میں بہترین ملازمت مل گئی دو بار حج کر چکا ہوں اور اس بار ۱۹۹۲ء میں حضور نقش علیہ الرحمتہ لاثانی کی طرف سے حج کی سعادت حاصل کروں گا"۔

مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ میرے ابا جی جو بہت غریب تھے نے بھی ایک بار حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے حج کے لئے دعا کرائی تو خداوند کریم اسی سال عطا شرف حج فرمادیا۔

چودھری گلزار احمد صاحب ایس ڈی او شکر گڑھ اعلی حضرت عظیم البرکت حضور نقشہ نقش لاثانی سیدنا پیر عابد حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کے حلقہ ارادت میں گذشتہ سال ۱۹۹۱ء میں داخل ہوئے۔ مگر ان کی اہلیہ محترمہ جواز حد نجیہ عابدہ و زاہدہ ہیں، ۱۹۸۷ء میں قیوم دوراں 'غوث زماں' حضور نقش لاثانی رضی اللہ عنہ کی نسبت سے مشرف ہوئیں۔ بیعت کے فوراً بعد انہوں نے اپنی زندگی بھر کی عظیم تمنا یعنی حج و زیارت کی دعا کے لئے عرض کیا تو حضور نقش لاثانی نے ایسی توجہ فرمائی جس کی برکت سے قادر مطلق نے اسی سال (۱۹۸۷ء میں) حج و

زیارت سے مشرف فرمایا اور پھر چودھری صاحب کی معیت میں چودھری صاحب کا بیان ہے کہ ہر قدم اور ہر مقام پر ایسی ایسی عنایات ہوئیں جو ہمارے تصورات سے بالاتر تھیں اور یقیناً یہ سب کچھ محبوب سبحانی حضور نقش لاثانی کی دعا کا اثر تھا۔ حضور کے وصال شریف کی خبر بھی ہمیں مدینہ منورہ ہی میں ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؒ

(ب) بیعت کے معاشی و دنیوی فوائد

جیسا کہ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے بیعت کا اصل مقصد عقیدہ و عمل کی اصلاح ہے، تاہم قرآن، ایمان، اسلام کے دینوی فوائد بھی ہیں، لہٰذا مردان خدا کی غلامی اکثر دنیوی فلاح و بہبود کا سامان بھی مہیا کرتی ہے۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی نسبت کا حصول، اس دور میں اس کا ثبوت ہے۔ کتنے ہی ایسے خوش نصیب حضرات ہیں جنہیں مالی مشکلات، بے رحم اعدا، جسمانی امراض اور دوسری الجھنوں نے پریشان کر رکھا تھا مگر مرشد کامل کی غلامی میں آتے ہی سارے دلدر دور ہو گئے۔

کیسا طوفان مصائب، کیسا جوش حادثات !
ان کی اک نظر کرم سے ہو گئیں حل مشکلات

چنانچہ چند واقعات و شواہد حاضر خدمت ہیں

حفاظت الحاج شیخ ذوالفقار علی صاحب فیصل آبادی کے ہاں ایک کار ڈرائیور تھے مستان خان جو صوبہ سرحد کے رہنے والے پٹھان تھے۔ وہ رات کو گھر کی حفاظت بھی کرتے تھے۔ ایک بار رات کو کسی شخص نے دیوار پھاند کر اندر اترنا چاہا تو خاں صاحب نے اسے واپس کر دیا مگر خود بھی ڈر گئے۔ نیند تو آنکھوں سے اڑ ہی گئی تھی، ذرا سی اونگھ آئی تو دیکھا حضور قبلہ نقش لاثانی قدس سرہ جلوہ افروز ہیں اور (خاں صاحب کے الفاظ میں) پوچھتے ہیں خان! تو سوتی کیوں نہیں ہے۔ تجھے کیوں ڈر آتی ہے؟ جن کے ساتھ امارا تعلق ہوتی ہے ام ان کی یوں حفاظت کرتا ہے یوں (حضور نے دست مبارک کے اشارے سے سمجھایا)

نجومی کا بیان صوفی مقبول حسین کلرک گورنمنٹ کالج پسرور راوی ہیں "میرے گاؤں دولت پور کا مستری محمد یونس میری ترغیب سے داخل سلسلہ ہوا مگر دربار شریف کی حاضری

میں کوتاہی کرتا رہا۔ ایک دن میں مسجد سے نکل رہا تھا کہ وہ سامنے آگیا میں نے اسے خوب آڑے ہاتھوں لیا (کہ تو دربار شریف کیوں نہیں جاتا) بولا "صوفی صاحب! میری بات تو سنئے ۔ میں وہاں کیوں نہیں جاؤں گا۔ حضرت نے تو مجھے دوبارہ زندگی بخشی ہے"

اس نے بات کرتے ہوئے بتایا کہ مجھے ایک دن سیالکوٹ جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں سڑک پر ایک نجومی بیٹھا دیکھا تو خیال آیا اسے ہاتھ دکھالوں ۔ اس نے ہاتھ دیکھتے ہی کہا کہ "تم صاحبزادہ حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب (نقش لاثانی) کے مرید ہو۔ نیز بتایا ' تمھارے گاؤں کے کچھ افراد فلاں رات تمہیں قتل کرنے کا منصوبہ بنائے ہوئے تھے کہ تم اپنے پیرو مرشد کی برکت سے بچ گئے" پھر کہنے لگا "جس کے پیچھے ان کا ہاتھ ہے اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا" بقول حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ

مالی راکھی باغ دی کردا ' پھل پکے ہون یا کچے !!
پیر مریداں دے سرتے رہندے ' جھوٹے ہون یا سچے

کایا پلٹ گئی ملک نذیر احمد صاحب (آف بچیانہ) سے بیعت کے فوائد پوچھے گئے تو بولے "بیعت سے تو ہماری کایا پلٹ گئی۔ حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ کی غلامی میں آنے سے پہلے ذہن میں جو برے خیالات آتے تھے رک گئے۔ سب اہل خانہ نمازی ہو گئے۔ کاروبار ایسا چمکا کہ اس قصبے میں مثال نہیں۔ ایک بچی بیمار تھی خواب میں حضور نے فرمایا ٹھیک ہو جائے گی ' ٹھیک ہو گئی"

سعادت حج اور مزید بندہ پروری حاجی محمد لطیف (شالامار ٹاؤن ' لاہور) حلفاً راوی ہیں "میں نے ۱۹۸۰ء میں حج بیت اللہ کے لئے درخواست دی مگر منظور نہ ہوئی۔ کسی عزیز نے کراچی کے سعودی سفارتخانے میں ایک اور درخواست بھیجنے کا مشورہ دیا تو میں حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کا ملتجی ہوا۔ فرمایا "جاؤ! اپنی درخواست بھیج دو۔ اللہ تعالی تمہیں حج کی سعادت عطا فرمادے گا" چنانچہ حضور کی برکت سے میں حرم مکہ میں پہنچ گیا۔ عمرہ ادا کر کے باہر نکلا ہی تھا کہ ایک صاحب جنہیں میں پہلے بالکل نہیں جانتا تھا' مجھے کہنے لگے "جناب ادھر آؤ۔ میں کل سے آپ کا منتظر ہوں۔ حضور نقش لاثانی مجھے ہدایت فرما چکے ہیں کہ آپ کو اپنے پاس ٹھہراؤں"۔ خیر میں ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ کھانا

کھایا آرام کیا اور دوبارہ ظہر کی نماز کے لئے ان کے ساتھ حرم شریف کی طرف آیا تو راستے میں ذرا تفصیل سے فرمانے لگے "حضور نقش لاثانی مدظلہ آپ پر بہت زیادہ کرم فرما ہیں۔ حضرت نے مجھے حکماً فرمایا تھا کہ "میرا ایک غلام آیا ہے۔ اس کا ہر طرح سے خیال رکھنا" اس بندہ پروری پر میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اہل خانہ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ مجھ سے پہلے کھانا نہیں کھاتے تھے اور ہر طرح میری آسائش کا خیال رکھتے تھے۔"

صحبت و خدمت کی برکات

صحبت صالحین کی اہمیت آیات و روایات سے ظاہر ہے چنانچہ قرآن پاک فرماتا ہے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ج (الکھف ۔ ۲۸)

ترجمہ۔ اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، اسی کی رضا چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں (کنزالایمان)

ایک اور مقام پر بڑی واضح ہدایت ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (التوبہ ۔ ۱۱۹)

ترجمہ۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو (کنزالایمان)

یونہی بری صحبت سے بچنے کی تلقین بھی شد و مد سے کی گئی مثلاً

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الانعام ۔ ۶۸)

ترجمہ۔ تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو (کنزالایمان)

یونہی اچھی اور بری صحبت کا نتیجہ معلم کائنات حضور سرور ﷺ نے مثال دے کر بیان فرمایا ہے۔

اِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَجَلِيْسِ السُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَ نَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ يُّحْذِيَكَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيْرِ اِمَّا اَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا مُّنْتِنَةً (متفق علیہ)

ترجمہ۔ نیک اور برے ہم نشین کی مثال اسی طرح ہے جیسے کستوری والا اور بھٹی پھونکنے والا ۔ سو کستوری والا یا تجھے کستوری کا تحفہ دے دے گا یا تو اس سے کچھ خرید لے گا یا کم از کم اس سے تجھے عمدہ خوشبو آہی جائے گی اور (اس کے برعکس) بھٹی پھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلادے گا یا کم از کم اس سے تجھے بدبو ضرور آئے گی۔

ذاکرین (یعنی اللہ کا ذکر کرنے والوں) کی صحبت کی برکت یوں ارشاد فرمائی

هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ (بخاری و مسلم)

ترجمہ۔ وہ ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ ان کے صدقے سے ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بدنصیب نہیں رہتا۔

صحبت کی عظمت دیکھنا ہو تو لفظ صحابی پر غور کریں یہ حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کی صحبت کا فیض ہے کہ قیامت تک بڑے سے بڑا ولی ایک عام صحابی کی فضیلت کے کروڑویں حصے کو بھی نہیں پا سکتا۔ پھر تابعین کا درجہ ہے جنہوں نے صحابہ کرام علیھم الرضوان کی صحبت اختیار کی۔ یونہی قیاس کرلیجئے جس کو جتنی عظیم شخصیت کا جتنا شرف صحبت میسر آیا' وہ اس کے مطابق عظیم ہوگیا۔ اسی لئے حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ جنہوں نے کتاب و سنت کے نظام فکر و عمل کی اپنے انداز میں بہترین شرح فرمائی ہے' صحبت اولیاء کے مسئلے پر یوں اظہار خیال کرتے ہیں:۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء !!
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
گر تو سنگ خارہ و مرمر بوی !
چو بصاحب دل رسی ' گوہر شوی !

یعنی اللہ والوں کی صحبت میں گھڑی بھر رہنا سو سال کی مخلصانہ عبادت سے زیادہ ثواب رکھتا ہے اگر تو خارہ اور مرمر جیسا سخت پتھر بھی کیوں نہ ہو' ان کی صحبت سے موتی بن جائیگا۔[1]

---

[1] حضرت مولنا روم علیہ الرحمہ نے مختلف انداز میں کئی مقامات پر صحبت صالحین کے فوائد گنائے ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ دست شیخ غائبوں سے بھی دور نہیں تو پاس رہنے والوں پر نوازشات کا کیا عالم ہوگا۔ اصل الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست
دست اوجز قبضہ اللہ نیست !!
غائباں راچو نوالہ می دہند !!!
پیش مہماں تاچہ نعمتہا نہند !!

شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے بری اور بھلی صحبت کے نتائج کی مثال دیتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے اور اصحاب کہف کے کتے کا ذکر کیا ہے۔

پسر نوح با بداں بنشست !!
خاندان نبوتش گم شد !!!!
سگ اصحاب کہف روزے چند
بے نیکاں گرفت و مردم شد

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے خوشبودار مٹی سے تمثیل کے انداز میں خوشبودار ہونے کی وجہ پوچھی تو

بگفتا من گلِ نا چیز بودم !!
ولیکن مدتے با گل نشستم !!
جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ترجمہ۔ بولی میں وہی ناچیز مٹی ہوں بات یہ ہے کہ کچھ مدت پھول کے پاس بیٹھی' اس کا حسن و جمال مجھے متاثر کرگیا (اور میں خوشبودار ہو گئی) ورنہ میں تو وہی مٹی کی مٹی ہوں۔

یوں تو طریقت کا ہر سلسلہ صحبت شیخ کو ضروری سمجھتا ہے مگر حضرات نقشبندیہ نے اس پر خاصا زور دیا ہے اس لئے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

طریق ما صحبت است کہ در خلوت شہرت است و در شہرت آفت

ترجمہ۔ ہمارا طریقہ صحبت ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۶۵)

حقیقت یہی ہے کہ اولیاء کرام علیہم الرحمہ کی صحبت دنیا میں ایک لازوال دولت ہے جو دونوں جہان میں مفید و مفیض ہے۔ وہ انوار و تجلیات جو اولیا پر برستے رہتے ہیں ان کی صحبت میں بیٹھنے والا بھی بقدر ظرف ان سے اپنا حصہ پالیتا ہے۔ خدا و رسول (جل و علا فصلی اللہ علیہ وسلم) کی 'محبت' عبادت ریاضت کا ذوق 'ایمان کی پختگی' اخلاق حسنہ کی تربیت 'خشوع و خضوع' عجز و انکسار 'توبہ و انابت کا جذبہ' حصول قرب کی خواہش 'دنیائے فانی سے نفرت' حرص و ہوس سے آزادی اور ذکر و فکر کی سعادت جیسی دولتیں مردان کامل کی صحبت سے جس حد تک ملتی ہیں اس کے بغیر نہیں۔ حضرت اقبال فرماتے ہیں

صحبت اہل صفا ' نور و سرور و حضور !
سرخوش و پر کیف ہے لالہ لبِ آبِ جو

یونہی اولیاء کرام علیہم الرحمتہ کی خدمت بھی اپنے دامن میں ہزارہا برکات و حسنات

سمیٹے ہوئے ہے۔ (یہ خدمت بھی اکثر صحبت ہی سے نصیب ہوتی ہے) وہ درد دل جو بقول حضرت میر درد تخلیق انسانی کا اہم مقصد (اور روح عبادت) ہے[۱]۔ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمتہ کے نزدیک اسی خدمت سے حاصل ہوتا ہے۔

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

یہ ان فقیروں کی خدمت ہی تھی جس کے فیض سے سیدنا علی ہجویری' داتا گنج بخش' حضرت خواجہ معین الدین اجمیری' غریب نواز اور سلطان الہند اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی بنے۔ حضرت جلال الدین تبریزی پورے سات سال دہکتی ہوئی انگیٹھی سر پر اٹھائے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے ساتھ ساتھ پھرتے رہے (تاکہ عمر رسیدہ شیخ کی خدمت میں حسب طلب گرم روٹی پیش کی جاسکے) شاہ لاثانی کو بھی لاثانی اسی اطاعت نے بنایا اور نقش لاثانی کی عظمت کا راز بھی یہی خدمت ہے۔ کیوں نہ ہو قدرت کا قانون یہی ہے

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ مرد خدا کی سات دن کی خدمت سے سات سو سال کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے اور مرید ہر قدم پر جو خدمت شیخ میں رکھتا اور اٹھاتا ہے' حج و عمرہ کا ثواب پاتا ہے۔ حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے "اللہ کے ولی کی ایک گھڑی کی خدمت سو سال کی مخلصانہ عبادت کا درجہ رکھتی ہے" (یعنی حضرت مولائے روم نے صحبت کا یہ ثواب بتایا اور شاہ لاثانی نے خدمت کا علیہما الرحمتہ۔)

ح ۱

خواجہ میر درد کا یہ شعر زبان زد خاص و عام سے ہے

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو !!!!
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

اولیاء کرام علیھم الرحمہ نے بندگان خدا کی خدمت کے ثواب کی جو وسعت بیان کی ہے اس پر حیرت نہیں ہونی چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ نیک کاموں میں تعاون خود ایک عظیم نیکی ہے اور اس کا ثواب بھی احادیث شریفہ کی روشنی میں بہت وسیع ہے' مثلاً روزہ رکھنا کتنے ثواب کا کام ہے اور اس میں روزہ رکھنے والے کو صبح صادق سے غروب آفتاب تک کتنی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے' پھر جو شخص جس حد تک پابند رہے گا' اتنا ہی زیادہ ثواب پائے گا۔ روزہ افطار کرنے کا وقت آیا تو دوسرے مسلمان بھائی نے اس کی خدمت میں ایک کھجور یا کچھ دودھ یا گھونٹ بھر پانی ہی پیش کر دیا تو اسے بھی روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا' صرف یہی ثواب نہیں بلکہ تفصیل دیکھیے

مَنْ فَطَّرَ فِيهِ صَائِمًا كَانَ لَهُ مَغْفِرَةً لِذُنُوبِهِ وَعِتْقَ رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئٌ (بیہقی)

ترجمہ۔ جو شخص اس مہینے میں کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے گا اس کے لئے گناہوں کی بخشش کا سبب اور دوزخ سے نجات کا ذریعہ بن جاتا ہے نیز روزہ دار کے برابر اس کو ثواب ملتا ہے جبکہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔

گویا عبادت کرنے والے کی خدمت کرنا بھی بہت بڑی عبادت ہے۔ مزید دیکھیے ایک شخص کفار سے جہاد کرنے جا رہا ہے' دوسرا اس کو صرف جہاد کا سامان دے رہا ہے' تیسرا اس کے اہل و عیال کی خدمت کر رہا ہے' جہاد میں تینوں شامل اور ثواب کے تینوں مستحق۔

مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِي أَهْلِهِ فَقَدْ غَزَا (متفق علیہ)

ترجمہ۔ جس شخص نے جہاد کرنے والے کا سامان درست کر دیا اس نے گویا جہاد ہی کیا اور جو شخص جہاد کرنے والے کے اہل و عیال کا خدمت گزار بنا' اس نے بھی گویا جہاد کیا۔

جب ایک عام روزہ دار اور عام مجاہد کی خدمت کا یہ اجر و ثواب ہے تو وہ مردان حق جن کی سیرت سراسر عبادت اور ان کا رواں رواں اللہ کے ذکر سے سرشار رہتا ہے جو ذکر خدا

رسول (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم) میں مستغرق اور غفلت سے محفوظ ہو گئے ہیں' ان کی خدمت کے ثواب کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ ہماری ساری عمر کی نمازیں ان کے ایک سجدے کو نہیں پہنچتیں پھر اگر ان کے سجدے کا کچھ ثواب ہمیں بھی میسر آجائے تو اس سے بڑی نعمت ہمارے لئے کیا ہو سکتی ہے اور اس کی صورت یہی ہے کہ ان کی خدمت کا شرف حاصل کریں۔ اسی خدمت سے ان کی توجہ ہمارے شامل حال ہو گی' وہ اپنی دعا سے ہمیں نوازیں گے۔ان کا ایک تبسم ہمیں نصیب ہو گا' ہمارا کام بن جائے گا۔

سوچئے ایک شخص کسی بڑے سے بڑے رئیس کا نوکر بنتا ہے' اس کی خدمت پر کمربستہ ہوتا ہے' مثلاً صبح سے لے کر شام تک اس کے کھیت میں مزدوری کرتا ہے۔ وہ رئیس اسے ایک دن کی خدمت کا زیادہ سے زیادہ کیا صلہ دے گا' چند ٹکے یا اور کچھ؟ اور یہاں ایک تبسم سے دو جہان مل رہے ہیں' خدا راضی ہو رہا ہے' محبوب خدا ﷺ کی رحمت متوجہ ہو رہی ہے' دل کو سکون مل رہا ہے' روح انوار سے سیراب و شاداب ہے۔ روزہ افطار کرانے والے کو ثواب عظیم اس لئے مل رہا ہے کہ اس نے روزے کا احترام کیا۔ مجاہد کو سامان دینے والا یا اس کے گھربار کی رکھوالی کرنے والا اس لئے اجر وسیع کا مستحق ہے کہ گویا جہاد فی سبیل کی عظمت کا احساس رکھتا ہے تو یوں سمجھئے اللہ کے مقرب کی خدمت کرنے والا گویا قرب خداوندی کی اہمیت سے آگاہ ہے اور اس کی یہ آگاہی دراصل اس بات کی علامت ہے کہ وہ خدا کی عظمت و کبریائی اور اس کے جلال و جبروت پر عقیدہ و ایمان رکھتا ہے۔ جو اللہ کا طالب نہیں' اسے اللہ والے سے کیا کام اور جو اللہ کا طالب ہے لامحالہ اللہ والے کے پاس آئے گا اور اس کی خدمت کو سرمایہ حیات سمجھے گا۔ وہ اللہ والے کی جو خدمت کر رہا ہے دراصل اللہ کی محبت کے لئے ہی کر رہا ہے۔ ایسا شخص کیونکر محروم رہے گا۔ اس کا اخلاص ضرور رنگ لائے گا اور یقیناً وہ دو جہان میں شاد کام ہو گا۔ ایسا لگتا ہے کہ حضرت گنج شکر علیہ الرحمتہ نے سات دن کی خدمت کو جو سات سو سال کی عبادت کے برابر قرار دیا ہے' یہ محض سمجھانے کے لئے تھا' ورنہ خدمت تو کجا حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھئے' مرشدِ کامل کی زیارت کا اجر ہی بے حساب ہے۔

مرشد دا دیدار ہے باہو مینوں لکھ کروڑاں حجاں ھو

حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت و صحبت کے فوائد و برکات

صحبت و خدمت کی برکات کے سلسلے میں جو کچھ عرض ہوا' اس کا مشاہدہ قطب عصر' غوث زماں' شہنشاہ ولایت حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے بخوبی ہو جاتا تھا۔ واللہ جو شخص بھی آئینہ دل کو غرور و تکبر اور حرص و ہوا کی گرد سے پاک کر کے چند لمحے آپ کے حضور بیٹھ جاتا تھا' جان لیتا تھا کہ اس آفتاب معرفت و حقیقت کی نورانی شعاعیں کس طرح منور کرتی اور کر سکتی ہیں۔ بعض دفعہ حضور بالکل ساکت ہوتے اور حاضرین گویا سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں' اندر کی دنیا انقلاب کی زد میں ہوتی' آنکھوں سے برسات کی جھڑی لگی ہوتی اور بغیر کسی ظاہر تلقین کے دنیا کی محبت' شہرت کی تمنا' جاہ و مال کی آرزو دم توڑنے لگتی۔ اللہ ہی سے لو لگانے کا جذبہ مضبوط ہوتا جاتا اور توبہ و انابت کی منزل سامنے ہوتی۔ کبھی یوں بھی ہوتا کہ حضور کسی ایک سے گفتگو فرما رہے ہیں اور اسے ہدایات سے نواز رہے ہیں مگر توجہ سے سب کے دل و دماغ سے ظلمتیں دور فرما رہے ہیں' سب کی روحیں رحمت کے پانی سے دھو رہے ہیں۔ یوں تو جس وقت بھی یہ نورانی صحبت میسر آتی' غنیمت تھی مگر تہجد کے وقت کی مجلس کا رنگ نہایت ہی منفرد ہوتا۔ خاص لوگوں کو اسی وقت بیعت سے مشرف فرمایا جاتا تھا۔ اہم امور و فرائض اسی وقت سونپے جاتے تھے۔ بعض زائرین کو اسی وقت رخصت کیا جاتا تھا۔ یہ ایسی رحمت و بخشش کی گھڑی ہوتی تھی جس کے بیان سے الفاظ قاصر ہیں۔ ہاں' وہ خوش نصیب جنہیں اس مخصوص حاضری کا شرف میسر ہوتا تھا' اس کی قدر و عظمت سے واقف ہیں۔ دوسرے حضرات "ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تا نچشی" کے مصداق ہیں۔ دن کے وقت حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ جلال میں بھی آجاتے تھے' (اگرچہ حضور رحمتہ للعلمین ﷺ کے نور نظر کی یہ جلالی شان بھی ہزار ہا رحمتوں کا موجب ہوتی مگر تہجد کے وقت تو جمال ہی جمال ہوتا تھا۔ ظاہر و باطن پر نوازشات' فکر و نظر پر عنایات' کرم ہی کرم' عطا ہی عطا' نور ہی نور' سرور ہی سرور کیوں نہ ہو اللہ کا بندہ' اللہ کا مظہر بھی تو ہے۔ یہ وقت وہ ہے جب اللہ کا لطف وجود بندوں کو خود پکارتا ہے۔ چنانچہ صحیحین کی

روایت کے مطابق ہر روز رات کے آخری تیسرے حصے میں پہلے آسمان سے اعلان ہوتا ہے

مَنْ یَدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَہٗ مَنْ یَسْاَلُنِیْ فَاُعْطِیَہٗ مَنْ یَسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَ لَہٗ

ترجمہ۔ کون ہے جو مجھے پکارے تو میں اس کو جواب دوں ' کون ہے جو مجھ سے کچھ مانگے تو میں اُسے عطا کروں ' کون ہے جو مجھ سے استغفار کرے تو میں اسے بخش دوں۔

اب یہاں چند شواہد پیش کیے جاتے ہیں ' جن سے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی صحبت و خدمت کی برکات کا کچھ اندازہ کیا جا سکے۔

۱۔ نعلین مبارک:۔ الحاج بابو شیخ ذوالفقار علی صاحب (فیصل آبادی) ایک "بے مثال اجرت" کا حال بیان کرتے ہیں۔

"۱۹۶۷ء میں مسجد "ضیائے لاثانی" زیر تعمیر تھی۔ میں فیصل آباد سے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سرخ رنگ کی بھیگی ہوئی اینٹیں معمار کو پکڑانے لگا جس سے ٹوپی ' قمیض ' پاجامے سب پر سرخ نشانات پڑ گئے۔ نماز عصر کے بعد واپسی کے وقت پاک پتن شریف عرس مقدس میں شمولیت کی اجازت بھی مل گئی (اس سے قبل بھی میں خود حضور کے ساتھ یہاں حاضر ہو چکا تھا۔) حاجی مقبول احمد مرحوم نے تازہ پراٹھے اور گڑ بھی عنایت فرما دیا۔

خیر روضہ سرکار لاثانی علیہ الرضوان پر سلام عرض کر کے چل دیا۔ ابھی کھیتوں میں تھا کہ پیچھے سے آہٹ سنی۔ مڑ کر دیکھا تو محمد حسین صاحب نعت خوان نے میرے ہاتھ میں حضور کے نعلین مبارک تھما کر فرمایا "یہ وہی ہیں جنھیں ابھی ابھی چوم کر آئے ہو"۔ اس نعمت غیر مترقبہ کے ملنے پر اپنی عجیب کیفیت تھی ' میں نے صوفی صاحب موصوف کو روکنے کی کوشش کی مگر وہ اور تیز ہو گئے۔ میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "سید کسی کا ادھار نہیں رکھتا"۔

دربار شریف آتے وقت سوچ رہا تھا ' کاش کوئی عطیہ ملے ' یہ کیا خبر تھی کہ وہ کچھ ملے گا جو میرے تصورات سے بھی فزوں ہو گا۔ ایک امیر خسرو تھے جنھوں نے اپنے مرشد حضرت نظام الدین اولیاء علیہم الرحمۃ کے نعلین سر مالِ تجارت سے لدے ہوئے اونٹ دے کر

حاصل کئے اور شیخ نے فرمایا تھا "خسرو! تو نے سستا سودا کیا ہے"۔ ایک یہاں کی صورت کہ چند اینٹیں پکڑائیں اور نعمت دو جہاں مل گئی۔

آج بھی یہ نعلین مبارک میری بوسہ گاہِ محبت ہیں اور سرمایۂ حیات و عقیدت۔

۲۔ حصول جنت:۔ صوفی محمد صدیق پنجابی ثم سندھی مرحوم جو حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے مخلص ترین خدام میں سے تھے اپنا واقعہ یوں سناتے تھے۔

"ایک دن عشاء کی نماز کے بعد دربار شریف کے ایک پرانے حاضرباش خادم سے گفتگو ہوئی ۔ بات چیت کے دوران یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ ہم خدام کو تو دربار شریف میں رہنے کی سعادت حاصل ہے اور انشاء اللہ مرشد کامل مدظلہ ہماری شفاعت فرمائیں گے مگر ہمارے والدین جنہوں نے ہمیں جنا، ہماری پرورش کی اور دربار شریف سے وابستہ کیا، کا کیا بنے گا۔ طے یہ ہوا کہ حضور نقش لاثانی سے اپنی تشویش کا اظہار کرنا چاہیے چنانچہ میں حضور کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور اپنی پریشانی عرض کی۔ حضور نے ارشاد فرمایا "نماز عشاء کے بعد دو نفل حق الوالدین کے پڑھ لیا کرو، رب تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے کرم فرمائے گا"۔ میں واپس آکر سو گیا تو رات خواب میں جنت کی سیر کرتا رہا۔ وہیں ایک جگہ اپنی والدہ مرحومہ کی زیارت بھی ہوئی۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ آج ہی جنت میں داخل ہوئی ہوں۔

صبح ایک مجلس میں حضور نقش لاثانی علیہ رحمتہ جلوہ گر تھے، میں بھی حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا 'لوگ تو جنت جاکر دیکھیں گے، صوفی رات کو خواب میں اس کی سیر کرتا ہے"۔

۳۔ مرنے کے بعد حج:۔ ایک درویش جس پر حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خاص نظر کرم تھی اور ہے، کی والدہ وفات پا گئیں۔ کسی کے خواب میں آکر بتانے لگیں۔

"مجھے حضور قبلہ عالم نے حج بھی کرا دیا ہے۔ میں تو گنہگار تھی مگر یہ کرم میرے بیٹے کی وجہ سے ہوا جو ہر روز دربار شریف حاضر ہوتا ہے"۔

بعض دوسرے عزیزوں نے بھی مرحومہ کو خواب میں بہت اچھے لباس اور بہت اچھی حالت میں دیکھا۔

۴۔ جنت کا ادنی درجہ:۔ ایک بار حضور قبلہ نقش لاثانی علیہ الرحمہ موضع ٹرپئی میں ایک نادر کتاب بستان العارفین جو حضور کے بستے میں ہوتی تھی' پڑھ کر حاضرین کو سنا رہے تھے۔ بیان تھا جنت کی وسعت کا اس سلسلے میں ادنی جنتی کے بارے میں فرمایا (یعنی ادنی جنتی کے حصے میں جنت کی اتنی زمین آئے گی) پھر فرمایا یہ ادنی جنتی کا حصہ ہے موج دین (جو دربار شریف کا ایک عام درویش تھا اور مویشیوں کے آگے چارہ وغیرہ ڈالا کرتا تھا) کا نہیں (یعنی اس کے مقابلے میں بہت زیادہ جنت ملے گی۔) ایک اور بار ایک دوسرے عزیز غلام سرور گھمن کے بارے میں یہی فرمایا۔

۵۔ قبر کا حال:۔ میری (یعنی مصنف کی) حقیقی ہمشیر کو ایک بار پریشانی سی لاحق ہو گئی کہ نہ جانے قبر میں کیا حال ہو گا۔ ایک رات سوئی ہوئی تھیں کہ خواب میں خود کو دیکھا جیسے فوت ہو گئی ہوں اور کفن پوشی اور جنازہ خوانی کے بعد دفن کر دیا گیا ہو اور انہیں قبر کے حساب وکتاب والے فرشتوں (یعنی نکیرین) کا گویا انتظار بھی شروع ہو گیا ہو مگر وہ آنہیں رہے۔ ہاں ایک چھوٹا سا بچہ کہیں سے آگیا ہے وہ پیار کے انداز میں چھیڑ چھاڑ کرتا ہے۔ تیسرے دن قبر پر حضور نقش لاثانی تشریف لائے تو پوچھا "کوئی تکلیف تو نہیں" میں نے عرض کیا "حضور اور تو کوئی تکلیف نہیں البتہ ایک چھوٹا سا بچہ پریشان کرتا رہتا ہے"۔

غالباً وہی جو بہار شریعت میں ہے یعنی
۱۔ ادنی جنتی کے لئے اسی ہزار خادم اور بہتر بیبیاں ہوں گی اور ان کو ایسے تاج ملیں گے کہ ان کا ادنی موتی مشرق و مغرب کے درمیان روشنی کر دے اور اگر مسلمان اولاد کی خواہش کرے تو اس کا حمل' وضع حمل اور پوری عمر (یعنی تیس سال کی) خواہش کرتے ہی ایک ساعت میں ہو جائے گی۔ (بہار شریعت حصہ اول ص ۴۶)
۲۔ سب سے کم درجہ کا جو جنتی ہے اس کے باغات اور بیبیاں اور نعیم و خدام اور تخت ہزار برس کی مسافت تک ہوں گے اور ان میں اللہ عزوجل کے نزدیک سب میں معزز وہ ہے جو اللہ تعالی کے دیدار سے ہر صبح وشام مشرف ہو گا۔ (بہار شریعت حصہ اول ص ۴۸)

حضور نے قبر میں ہاتھ ڈال کر اسے بھی نکال لیا اور فرمایا اب سکون سے رہو۔ یہ خواب تھا اور اس کے چند روز بعد حضور نقش لاثانی پھگواڑی تشریف لائے میں نے ہمشیر سے حضور کی خدمت میں خواب سنانے کی درخواست کی۔ حضور نے خواب سنا تو خدا کا شکر ادا کیا اور حاضرین سے فرمایا دعا کرو سب کا خاتمہ یوں ہو اور بغیر حساب کتاب کے خدا بخش دے۔ (یہ حضور رحمتہ اللہ علیہ کا انکسار تھا)

۶۔ جان کی حفاظت:۔ محمد شفیع صاحب درویش گوجر برادری سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا گاؤں ظفروال سے آگے بارڈر کے علاقے میں ہے۔ ان کے سسرال بھی اسی علاقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ بیوی کے ساتھ ان بن تھی اور آخر کار سسرال والے بھی انھیں ٹھکانے لگانے پر تل گئے۔ ایک بار انہیں اپنے ہاں بلایا اور رات کو کسی مخصوص جگہ سلایا۔ ارادہ یہی تھا کہ رات گئے اپنے پروگرام پر عمل کیا جائے۔ اچانک ایک اجنبی آگیا اور رات بھر محمد شفیع صاحب کی چارپائی پر بیٹھا رہا۔ صبح سویرے جب لوگ جاگ اٹھے، اس مسافر نے اپنی راہ لی اور محمد شفیع صاحب کو وہاں سے کھسک جانے کا اشارہ کر گیا۔

گویا مرشد کامل کے تصرف نے کسی اجنبی کو بھیج کر درویش کی جان بچالی۔

۷۔ میس منیجر:۔ ماسٹر نعمت علی صاحب نے (۵۵/ ر۔ب برج فیصل آباد) بیان کرتے ہیں

"میں ستمبر ۱۹۶۲ میں ٹریننگ کے لئے گورنمنٹ نارمل پسرور میں داخل ہوا، جبکہ دوسرے طلبہ یکم مئی سے آغاز کر چکے تھے۔ وہاں رہنے کے لئے کوئی کمرہ مل رہا تھا نہ ٹھہرنے کے لئے کسی سے آشنائی۔ ایک دن کی چھٹی آئی تو دربار شریف کا ارادہ کرلیا، (حالانکہ اس سے پہلے میں کبھی یہاں حاضر نہیں ہوا تھا بلکہ بیعت سے بھی مشرف نہیں تھا) مقصد یہ بھی تھا کہ اپنی پریشانی کے بارے میں عرض کر آؤں۔ مغرب کی نماز آپ کے ساتھ پڑھی مگر عرض و التجا کا موقع نہ بنا۔ صبح ایک درخت کاٹنے کا حکم ہوا دن بھر اس میں مصروف رہے۔ کبھی کبھی حضور بھی تشریف لاتے تو مسکرا کر فرماتے "ہمارے ماسٹر جی کو زیادہ وزن اٹھانے دو" کام سے فارغ ہوئے اور عرض کرنے کا ارادہ کیا اتنے میں حضور بھی نمودار ہو گئے اور دیکھتے ہی فرمانے لگے

"ماسٹر جی پانی پیو اور جلد از جلد سکول پہنچو"۔ غرض سکول پہنچا تو میس منیجر کا انتخاب ہو رہا تھا۔ زبردست پارٹی بازی کی بنا پر کوئی فیصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ میں گھبراہٹ کے عالم میں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ چودھری محمد اشرف گھمن صاحب (سپرنٹنڈنٹ نے میری طرف اشارہ کرکے فرمایا کیا وہ مظفر والا لڑکا منظور ہے۔ کوئی میرے نام تک سے واقف نہ تھا پھر بھی بیک آواز شور اٹھا "منظور ہے" مجھے کاندھوں پر اٹھا لیا گیا اور نعرہ بازی شروع ہو گئی۔ پھر کیا تھا طالب علم تو ایک طرف رہے، کوئی دکاندار بھی ایسا نہیں تھا جو مجھ سے واقف نہ ہوا ہو"۔

۸۔ کالج کی حاضری:۔ (مصنف کا بیان)۔ میں نے ایف اے اور بی اے جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ سے کیا۔ ان چار سالوں میں دربار شریف میں کئی بار حاضر ہوا۔ کبھی بعض دوست بھی ساتھ ہوتے تھے۔ اس عرصے میں یہ بات عام طور پر مشاہدے میں آئی کہ جب بھی کالج چھوڑ کر روانہ ہوئے، ہمارے بعد نہ کالج میں حاضری لگی اور نہ پڑھائی ہوئی مثلاً کبھی کوئی میچ شروع ہو جاتا یا جلسہ وغیرہ یہ بات ہمارے علاوہ اور بہت سے عزیزوں کے تجربے میں بھی کئی بار آئی ہے۔

۱۹۷۵ء میں پھر مجھے اسی کالج میں بطور معلم خدمات سرانجام دینے کا موقع ملا۔ اب دربار شریف کی حاضری پہلے کی نسبت بہت زیادہ تھی بلکہ حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ سفر میں بھی اکثر معیت کا شرف بخشتے پھر بھی صورت حال اس سے مختلف نہ ہوتی (کچھ تفصیل آگے آئے گی)

۹۔ کٹائی کی برکات:۔ اسکی تفصیل زراعت کے باب میں دیکھیے یہاں مرزا یہاں مرزا سلطان بیگ کا بیان ملاحظہ ہو۔

"مجھے بیعت کئے قریباً چھیالیس سال ہو گئے ہیں۔ ہر سال کٹائی میں شامل ہوتا ہوں۔ ایک بار کٹائی کے بعد اجازت چاہی تو حضور نقش لاثانی نے فرمایا "آپ بڑے خوش قسمت ہیں" (یونہی تین بار فرمایا) میرے اباجی وفات پاگئے۔ میں نے تشریف لانے کے لئے عرض کیا تو فرمایا آتو نہیں سکتا مگر آوں گا۔ میں نے عرض کی "ہم گنہگار ہیں"۔ فرمایا "خدا اکرم فرمائے گا"۔ مرشد کامل قدس سرہ کے فرمان کے مطابق اللہ کا فضل اور اپنی خوش قسمتی دیکھ رہا ہوں

۱۰۔ سکون کی دولت:۔ جناب عظمت علی تتلا ایم اے بی ایڈ مدتوں تبلیغی جماعت میں پھنسے رہے۔ پھر مرشد کامل حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی برکت دعاو توجہ نے انہیں اس دلدل سے نکالا اس رہائی کے بعد وہ پہلی بار سالانہ عرس مقدس کے موقع پر دربار شریف حاضر ہوئے تو یہاں پرال کے گٹھے ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ لگوائے جا رہے تھے۔ واپس جا کر انہوں نے اپنے جذبات تحریری طور پر لکھ بھیجے جن میں ایک جملہ یوں تھا۔

"حضور سولہ سال تبلیغی جماعت کے ساتھ بستر اٹھائے پھرنے میں وہ سکون نصیب نہیں ہوا جو چند لمحے دربار شریف میں پرال کے گٹھے ادھر سے ادھر منتقل کرنے میں ہوا ہے"۔

۱۱۔ مصیبت ٹل گئی:۔ چوہدری امیر عالم ساکن خیرا (تحصیل شکر گڑھ) راوی ہیں۔

"ہماری فوجی یونٹ (بنگلہ دیش کے قیام سے پہلے) مشرقی پاکستان جا رہی تھی اور اس لئے ہمیں دو مہینوں کی چھٹی مل گئی۔ اس مصیبت سے بچنے کے لئے ہم میاں بیوی حضور نقش لاثانی کی خدمت میں دربار شریف حاضر ہوئے تو گندم کو ہوا لگانے کے بعد چھت پر سے سوراخ کے ذریعے نیچے کمرے میں گرایا جا رہا ہے۔ میری ڈیوٹی کمرے میں لگ گئی کہ فوجی جوان پھاوڑے سے ہٹاتا جائے۔ کافی دیر کے بعد خوب پسینہ آچکا تو باہر نکلا کچھ پسینہ خشک ہوا تو فرمایا "پہلے میری مرضی سے جو کچھ کر رہے تھے' اب اپنی مرضی سے کرو"۔ خیر میں دوبارہ کمرے میں داخل ہوا اور خوب زور لگا کر پسینہ خشک کرنے کے لئے باہر ہوا میں آگیا۔ اب حضور نے بلایا اور فرمایا "پانی پیو گے" میں نے عرض کیا "نلکے سے پی آتا ہوں"۔ پانی پی کر آیا تو عرض کیا "حضور میرے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے کہ بنگال کو دوسری بار بھیجا جا رہا ہوں" تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد فرمایا "اپنے کسی افسر سے کہا" عرض کی "میں نے اپنے افسر سے (یعنی آپ سے) کہہ دیا ہے" پھر یہی تاکید ہوئی اور پھر واپسی کی اجازت مل گئی۔ پھر چند قدم گیا تو پھر بلایا اور فرمایا "اپنے کسی افسر سے کہہ دینا" عرض کیا "میرا آپ سے بڑا افسر اور کوئی نہیں ہے کسی اور سے کیوں کہوں" فرمایا "اچھا دیکھتے ہیں کون تمہیں بنگال بھیجتا ہے"۔

چھٹی ختم ہونے پر واپس یونٹ میں گیا تو آئی مصیبت ٹل گئی"۔

۱۲۔ مدینہ شریف کی حاضری:۔ (مصنف کی کہانی)۔"۱۹۷۶ء میں دربار عالی میں تعمیراتی پروگرام جاری تھا۔ یہ عاجز بھی خدمت اقدس میں تھا اور تعویذ نویسی پر تعینات تھا (اگرچہ فراغت کے وقت دوسری خدمات بھی سرانجام دے لیتا تھا۔) ایک دن حضور نقش لاثانی قدس سرہ کا دریائے رحمت جوش میں آیا تو ارشاد ہوا۔

"میں اس بار تجھ سے بہت راضی ہوں تو نے میرا آدھا بوجھ ہلکا کر دیا"۔

(یہ محض بندہ نوازی تھی ورنہ حقیقتاً اس عاجز سے کیا ہوا اور کیا ہو سکتا تھا) لطف و کرم کا یہ انداز دیکھ کر عرض کیا "حضور مدینہ شریف حاضر ہونا چاہتا ہوں"۔

چند روز بعد معلوم ہوا کہ حضور حج پر روانہ ہو رہے ہیں۔ اپنی انتہائی بے بضاعتی کے باوجود ساتھ لے جانے کی التجا کی تو کریم عطا پرور نے منظور فرمائی۔ (اور یہ اسی خوشی کی برکت تھی) ذرا سوچئے مہینہ ڈیڑھ مہینہ تعویذ لکھنے پر اگر حج و زیارت کی دولت عطا ہو جائے تو یہ حضور رحمتہ للعلمین ﷺ کی آل پاک کے جود و سخاہی کی کرشمہ سازی ہو سکتی ہے۔ وہ لوگ جنہیں میرے حالات کا علم ہے اس کرم پر سخت متعجب ہوئے

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے لطف و رحمت کا

جو خوش ہوں تو عطا کر دیں شرف حج و زیارت کا

۱۳۔ خدا بہتر کرے گا:۔ (محمد صالح درباری کے والد) چوہدری بشیر احمد صاحب (چک سانگہ) کا بیان ہے

"ہم ایک مقدمے میں الجھے ہوئے تھے فریق مخالف کے پاس زر بھی تھا اور زور بھی۔ دربار شریف حاضر ہوا تو حضور نے تین دن روکے رکھا۔ چوتھے دن صبح سویرے بلا کر فرمایا "اس بار قابو آ گئے اس لئے تین دن رہنا پڑا" پھر ارشاد ہوا "جا کر پٹواری سے ملنا" عرض کی "مخالف تو گرداور تک رسائی حاصل کر چکے ہیں" حضور نے کچھ تھوڑی دیر اوپر دیکھا اور فرمایا "ٹھیک ہے تم جاؤ اللہ بہتر کرے گا"۔ واپس آیا تو راستے میں ایک آدمی نے گرداور کے تبادلے کی خوشخبری سنائی اور پھر کام بھی پٹواری کے ذریعے ہو گیا"۔

۱۴۔ غربت دور ہو گئی:۔ محترمہ صغریٰ بی بی (موضع بوعہ) آپ بیتی سناتی ہیں۔

"ہمارے ہاں ایسی غربت تھی کہ فاقے آتے تھے۔ میں نے دربار شریف حضور کی خدمت میں جانا شروع کر دیا۔ ایک بار دربار شریف سے گھر پہنچی تو بچے فاقے کی وجہ سے رو رہے تھے۔ میرا شوہر مجھے کوسنے لگا کہ 'تو علی پور چلی جاتی ہے۔ پیچھے ہم کیا کریں'۔ میں بھی رونے لگی روتے روتے اونگھ آگئی تو (خواب میں دیکھا) لوگ کہہ رہے ہیں حضور قبلہ نقش لاثانی مسجد لاثانی (واقع بوعہ) میں تشریف لا چکے ہیں۔ میں وہاں گئی تو معلوم ہوا آپ نمازیوں کی حویلی میں جلوہ افروز ہیں۔ وہاں حاضر ہوئی تو حضور نے دیکھ کر فرمایا "صغریٰ بی بی کیوں گھبرا گئی ہو" اور پھر ایک خادم کو دو گٹھی گندم عطا فرمائی اور حکم دیا اسے صغریٰ بی بی کے گھر رکھ آؤ جو دوسرے محلے میں ہے۔ اتنے میں مجھے بچوں نے جگا دیا۔ اٹھی تو دل مطمئن تھا پڑوسن سے آٹا لائی اور بچوں کو پکا کر کھلایا۔ اگلی صبح طلوع آفتاب کے وقت وہی درویش جسے حضور نے خواب میں گندم لے جانے کا حکم دیا تھا، بالکل اتنی گندم لے کر آ گیا۔ اب بحمدہ تعالیٰ خوش حال ہوں مگر یہ فیض بھی انہیں کا ہے"۔

۱۵۔ پریشانی ختم ہو گئی:۔ (مصنف کی کہانی) ۱۹۸۰ء کے لگ بھگ، گرمیوں کے موسم میں، میں اچانک سخت پریشانی کا شکار ہو گیا اور رات بڑی مشکل سے گزری۔ صبح بس پر بیٹھ کر دربار شریف کی طرف روانہ ہوا تو اسی وقت کچھ سکون آ گیا اور وہ شدید اضطرابی کیفیت جاتی رہی۔ دربار شریف کے ایک حصے میں تعمیراتی پروگرام زیر عمل تھا۔ میں اینٹیں دھونے لگ گیا۔ اس کی برکت سے کافی افاقہ ہوا مگر پھر بھی چوتھائی حصہ ذہنی تناؤ موجود تھا۔ دوپہر پورے جوبن پر آئی تو حضور نے مجھے بلا کر فرمایا "ابھی موضوع بیرال جاؤ اور انہیں روکو کہیں مجھے لینے کے لئے سواری نہ بھیج دیں"۔ حسب الارشاد وہاں پہنچا تو عصر کا وقت تھا اور پہنچتے ہی ذہنی کوفت مکمل طور پر ختم ہو گئی۔

۱۶۔ طبیعت کی روانی:۔ (مصنف کی کہانی) یہ حقیقت کسی بھی باشعور آدمی سے مخفی نہیں ہے کہ انسان کی طبیعت کبھی بسط اور کبھی قبض سے دوچار ہوتی ہے۔ صوفیائے کرام کے بسط و قبض کا معیار بہت بلند ہے مگر عام لوگ بھی اپنے اپنے مخصوص حالات کے

مطابق بسطؔ و قبضؔ سے گزرتے رہتے ہیں۔ شاعر حضرات بسط کی حالت میں ہوں تو طبیعت میں ایسی روانی ہوتی ہے کہ تھوڑی سی دیر میں لمبی سے لمبی غزل کہہ لیتے ہیں اور قبض کا شکار ہوں تو بعض دفعہ ایک مصرع بنانا بھی دشوار ہو جاتا ہے علماء و خطباء بسط میں ہوں تو خطاب کا رنگ اور ہوتا ہے، قبض میں ہوں تو خود بھی بیزار اور سامعین بھی بیزار۔

جہاں تک میری طبیعت کا تعلق ہے اس کا بسط محض لطف و کرم پر منحصر ہے اور قبض اپنے گناہوں، حسرتوں اور ناکامیوں کی وجہ سے۔ مرشد عالی وقار مدینہ منورہ میں لے گئے تو گلی کوچوں میں چلتے ہوئے بھی بسط کی کیفیت رہتی بالخصوص جب سنہری جالی کے سامنے ہوتا تو طبیعت کا بہاؤ روکے نہ رکتا تھا۔ روضہ اقدس پر سلام کے وقت شعر کی طلب کیے بغیر خود بخود اترنے لگتے۔ گھڑے 'گھڑائے' بنے 'بنائے'۔ وہاں قلم و قرطاس کا سہارا سوءِ ادب نظر آتا اور جوش طبع کا یہ عالم کہ قابو سے باہر۔ بعد میں سمجھ آئی کہ یہ سرکار دولت مدار حضور احمد مختار ﷺ کا اپنا کرم ہے اور پیرو مرشد حضور نقش لاثانی کے مبارک توسل کا اثر ہے۔

یہ کیفیت جو مدینہ منورہ میں تھی اور بالخصوص مسجد نبوی میں پھر خصوصاً مواجہ شریف میں، بخدا مکہ معظمہ میں بھی حاصل نہ ہوئی۔ مدینہ منورہ میں چلتے پھرتے نعت ہو جاتی تھی اور یہاں کچھ کوشش کرنی پڑتی۔

حرمین شریفین کے بعد طبیعت کی جتنی روانی دربار شاہ لاثانی میں میسر آئی ایسی کہیں نہیں آئی (سوا دربار داتا گنج بخش علیہ الرحمتہ کے) یہاں حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ جلوہ افروز ہیں۔ غلام کام میں مصروف ہیں۔ کبھی کٹائی ہو رہی ہے۔ کبھی تعمیراتی پروگرام میں گارا وغیرہ معماروں کو دیا جا رہا ہے۔ کبھی راستے ہموار کرنے کے لئے مٹی کی ٹوکریاں لائی جا رہی ہیں۔ کتنے مختلف نوعیت کے کام ہیں مگر شاعری ہے کہ ہو رہی ہے۔

ح ۱۔ کھلنا۔ ح ۲۔ رکنا

سر پر ٹوکری ہے ' دل میں جوش ہے۔ شعر وارد ہو رہے ہیں اور لب گنگنا رہے ہیں۔ میری بہترین نعتیں انھی اوقات کی یادگار ہیں۔ مثلاً ایک فارسی نعت کے چند شعر ملاحظہ ہوں

ہوائے ملکِ دارا و سکندر من نمی دارم !!!
کہ باخاکِ درت چیزے برابر من نمی دارم !!!
عجیبم بے سرو ساماں عجیبم با سرو ساماں !!
کہ سامانے بجز عشقِ پیمبر من نمی دارم !!!!
زبوئے موئے تو خلد است و زآبِ روئے تو کوثر
چساں گویم ہوائے خلد و کوثر من نمی دارم !!!

ایک بار دربار شریف کے باغ میں زمین کو ہموار کرنے کے لئے ہم مٹی ڈھو رہے تھے کہ اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے تتبع میں ایک نعت شریف معرض وجود میں آ رہی تھی جس کا مطلع ہے۔

واہ کیا رتبہ ہے اے خواجہ بطحا تیرا
بزم کونین میں کوئی نہیں ہمتا تیرا !
حسن اخلاق کا اتمام ترا خلق عظیم !!!!
حسن تخلیق کا شہکار سراپا تیرا !!!

ایک دفعہ نعت شروع ہوئی۔ پہلا مصرع

ضیاء بخشندہ ارض و سماء وہ بھی ہے اور یہ بھی

بن چکا تھا ' دوسرا مصرعہ نہیں بنتا تھا کہ دربار شریف حاضر ہوا اور کام میں لگ گیا۔ اس مصرعے کی طرف توجہ ابھی ہوئی تھی کہ دوسرا مصرعہ بھی جھٹ سے اتر پڑا

یہ احمد ' وہ احد ' جلوہ نما وہ بھی ہے اور یہ بھی

کتاب انوار لاثانی ساری کی ساری حضور کی توجہ کی برکات سے لکھی گئی۔ کرم ایسا شامل حال تھا کہ قریباً دو مہینے میں تین سو سالہ صفحات فل سکیپ مکمل ہو گئے۔

۱۷۔ مرادیں حاصل :- یہی انوار لاثانی جب کتابت و طباعت کے مرحلوں میں تھی '

حضور قبلہ نقش لاثانی علیہ الرحمتہ نے حافظ محمد اجمل علیہ الرحمتہ (سابق پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور) رانا جماعت علی خان صاحب (لائبریرین گورنمنٹ کالج لاہور) اور قبلہ صوفی محمد علی صاحب نقشبندی کے ذمے مختلف امور لگا دئے۔ حافظ صاحب عربی عبارات کی تصحیح فرماتے تھے۔ دیگر بعض انتظامی امور رانا صاحب اور صوفی صاحب کی نگرانی میں تھے ۔ حاجی ثناء اللہ صاحب کے ہاں قیام تھا اور مجموعی طور پر تمام صورت حال کے انچارج بابو محمد بخش صاحب تھے ۔ حافظ محمد اجمل صاحب ایک دن فرمانے لگے یہ کتاب بڑی بابرکت ہے۔ میں اپنے نئے مکان (واقع وحدت روڈ) میں وائرنگ کرانے کے لئے کئی کوششیں کر چکا تھا مگر سب بے سود ۔ ادھر میں حضور نقش لاثانی کے حسب الارشاد یہاں آیا' ادھر پیچھے سے وائرنگ ہو گئی ۔ رانا صاحب مکان کی تلاش میں سخت پر گرداں تھے' یکایک یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ قبلہ صوفی صاحب' حاجی صاحب اور بابو صاحب تو روز اول سے پیر خانے کی خدمات میں سرگرم ہیں ان کی ساری زندگی مرشد کامل کی عظیم برکات کی شہادت دے رہی ہے۔

(آدمی کیا کیا گنائے)

۱۸۔ بزم لاثانی کی خدمات:۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے وصال مبارک سے چند ماہ قبل اسلام کی تبلیغ و تذکیر کے لئے ایک غیر سیاسی جماعت بزم لاثانی تشکیل دی۔ اسی کے مقاصد کے حصول کی خاطر ماہنامہ انوار لاثانی کا اجراء فرمایا اور جامعہ انوار لاثانی (برائے حفظ قرآن) کا آغاز فرمایا۔ پھر اس مختصر دور میں کئی تبلیغی دورے بھی فرمائے تاکہ مختلف مقامات پر بزم لاثانی اور ماہنامہ انوار لاثانی کا تعارف' تنظیم اور ترویج ہو سکے۔ ایسے مواقع پر کئی بار میں نے حضور کی صدارت میں اپنے خطاب میں اعلان کیا کہ یہ بابرکت جماعت ہے اور بابرکت رسالہ ہے۔ جو شخص بھی ان خدمات میں دلچسپی لے گا اور ان کی اشاعت میں حصہ لے گا وہ سمجھے شیخ کامل مدظلہ کی خدمت میں ہے۔ چنانچہ بعض برادران طریقت نے بڑی سرگرمی دکھائی اور برکات بھی دیکھیں مثلاً اس سلسلے کا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں اور وہ بھی عزیز القدر رضائے مصطفیٰ کی زبانی۔ وہ فرماتے ہیں

"ہمارے قریبی عزیزوں کے ہاں ایک تقریب تھی جس میں شرکت کے لئے

دور دور سے لوگ آئے ہوئے تھے۔ کوئٹہ سے میرے بہنوئی اور بعض دوسرے اخص الخواص رشتہ دار موجود تھے کہ میری کسی بات پر اچانک ہنگامہ ہو گیا۔ سب مہمان برہم تھے اور تقریب کے انعقاد سے پہلے ہی واپس جانے کی دھمکیاں دینے لگے۔ میں سخت پریشان تھا کہ بات تو ایسی نہیں جس پر اس قدر مشتعل ہوتے۔ خیر رات پریشانی میں گزری۔ صبح سویرے اٹھا تو یاد آیا ماہنامہ انوار لاثانی کا موجودہ شمارہ تین حضرات تک نہیں پہنچ سکا۔ شاید اسی کی شامت ہے چنانچہ نماز کے فوراً بعد بھاگم بھاگ گیا اور تینوں شمارے پہنچا آیا۔ اب گھر واپس آیا تو مکمل سکون تھا، جیسے یہاں کوئی ہنگامہ اور کوئی تلخی پیدا ہی نہیں ہوئی تھی۔

ایک فیصلہ کن حدیث:۔ یوں تو اس مضمون کی ابتدا میں بھی کچھ تمہیدی کلمات عرض کیے گئے ہیں۔ تاہم محبوبان خدا کی صحبت کے ثمرات سمجھنے کے لئے مزید ایک نص قطعی بھی ہدیہ ناظرین کرتا ہوں تاکہ اطمینان قلب بھی حاصل ہو اور صحبت کی روحانی برکات کے علاوہ دینوی برکات کا بھی زبردست ثبوت سامنے آئے (جو ہمارے لئے معیار کا کام بھی دے سکے)

اعلیحضرت مجدد ملت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ اپنی کتاب مستطاب الامن والعلی میں تحریر فرماتے ہیں۔

> "زمانہ اقدس میں دو بھائی تھے ایک کسب (کمائی) کرتے اور دوسرے خدمت والائے حضور دافع البلا ﷺ میں حاضر ہوتے۔ کمانے والے ان کے شاکی ہوئے۔ فرمایا
>
> لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ
>
> کیا عجب کہ تجھے اس کی برکت سے رزق ملے۔
>
> (الترمذی و صححہ الحاکم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، المشکوٰۃ)

محض حاضری کی برکات

صحبت ہے ہم نشینی یعنی ساتھ رہنا اور خدمت کا مفہوم بھی ظاہر ہے یعنی (اپنے پیرو

مرشد یا حاکم و مخدوم کے) کام سرانجام دینا۔ دونوں کا اولین تقاضا محبوب و مطلوب کے دربار میں مستقل رہنا۔ یہ تو بڑی خوش نصیبی کی بات ہے جیسا کہ اوپر کی حدیث پاک نیز حضرت مولانا رومی کے اشعار سے ظاہر ہے۔ اب ہم صرف حاضر ہونے کی اہمیت و افادیت پر واقعات کی مدد سے روشنی ڈالتے ہیں۔ یعنی ایک شخص چند لمحات کے لئے آیا اور سلام کر کے واپس چلا گیا' کیا اسے بھی کچھ ملتا ہے یا نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ چند لمحات کے لئے بھی بادشاہوں کے دربار میں حاضر ہونا مقدر جگانے کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ میرے آقا حضور نقش لاثانی قدس سرہ کبھی مجھے مخاطب کر کے فرماتے "تعویذ دیتے وقت زیادہ غور و خوض مت کرو' جس کا کام خدا بنانا چاہتا ہے' محض اس کے حاضر ہونے سے بھی بنا دے گا اور جس کا کام بنانا اسے منظور نہیں' تیرے میرے تعویذ سے کچھ فرق نہیں پڑے گا' یہاں جو ہو گا اسلاف کے صدقے ہو گا"۔ (میرے کا لفظ از حد انکسار کے طور پر ہے)

اور اس بات پر شاہد عادل کئی واقعات ان ابواب میں بھی آ گئے ہیں' جنھیں آپ آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔ یہاں محض دو روایات درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ دانت درد موقوف:۔ چوہدری بشیر احمد صاحب (چک سانگا) راوی ہیں۔

"حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے وصال شریف سے چار سال قبل' میرے دانت میں شدید درد ہوا۔ کافی علاج معالجہ بھی بے سود ثابت ہوا تو اپنی اہلیہ کو حضور کی خدمت میں دربار شریف بھیجا۔ آپ نے سب کی خیریت فرداً فرداً دریافت فرمائی۔ میرے دانت کے درد کا ذکر ہوا تو فرمایا "دانت نکال دیتے"۔ دوسرے روز واپس آنے لگی تو حضور نے خصوصیت سے فرمایا "ایسے ہی دانت مت نکال دینا"۔ گھر پہنچی تو مجھے شفایاب دیکھا۔ بولی' کب افاقہ ہوا؟ میں نے کہا بالکل اسی وقت ہوا ہو گا جب تم دربار شریف حاضر ہوئی"۔

۲۔ گائے اصیل ہو گئی:۔ یہی صاحب بیان کرتے ہیں۔

"ایک بار شامت اعمال ایسی سر پر سوار ہوئی' سب جانور مر گئے اور ایک بچھڑی سلامت رہی۔ دربار شریف میں حاضر ہو کر حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے التجا کی گئی تو آپ کی دعا سے وہی بچھڑی اگلے سال دودھیل بن گئی۔ ایسی اکھڑ مزاج تھی کہ کسی کو میری بیوی

کے سوا پاس نہیں پھٹکنے دیتی تھی۔ میری بیوی کو دربار شریف حاضر ہونا تھا۔ وہ روانہ ہو گئی۔ اب سوال یہ تھا کہ اسے کون دوہے۔ میں نے خدا کے توکل پر بھو سے کہا۔ اس نے دودھ دوہ لیا اور پھر یہ بچھڑی ہمیشہ کے لئے نرم خو ہو گئی"۔

۳۔ خود بخود کام بن گیا:۔ (مصنف کی کہانی)۔

"حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا ایک نمایاں اور اہم فائدہ یہ ہوتا تھا کہ عموماً جس کام کو دربار شریف سے غیر حاضری کے ڈر سے چھوڑ دیا جاتا' وہ حاضر ہونے کی برکت سے خود بخود زیادہ اچھے طریقے سے ہو جاتا تھا مثلاً ایک بار اخبارات میں اعلیٰحضرت مجدد ملت فاضل بریلوی قدس سرہ کے خاندان بلند شان کے ایک صاجزادے جناب توصیف رضا خان مدظلہ العالی کے پاکستان تشریف لانے کی خبر پڑھی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ سے محبت و عقیدت کی بناء پر جی چاہا لاہور ریلوے اسٹیشن پر قبلہ صاجزادے کا استقبال کروں مگر اس ارادے پر عمل کرنے سے دربار لاثانی کی روزانہ باریابی میں ناغہ ہوتا' اور یہ بھی ناگوار تھا لہٰذا لاہور جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ خدا کی قدرت تین چار دن کے اندر اندر قبلہ صاجزادہ صاحب موصوف صوفی محمد علی نقشبندی' مولانا الطاف محی الدین اور ایک خادم کے ساتھ خود دربار لاثانی میں رونق افروز ہو گئے۔ یہ ایک دن تھا جس میں حضور نقش لاثانی لوگوں سے بہت کم ملتے تھے۔ مگر آج آپ کو ایسی خوشی تھی کہ لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتی (کیونکہ علی پور شریف اور بریلی شریف کے گہرے روحانی روابط ہیں) مجھے پہلے صاجزادہ صاحب کے تشریف لانے کا علم نہیں تھا' حضور نے میرے کمرے سے مجھے یاد فرمایا اور از حد مسرت کے ساتھ فرمایا "اعلیٰحضرت کے خاندان سے ایک صاجزادے تشریف لائے ہیں' ان کی زیارت کر لے"۔ (تفصیل سے یہ واقعہ کسی مناسب مقام پر آئے گا' یہاں موضوع کے مطابق اتنا ہی ضروری ہے)۔

دیکھئے' اگر لاہور جا کر استقبال کرتا تو قریب سے دیکھنے اور بات کرنے کا شرف حاصل نہ ہو سکتا۔ یہاں یہ بھی میسر آیا۔

اجازت کی برکات

ہیں مپر الا کہ با پرہائے شیخ !
تا بہ بینی عون لشکر ہائے شیخ

(مولانا روم علیہ الرحمہ)

اولیائے کرام علیھم الرحمہ سے اجازت طلب کرنے کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً کسی سفر پر روانہ ہونے سے پہلے (خواہ حج و زیارت کا سفر ہو یا کاروباری) حصول علم یا اشاعت و تبلیغ دین کے لئے ' بلکہ کسی بھی دینی و دنیوی کام کے آغاز کی خاطر مرد کامل کی بارگاہ کے آداب متعینہ کے مطابق حاضری اور واپسی کے وقت وغیرہ 'غرض اجازت کی جتنی بھی صورتیں ہو سکتی ہیں ' اخلاص و نیازمندی کے ساتھ سب بابرکت ہیں ۔ بعض دفعہ یہ حصول اجازت استخارے کے قائم مقام ہوتا ہے کیونکہ اللہ والے اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں لہٰذا کام 'کاروبار یا سفر کا انجام ان کی چشم حق بین سے پوشیدہ نہیں ہوتا۔ کبھی اجازت طلبی دراصل دعا و توجہ کے حصول کے لئے بھی ہوتی ہے ممکن ہے سفر پُرخطر ہو مگر مرد مومن کی دعا و توجہ سے پُرامن ہو جائے یا بظاہر کاروبار کی کامیابی کے امکانات دکھائی نہ دیں۔ مگر اہل نظر کی نظر اپنا کام کر جائے۔ طالب علم حافظے کی مناسب قوت سے محروم ہو اور اجازت لینے سے سینہ کھل جائے ۔ اجازت لئے بغیر مرشد کامل کے آستانے سے جانا مصائب و آلام کو دعوت دینے کے مترادف ہوتا ہے۔

اجازت لینے کی یہ رسم عقیدت و محبت پہلے دن سے جاری ہے اور اس کی برکات کے مشاہدات بھی پرانے ہیں۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کے مقابلے میں جادوگروں کو بلایا تو انہوں نے خدا کے پیغمبر سے اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کی اجازت مانگی۔ قرآن پاک کے الفاظ میں

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ج (الاعراف)

ترجمہ :۔ بولے اے موسیٰ یا تو آپ ڈالیں یا ہم ڈالنے والے ہیں۔ کہا تم ڈالو

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان رحمتہ اللہ علیہ اس کے حاشیے میں لکھتے ہیں

" ہوا کفر یا گناہ کو باطل کرنے کے لئے اس کی اجازت منع نہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ

السلام نے انہیں جادو کرنے کی اجازت دی مگر باطل کرنے کے لئے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کی تعظیم کرنے سے ایمان مل جاتا ہے۔ اسی ادب کی وجہ سے ان جادوگروں کو ایمان اور شہادت نصیب ہوئی کہ انہوں نے اجازت حاصل کرکے جادو کیا"۔

خیال فرمایئے 'کافر و مشرک اجازت مانگیں اور وہ بھی جادو جیسے کام کی' محض تعظیم نبی علیہ السلام کی برکت سے وہ چند لمحوں میں ایمان کامل کے نور اور درجہ شہادت پر فائز ہو جائیں تو مباح اور نیک کاموں کی اجازت لینا کتنا مفید اور بابرکت ہوگا کیونکہ اس اجازت میں بھی تعظیم کا پہلو نمایاں ہے۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرے کی اجازت لینا اور پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں دعا میں شامل رکھنے کی تلقین فرمانا دعا و توجہ کے باب میں مذکور ہے 'یونہی ہر دور میں امراؤ' سلاطین' غازیان کشور کشا' تجارت پیشہ حضرات اور علماء و صلحاء کا اولیاء اللہ سے اجازت لے کر اپنی مہمات کا آغاز کرنا امت کا معمول رہا ہے۔ حضرت ابو الحسن خرقانی کی اجازت سے سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں فتح سومنات بھی اسی سلسلہ نور کی ایک زریں کڑی ہے۔ سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ فتح کیا تو اس نے علماء و صلحاء کو دعا پر لگا دیا تھا اور خصوصی طور پر اپنے پیر و مرشد سے اجازت لی تھی۔ کہتے ہیں جب تک شہر فتح نہ ہوا ان کے مرشد عالی نے سجدے سے سر نہ اٹھایا۔ سفر تجارت کے بارے میں حصول اجازت کا ایک واقعہ سیرت غوث الثقلین مصنفہ حضرت مولانا ضیاء اللہ صاحب قادری سے نقل کیا جاتا ہے

ابوالسعود الحریمی علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ ابوالمظفر الحسن بن نعیم تاجر نے شیخ حماد الدباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور والا! میرا ارادہ ملک شام کی طرف سفر کرنے کا ہے اور میرا قافلہ بھی تیار ہے۔ سات سو دینار کا مال تجارت کے لئے ہمراہ لے جاؤں گا تو شیخ حماد علیہ الرحمتہ نے فرمایا

إِنْ سَافَرْتَ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ قُتِلْتَ وَأُخِذَ مَالُكَ

ترجمہ :۔(یعنی) اگر تم اس سال سفر کرو گے تو قتل کئے جاؤ گے اور تمہارا مال لوٹ لیا جائے گا۔

وہ آپ کا ارشاد سن کر مغموم حالت میں باہر نکلا تو سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

ملاقات ہو گئی۔ اس نے شیخ حماد علیہ الرحمتہ کا ارشاد سنایا تو آپ نے فرمایا

اِنْ سَافَرْتَ تَذْهَبُ سَالِمًا وَتَرْجِعُ سَالِمًا غَانِمًا وَالضَّمَانُ عَلَيَّ فِيْ ذٰلِكَ

ترجمہ:۔ اگر تم سفر کرو تو خیریت سے جاؤ گے اور خیریت سے لوٹو گے اور میں اس کا ضامن ہوں۔ آپ کی بشارت سن کر وہ سفر پر چلا گیا اور ملک شام میں جا کر ایک ہزار دینار میں اس نے اپنا مال فروخت کر دیا۔ بعد ازاں وہ اپنے کسی کام کے لئے حلب گیا۔ وہاں ایک جگہ اس نے اپنے ہزار دینار رکھ دیئے اور بھول گیا اور حلب میں اپنی قیام گاہ پر آیا تو نیند کا غلبہ تھا کہ آتے ہی سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ عرب بدوؤں نے اس کا قافلہ لوٹ لیا ہے اور قافلے کے کافی آدمیوں کو ان بدوؤں نے قتل بھی کر دیا ہے اور خود اس پر بھی بدوؤں نے حملہ کر کے اس کو مار ڈالا ہے۔ گھبرا کر بیدار ہوا تو اسے اپنے دینار یاد آئے فوراً دوڑتا ہوا اس جگہ پر پہنچا تو دینار وہاں ویسے ہی پڑے ہوئے مل گئے۔ دینار لے کر اپنی قیام گاہ پر پہنچا تو بغداد شریف واپس جانے کی تیاری کی

جب بغداد شریف پہنچا تو اس نے سوچا کہ پہلے شیخ حماد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوں کیونکہ کبیر السن اور عمر رسیدہ ہیں یا حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوں کیونکہ آپ نے میرے سفر کے متعلق جو فرمایا تھا بالکل درست ہوا ہے۔ اسی سوچ بچار میں تھا کہ حسن اتفاق سے سوق سلطان میں شیخ حماد سے اس کی ملاقات ہوئی تو آپ نے اس کو ارشاد فرمایا کہ پہلے حضرت غوث الثقلین قدس سرہ کی خدمت اقدس میں حاضری دو۔

فَاِنَّهٗ رَجُلٌ مَحْبُوْبٌ وَقَدْ سَاَلَ اللّٰهَ فِيْكَ سَبْعَ عَشْرَةَ مَرَّةً حَتّٰى جَعَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَا قَدَّرَهٗ عَلَيْكَ مِنَ الْقَتْلِ يَقْظَةً فِي الْمَنَامِ وَمَا قَدَّرَهٗ مِنْ ذَهَابِ مَالِكَ وَفَقْرِكَ نِسْيَانًا فِيْ مَنَامِكَ۔

(وہ محبوب سبحانی ہیں۔ انہوں نے تمہارے حق میں سترہ مرتبہ دعا مانگی ہے یہاں تک کہ اللہ کریم نے تمہارے واقعہ کو بیداری سے خواب میں تبدیل کر دیا ہے اور مال کے تلف ہونے کو نسیان سے بدل دیا ہے۔ جب تاجر حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ شیخ حماد رضی اللہ عنہ نے سلطان بازار میں تجھ سے بیان فرمایا ہے بالکل ٹھیک ہے کہ میں نے سترہ مرتبہ اللہ کریم کی بارگاہ میں تمہارے لئے دعا کی کہ وہ تمہارے قتل

کے واقعے کو بیداری سے خواب میں تبدیل کردے اور تمہارے مال کے ضائع ہونے کو صرف تھوڑی دیر کے لئے نسیان سے بدل دے (قلائد الجواہر ۶۵ تحفہ قادریہ ۴۶۔۴۷) حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اسی ایک واقعے پر غور کریں تو فکر و نظر کی کتنی ہی گتھیاں کھل جاتی ہیں اور ذہن کے کتنے ہی خرخشوں کا جواب سامنے آجاتا ہے۔ یہاں صرف چند نتائج و فوائد کی وضاحت کی جاتی ہے۔

۱۔ انسان بعض اوقات تلخی حالات سے ایسا گھبرا جاتا ہے کہ مختلف وساوس کا شکار ہونے لگتا ہے حتیٰ کہ خدا کی رحمت بھی اسے (معاذ اللہ) محدود نظر آتی ہے اور سوچتا ہے شاید اس رنج و مصیبت سے چھٹکارا ممکن ہی نہیں اور شاید معاذ اللہ خدا کی قدرت بھی میرے بارے میں بے بس ہو چکی ہے۔ میں اتنا گڑ گڑایا ہوں' رات کو اٹھ اٹھ کر فریاد کرتا رہا ہوں' مختلف وظائف آزمائے ہیں مگر بظاہر صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ آخر کیوں؟ کہیں اس کی یہی وجہ تو نہیں کہ جو ہونا تھا لکھ دیا گیا اب اسے کیسے مٹایا جا سکتا ہے

وہی میری کم نصیبی، وہی تیری بے نیازی
مرے کام کچھ نہ آیا یہ کمال نے نوازی!

حالانکہ اگر رب نے ہی سب کچھ لکھا ہے تو لکھنے والا اب بھی رب ہے۔ معاذ اللہ اس کی ربوبیت معطل نہیں ہوئی۔ وہ اب بھی خالق و مالک ہے اور کائنات کا کوئی ذرہ اب بھی اس کے حکم سے باہر نہیں۔ پھر اس کی رحمت ہر چیز کو محیط ہے خود فرماتا ہے

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ ط (الاعراف۔ ۱۵۶)

ترجمہ۔ اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے

اسی کا اعلان ہے

یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ (الرعد : ۳۹)

ترجمہ: اللہ جو چاہے مٹاتا ہے اور (جو چاہے) ثابت رکھتا ہے

لہٰذا کسی حال میں بھی اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا درست نہیں۔ دیکھئے اس واقعے میں تاجر کی تقدیر کیسے پلٹی اور لکھا ہوا کیسے مٹایا گیا

نہ ہو نومید' نومیدی زوال علم و عرفاں ہے
امید مرد مومن ہے خدا کے راز دانوں میں

۲۔ اولیا کرام اللہ کی رحمت کے سفیر اور نمائندے ہوتے ہیں۔ نہ یہ خود اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں نہ اپنے زیر تربیت خدام کو (مایوس) ہونے دیتے ہیں۔ حقیقت یہی ہے جو حضرت اقبال علیہ الرحمتہ نے بیان فرمائی ہے یعنی مایوس تو وہ ہو جو اپنے خدا کے علم و عرفان سے محروم ہے اور مردان حق کی خانقاہیں اسی علم و عرفان کے گہوارے ہیں۔ یہاں مایوسی کا کیا سوال ؟اگر تیری بار بار کی دعا بھی قبول نہیں ہو رہی ہے تو اسے تلاش کر جو خدا کا محبوب ہے اور اس سے دعا کی درخواست کر

۳۔ سب اولیائے کرام کا مرتبہ برابر نہیں اور یونہی سب کی دعاؤں کا نتیجہ بھی ایک جیسا نہیں ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض کو کسی مخصوص دعا سے روک دیا گیا ہو اور بعض کو اذن عام ہو۔ جسے اذن عام حاصل ہے وہ یقیناً مرتبہ محبوبیت پر فائز ہے۔ دنیا کے بے بس لوگ بھی طاقت بھر اپنے محبوب کی ہر بات مانتے ہیں حتی کہ کبھی جان تک کی بازی لگا دیتے ہیں تو ہر طاقت کے مالک، ہر قدرت کے والی، قادر مطلق اور فعال لما یرید کے محبوبوں کی اور ان کی دعاؤں کی کیا شان ہونی چاہیے۔

۴۔ وہ لوگ جنہیں دعاؤں کی قبولیت کا ایسا مشاہدہ نہیں وہ ایمان کی پختگی میں مشاہدے والے لوگوں کے برابر کیونکر ہو سکتے ہیں اور خداوند کریم کے فضل و کرم کے ان جلوؤں کو دیکھے بغیر وہ خداوند کریم کے فضل و کرم پر کامل یقین کیونکر رکھ سکتے ہیں؟ پھر جنہیں خدا کی رحمت پر پورا یقین نہیں کیا انہیں خدا کی ذات پر پورا یقین ہو سکتا ہے؟ اللہ کی رحمت کے حصول کا سب سے بڑا سبب اور سب سے آسان راستہ یہی تو ہے کہ اس کی رحمت کاملہ و واسعہ پر پورا پورا یقین ہو اور یقین جانئے یہ یقین صحبت اولیاء کے بغیر نہیں ملتا۔ کون نہیں جانتا ایمان عمل سے افضل ہے اور ایمان کے بغیر عمل کی حیثیت ہی کوئی نہیں رہ جاتی۔ جس کا ایمان جس قدر زیادہ مضبوط ہو گا، اسی قدر وہ اخلاص میں مضبوط ہو گا اور جو جتنا اخلاص میں مضبوط ہو گا، اسی قدر اس کے اعمال مقبول ہوں گے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے سیر یا آدھ سیر جو کے صدقے کا وہ ثواب ہے کہ بعد میں آنے والوں کے کوہ احد کے برابر سونا راہ خدا میں تقسیم کرنے کا یہ اجر نہیں، کیوں؟ اس لئے کہ ان میں اخلاص بھی اسی قدر زیادہ تھا اور اس کی وجہ ان کا ایمان کامل تھا جو حضور نور خدا ﷺ کے دیدار سے نصیب ہوا تھا۔ اسی بات سے اللہ والوں

کے دیدار کی اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے اور جب دیدار کا یہ حال ہے تو خدمت و صحبت اور تربیت کے فوائد کا شمار کون کر سکتا ہے؟ مختصر یہ کہ ایمان پروان چڑھتا ہے اولیاء اللہ کے درباروں میں اور یہیں اخلاص پیدا ہوتا ہے جو اعمال کی قبولیت کا راز ہے۔ حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے اسی لئے فرمایا ہے

اخلاص عمل مانگ نیا گان کہن سے
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

یعنی عمل میں اخلاص کی تجھے ضرورت ہے تو اپنے پرانے خاندان یعنی اولیاء کرام رضی اللہ عنھم کے آستانوں' درباروں (یا مزاروں) پر حاضر ہو کر ان سے یہ دولت لازوال طلب کر' یہ حضرات "اخلاص و ایمان" کے بادشاہ ہیں۔ ہو سکتا ہے تیری فریاد سن لیں' تجھ جیسے گدا پر مہربان ہو جائیں اور مالا مال کر دیں۔

۵۔ جب اخلاص کی دولت ان سے مل سکتی ہے تو دنیا کی دولت جو اس کے مقابلے میں ہیچ ہے' کیوں نہ ملے گی۔ چنانچہ ان سے اجازت طلب کرنے کا یہی مقصد ہوتا ہے کہ ان کی ضمانت پر سفر یا کوئی کام شروع کریں۔ یہ صرف ان محبوبان خدا پر بھروسا نہیں ہوتا بلکہ اس رحمت خداوندی پر ہوتا ہے جو ان کے شامل حال ہے۔ ذرا انصاف کیجئے خدا کے متعلق یہ یقین کہ وہ اپنے بندوں پر رحیم و کریم ہے اچھا ہے یا یہ کہ وہ اپنے بندوں اور دشمنوں کے نیز اپنے فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے بارے میں ایک ہی رویہ رکھتا ہے۔ دوست اور دشمن کو' اپنے اور بیگانے کو' نیک اور بد کو' صالح اور فاسق کو برابر سمجھنا عقل کے خلاف ہے تو عقل کا پیدا کرنے والا کیونکر ان میں فرق نہ کرے گا۔ قرآن فرماتا ہے

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۚ لَا يَسْتَوُوْنَ ٥ (السجدہ ۔ ۱۸)

ترجمہ: تو کیا جو ایمان والا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو نافرمان ہے یہ برابر نہیں۔

اور سنئے

وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ٥ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ٥ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ٥ (فاطر: ۱۹ تا ۲۱)

ترجمہ: اور برابر نہیں اندھا اور انکھیارا اور نہ اندھیریاں اور اجالا اور نہ سایہ اور تیز دھوپ۔

غرض اللہ والوں کی ضمانت رحمت خداوندی کی ضمانت ہے جیسا کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے یہاں ضمانت دی اور اس کا اثر ظاہر ہوا ۔ جو لوگ سب کو برابر سمجھتے ہیں' ان تصورات سے محروم ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی محروم دیکھنا چاہتے ہیں' وہ دل ہی دل میں رحمت خداوندی کے اصل فیض سے محروم بلکہ نور ایمان سے بہت دور ہیں ۔ وہ اصل میں اللہ کی کارسازیوں کی بجائے فلاسفہ کی علت و معلول میں الجھے رہتے ہیں

عقل گو آستاں سے دور نہیں !
اس کی تقدیر میں حضور نہیں !
علم میں بھی سرور ہے لیکن !
یہ وہ جنت ہے جسمیں حور نہیں
دل بینا بھی کر خدا سے طلب !
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں !

اب آیئے سیدی و مرشدی حضور قبلہ عالم سرکار نقش لاثانی قدس سرہ کی

اجازات کی برکات کی طرف

حضور بحمدہ تعالیٰ اپنے دور کے قطب مدار تھے' اسی لئے آپ کی اجازت سے رحمتوں کے عظیم دروازے کھل جاتے تھے اور یہ ظاہر ہو جاتا تھا کہ آپ بھی اپنی شان کے لائق مقام محبوبیت پر فائز ہیں۔

اجازت اور توجہ (مصنف کا بیان):۔ جامع مسجد چوک بیری والا سیالکوٹ میں حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ کی اجازت سے میں نے خطابت کے فرائض سنبھالے تو یہاں ربیع الاول شریف کے (ایک کے سوا) پہلے بارہ دن روزانہ رات کو بزم نعت کے تحت محفل میلاد منعقد کرنے کا پروگرام بنایا ۔ میرے جیسے ناقص العلم اور فاتر العقل کے لئے یہ کام آسان نہیں تھا ۔ چنانچہ دربار شریف حاضر ہوا اور اجازت مانگی ۔ حضور نے خوشی سے اجازت مرحمت فرمائی ۔ میں نے توجہ کی درخواست کی تو ارشاد ہوا اجازت جو دے دی تو کیا توجہ پیچھے رہ گئی ۔ گویا اجازت دینا اور توجہ کرنا ایک ہی چیز ہے اللہ اکبر! اس اجازت و توجہ کا نتیجہ ہے کہ سالہا سال سے یہ پروگرام باقاعدگی سے جاری ہے اور ہر سال پہلے سے زیادہ کامیاب ہوتا

ہے۔ ملک گیر شہرت کے علماء و فضلاء اس میں شریک ہوتے ہیں اور بعض دفعہ محسوس کرتے ہیں کہ یہاں بیان کرنے کا لطف خود ہمیں زیادہ آتا ہے۔ گذشتہ سال (۱۹۹۱ء / ۱۴۱۲ھ میں) جناب محمد علی ظہوری مدظلہ العالی ایک خاص وجدانی کیفیت میں کھوئے ہوئے تھے اور سامعین بھی عجیب کیف و سرور میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یاد رہے اس اجازت طلبی کی تجدید ہر سال کرتا تھا اور حضور ہر سال کرم بالائے کرم فرماتے رہتے تھے۔ ایک دوبار نظم میں اپنا مدعا پیش کیا اور خواجہ بندہ نواز نے قبول فرمایا[۱]

ان سالانہ محافل میلاد کا پروگرام بھی پھر پھیلتا گیا اور اب اپنی مسجد سے باہر قریباً "دو مہینے تک سیالکوٹ روزانہ یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ آج کل عزیز خالد محمود چاند اس کے ناظم اعلیٰ ہیں اور بزم نعت ان کی وجہ سے زیادہ فعال ہو چکی ہے چنانچہ تقریر کے ساتھ تحریر' بھی زیر عمل آ رہی ہے۔

---

[۱] ایک ایسی نظم کا آخری حصہ ملاحظہ ہو

اتنی ہے التجائے دل پر الم شہا !!!
کر دور میری جان حزیں سے بھی غم شہا
حاصل مجھے بھی ذکر نبی کا سرور ہو !!!
میرے بھی دل میں عشق و محبت کا نور ہو
یوں تیرے جد پاک کی مدح و ثناء کروں
تحسین قدسیان فلک سے سنا کروں !!!
لوں جب بھی نام مصطفیٰ لب چوم چوم کے
دیں داد میری روح ایں جھوم جھوم کے
جس وقت میرے لب پہ ہو فریاد یا رسول
آئے ندا کہ آپ کی تری ہر صدا قبول !!!!

دشمن دوست ہو گئے:۔ صوفی مقبول حسین قریشی نقشبندی دولت پوری فرماتے ہیں

"میں نے ایک ایسی عورت سے شادی کرلی جس کا دماغی توازن کافی عرصے سے خراب تھا۔ پی۔او۔ایف واہ فیکٹری کے ہسپتال سے علاج کرایا مگر بے سود۔ پھر اس کے والد نے میرے خلاف مبلغ دس ہزار روپے کا دعوی دائر کردیا مگر میں کسی تاریخ پر حاضر نہ ہو سکا۔ آخری تاریخ جس پر میرے خلاف ڈگری ہونا تھی' قریب آگئی۔ دربار شریف حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا۔ "صوفی صاحب! کل آنا"۔ اگلے دن پھر فرمایا "کل آنا"۔ تیسرے دن پھر قدم بوسی کا شرف حاصل کیا تو افطار کے بعد فرمایا "صوفی صاحب! ایک بار تو عدالت میں حاضر ہونا پڑے گا"۔ میں نے بھی اسی وقت دل ہی دل میں کہا "حضور! میں وکیل نہیں کروں گا' آپ جانیں اور آپ کا کام"۔ ۲۹ مئی ۱۹۸۶ء بروز جمعرات عدالت میں حاضر ہوا۔ میرے سسر صاحب دروازے پر مل گئے۔ انہوں نے فورا" اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور مقدمہ واپس لینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ وکیل کا منشی ملا تو اس کا رویہ بھی ہمدردانہ تھا۔ پھر حاجی محمد رفیق اعوان (وکیل) سے ملاقات ہوئی تو وہ سسر صاحب سے اور بھی برہم ہوئے۔ انہوں نے اپنے منشی کو ہمارے ساتھ عدالت میں مقدمہ واپس لینے کے لئے بھیجا تو جج صاحب نے فورا کاغذات پکڑ کر دعویٰ خارج کردیا"۔

یہ تھیں برکات حضور نقش لاثانی سے اجازت لینے کی ورنہ وکیل اور خود مقدمہ واپس لینے پر آمادہ ہو' کیونکر ممکن ہے۔

ہسپتال میں داخلہ:۔ یہی صوفی صاحب راوی ہیں

"ایک دفعہ میں اسی بیوی کو لاہور مینٹل ہسپتال میں داخل کرانے لے گیا' میرا چھوٹا بھائی بھی ساتھ تھا' راستے میں اس نے ہم دونوں کو بہت پریشان کیا اور منزل مقصود پر پہنچے تو داخلہ بھی نہ ملا۔ سمجھ لیا' یہ حضور پیرو مرشد سے اجازت نہ لینے کا وبال ہے۔ اب دربار شریف میں حاضر ہوا اور بپتا کہہ سنائی۔ فرمایا "اچھا جاؤ' دوبارہ اسے لے جاؤ' خدا کرم فرمائے اور راستے کی مصیبتوں سے محفوظ رکھے" چنانچہ اس سفر میں اس نے مطلقاً تنگ نہ کیا اور

ہسپتال میں داخلہ بھی مل گیا۔"

لاثانی آئیڈیل سکول:۔ غلام سرور صاحب گھمن پر نگاہ کرم کی روداد انھی کی زبانی سنیئے۔

"۱۹۷۷ء میں جب میں فارغ التحصیل ہوا تو شکر گڑھ میں ایک پرائیویٹ معیاری سکول کھولنے کا خیال پیدا ہوا۔ خصوصی اجازت کے لئے دربار شریف حاضر ہوا اور ابھی اپنی درخواست کی تمہید باندھ رہا تھا کہ حضور کسی اور غلام کی طرف متوجہ ہو گئے۔ میں منتظر تھا کہ باری آئے اور عرض کروں کہ کسی اور غلام نے واپسی کی اجازت چاہی' اسے اجازت دیتے ہوئے حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے مجھ سے فرمایا "ماسٹر جی' تساں نہیں جانا" (یعنی ماسٹر جی کیا تم نہیں جاؤ گے) مگر مجھے سمجھ نہ آئی۔ چند منٹ بعد محترم محمد حسین آسی کو واپسی کی اجازت ملنے لگی تو فرمایا "او ماسٹر جی' تساں نئیں جانا' جاؤ کھولو سکول' اللہ کرم کرے گا' اللہ مہربانی کرے گا"۔ مجھے از حد مسرت بھی ہوئی اور حیرت بھی کہ ابھی تو میں نے سکول کا نام بھی نہیں لیا تھا' کریم دلنواز کا کرم پہلے ہی دستگیری کو پہنچ گیا' کیوں نہ ہو یہ حضور رحمتہ للعلمین ﷺ کے نائب' وارث اور مظہر ہیں جن کی شان میں یوں عرض کیا گیا ہے

پیش از طلب ہی دیتے ہیں بیش از طلب حضور ﷺ
کیوں آئے لب پہ حرف تمنا کہیں جسے !!!

حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی کی اسی اجازت و ارشاد کا صدقہ ہے کہ لاثانی ہائر سیکنڈری سکول (شکر گڑھ) کارکردگی اور تعداد طلبہ کے اعتبار سے شکر گڑھ کا بہترین ادارہ ہے۔

عام دیسی بھینس:۔ چودھری خزان صاحب آف بوعہ بیان کرتے ہیں

"میرے پاس ایک اچھی نسل کی بھینس تھی۔ وہ مر گئی تو میرے بھائی نے لاہور سے ساہیوال نسل کی گائے بھیج دی۔ وہ بھی جاتی رہی تو پھر پیغام آیا کہ "اب بھینس لے جاؤ"۔ میں نے جواب دیا "حضور نقش لاثانی سے پوچھ کر ہی کچھ کروں گا"۔ دربار شریف میں حاضر ہوا تو حضور نے کسی کام پر لگا دیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا "گھر جاؤ" ابھی بیس گز ہی گیا ہوں گا تو ارشاد ہوا "اچھی اچھی نسل کی تو لے دیکھیں اب سادہ ہی لے لینا"۔ گھر آیا۔ صبح پانی پی کر

روزہ رکھا۔ دن چڑھے باہر جا رہا تھا کہ موضع کلے کا ایک آدمی جو ہمارے موضع بوعہ میں آباد ہو چکا تھا، کہنے لگا "بھائی خزان! ہمارے گاؤں میں ایک تازہ دودھ والی بھینس ہے، جا کر خرید لو" شام کے وقت اڑھائی ہزار روپے میں بھینس مل گئی۔ حضور قبلہ عالم کی اجازت کی برکت ایسی رونما ہوئی کہ آج تک دودھ میں کمی نہیں آئی اور حویلی مویشیوں سے بھری رہتی ہے"۔

گاڑی خود مڑ گئی:۔ چودھری محمد اسحاق ریڈیو پاکستان بہاولپور سے منسلک ہیں۔ اس سے پہلے ریڈیو پاکستان ملتان سے وابستہ تھے، اُس دور کا ایک واقعہ سناتے ہیں۔

"نومبر ۱۹۸۲ء میں حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ ملتان تشریف لائے۔ میں دن بھر تو آپ کی خدمت میں رہا، رات دس بجے گھر واپسی کی اجازت مانگی۔ فرمایا "اسوقت کیسے جاؤ گے؟ "عرض کیا" "بس کے ذریعے حضور!" فرمایا "جانا ہے تو جلدی چلے جاؤ"۔ (میری رہائش گاہ ملتان سے تقریباً دس میل دور سرکاری کالونی میں تھی) تانگہ لے کر اڈہ بس پر پہنچا تو معلوم ہوا ابھی ابھی تمام بس والوں نے ہڑتال کر دی ہے اور چھوٹی ویگنوں میں بھی سواری نہیں بیٹھنے دیتے:۔ یہاں سے آٹھ میل کا سفر رات کے وقت کرنا آسان نہیں تھا۔ کبھی سوچتا واپس جاؤں، کبھی خیال آتا کہ کسی دوست کے پاس رات گزاروں، پھر اس بات پر ذہن جم گیا کہ بغیر اجازت نہیں آیا لہٰذا حضور کی برکت سے کچھ بندوبست ہو جائے گا۔ اسی حال میں اچانک اپنے دفتر کی گاڑی نظر آ گئی۔ ڈرائیور کو اشارہ کیا، گاڑی رکی اور میں بیٹھ گیا۔ ڈرائیور سے پوچھا "بھئی اس وقت ادھر کہاں" (کیونکہ ہماری گاڑی کا روٹ ہی اور تھا نیز گاڑی کے آنے کا یہ وقت بھی نہیں تھا۔ معمول کے مطابق گاڑی سٹاف کو شہر لا کر آٹھ ساڑھے آٹھ بجے واپس کالونی میں پہنچ جاتی تھی) بولا "راستے میں مجھے کچھ دوست مل گئے تھے لہٰذا دیر ہو گئی اور جب بی سی جی چوک سے معمول کے راستے پر جانے لگا تو گاڑی مجھ سے زبردستی اسی طرف مڑ گئی، حالانکہ مجھے اس طرف قطعاً کوئی کام نہیں تھا"۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا جس کی رحمت سے ایسا برکتوں والا پیر کامل ملا۔

حیرت انگیز سفر:۔ حضرت سید محمد شفیع صاحب بلے والا ضلع گوجرانوالہ کی روداد سنئے "میں اپنے بیٹے حبیب شاہ کے ساتھ دربار مقدس میں حاضر ہوا۔ بیٹے نے کہا بھوک

لگی ہے، مگر یہ لنگر کا وقت نہیں تھا۔ اس ڈر سے کہ وہ کہیں یہ نہ کہے پیر خانے سے بھوکا آیا ہوں، حضرت حاجی محمد مقبول مرحوم سے عرض کر دی۔ وہ گئے اور واپس آ کر کہنے لگے روٹی پک جاتی ہے، فکر نہ کریں۔ میں نے اسے بھی گستاخی خیال کیا چنانچہ بیٹے کو سمجھایا کہ روزہ ایسے ہی مواقع کے لئے صبر سکھاتا ہے۔ وہ بھی سمجھ گیا اور ہم نے حاجی صاحب کو کھانا تیار کرانے سے روک دیا۔

حضور نقش لاثانی ٹیوب ویل پر تشریف لے جا چکے تھے۔ ہم خدمت میں حاضر ہوئے تو بیلنا چل رہا تھا۔ حضور نے فرمایا گنے کا رس پی لو، اس سے بھی بھوک میں تسکین ہوتی ہے۔ ظہر اور عصر کی نمازیں بھی یہیں آقا کی اقتدا میں پڑھیں۔ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا اور بیٹا واپسی کی اجازت کے لئے بے تاب۔ میں اسے سمجھاتا کہ سرکار سب کچھ جانتے ہیں، وقت پر بھیج دیں گے مگر اس کا اضطراب بڑھتا جاتا تھا۔ آخر غروب سے کچھ پہلے ہمیں اجازت مل گئی۔ بیٹا اب اور بھی پریشان ہو گیا کہ نندی پور سے آگے کیوں کر جائیں گے۔ جس کے پاس سائیکل رکھ آئے ہیں اپنے گاؤں جا چکا ہو گا، میں اسے تسلی دیتا رہا مگر اسکی پریشانی میں کمی نہ آئی۔

ہم نے نماز مغرب اڈے پر پڑھی اور بس پر سوار ہو گئے جو ہمیں چند منٹوں میں پسرور لے گئی۔ یہاں ڈسکے والی بس تیار تھی۔ اس میں بیٹھ گئے۔ اس میں ایک مجسٹریٹ صاحب بھی تھے ان کے کہنے پر ڈرائیور نے راستے میں کوئی سواری نہ لی اور یوں آدھ پون گھنٹے میں ڈسکہ بھی آ گیا۔ یہاں اگلی بس تیار تھی، چنانچہ چند منٹوں میں ہم نندی پور پہنچ گئے۔ یہاں سائیکل سٹینڈ والا ہمارا سائیکل تھامے کھڑا تھا۔ گھر پہنچے تو عشاء کی اذانیں ہو رہی تھیں۔ یوں مرد مومن کی برکت سے تقریباً چار گھنٹے کا سفر سوا گھنٹے میں طے ہو گیا۔ فللہ الحمد

جلدی چلو:۔ یہی شاہ صاحب ایک اور واقعہ سناتے ہیں

"ایک بار میرے ساتھ دو دوست بھی حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں دربار شریف حاضر ہوئے، اڈے پر اترے تو جلیبیاں کھانے کو جی چاہا مگر واپسی پر (کھانا) طے ہوا۔ دربار شریف سے اجازت مانگی تو حضور نے فرمایا "چلو جلدی، جلدی جاؤ" پروگرام کے مطابق

جلیبیاں کھانے لگے تو بس آ گئی سوچا کاغذ پر رکھ لیتے ہیں اور بس میں تسلی سے کھائیں گے۔ دوکاندار نے کہا پانچ پانچ منٹ کے بعد بس آجاتی ہے' لہٰذا ہمیں پلیٹ میں رکھ کر کھالو۔ ہمیں حضور کا فرمان "جلدی" بھول گیا اور بس نکل گئی۔ جلیبیاں کھالیں مگر بس کا نام ونشان نہیں' پانچ دس منٹ کی کیا بات پورا گھنٹے سوا گھنٹے کے بعد بس آئی۔ معلوم ہوا مجسٹریٹ صاحب چالان کر رہے تھے (اور گویا حضور قبلہ عالم ملاحظہ فرما رہے تھے)"

مصنف کی اپنی کہانی:۔ شاہ صاحب قبلہ کی روداد نمبر ایک سے مجھے اپنی کہانی بھی یاد آ گئی۔ ہوا یہ کہ مارچ ۱۹۶۸ء میں میرا تبادلہ علی پور چٹھہ سے شکر گڑھ ہو گیا۔ احباب قصبہ نے الوداعی پارٹی کے طور پر مسجد میں محفل میلاد رکھ لی اور گلی گلی کوچے کوچے میں پھر کر لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے اعلان بھی کر دیا۔ اگلے دن وہاں سے شکر گڑھ روانگی تھی۔ سامان کے ساتھ دربار لاثانی علی پور شریف سے ہو کر شکر گڑھ جانا بھی دشوار تھا اور یہاں سلام کئے بغیر سیدھا شکر گڑھ جانا خلاف ادب بھی نظر آتا تھا۔ اب یہی حل رہ گیا تھا کہ آج ایک دن پہلے دربار شریف سلام عرض کر آؤں مگر یہاں علی پور چٹھہ سے نو دس بجے بس پر بیٹھ کر عصر کے وقت دربار شریف پہنچا جا سکتا تھا' لہٰذا رات کو واپسی ناممکن نظر آتی تھی۔ پھر نہ پہنچنے کی صورت میں یہ ڈر تھا کہ اہل قصبہ جس ذوق و شوق سے الوداع کہہ رہے تھے' کہیں غیر حاضری کو بے وفائی نہ سمجھ لیں اور لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔ اس صورت حال میں اگر انہیں میرے دربار شریف حاضر ہونے کے ارادے کا علم ہو جائے تو بھی یقیناً روک لیں گے۔ اس نازک صورت حال میں میں نے تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے پیرو مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہونے کو ہی ترجیح دی اور اللہ کے توکل پر بس میں چپ چاپ سوار ہو گیا۔ بس خلاف معمول تیزی سے چلی اور جلد ہی گوجرانوالہ لے آئی۔ یہاں سے دوسری چلتی بس میں سوار ہوا اور پسرور آ گیا۔ یہاں سے دربار شریف پہنچا تو ظہر کا وقت اوسط تھا اور حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ اپنی خصوصی کتب پر چٹیں لگوا رہے تھے۔ میں نے نماز ظہر کے بعد تعویذات لکھنے شروع کئے اور ساتھ ہی تبادلے کا ذکر کیا۔ حضور ازحد خوش ہوئے اور میری والدہ مرحومہ کے بارے میں فرمایا "اب اس کی جان میں جان آجائے گی"۔ آدھ پون گھنٹے

کے بعد عرض کیا حضور! رات کو علی پور چٹھہ میں ایک جلسہ ہو رہا ہے۔ آپ خاموش رہے۔ پھر کچھ دیر ٹھہر کر آہستگی سے یہی التجا کی مگر جواب ندارد۔ سوچا شاید آپ کو واپسی پسند نہیں لہٰذا ہر قسم کے نتائج بھگت لوں گا مگر بے اجازت یہاں سے ہلنا خطرناک ہو گا۔ ہاں کبھی کبھی یہ خیال بھی آتا' شاید آپ بھیج ہی دیں مگر کاش عصر کی نماز حضور کے ساتھ پڑھ لوں اور کاش مغرب کی نماز گوجرانوالہ اڈے پر ہو اور عشاء علی پور چٹھہ میں۔ چند لمحات کے بعد حضور نے فرمایا' جانا ہے' عرض کیا جیسے ارشاد ہو۔ فرمایا اٹھو' چلتے ہیں' پھر حضور نے شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کے روضہ پرنور پر مجھے سلام کرایا اور فرمایا دوسرے دیر سے نماز (عصر) پڑھیں گے ہم دونوں پہلے پڑھ لیتے ہیں۔ فارغ ہو کر آقا نے غلام کو وداع کیا اور میں اپنی معتدل و معمولی رفتار سے سڑک پر پہنچا۔ اس وقت ایک بس آئی جس میں صرف چار پانچ مسافر تھے۔ بیٹھتے ہی لے اڑی اور غالباً پسرور اڈے سے پہلے کہیں کھڑی نہ ہوئی' یہاں ایک دو سواریاں اتاریں اور ڈسکے تک رواں دواں رہی۔ یہاں بھی بازار میں ایک دو آدمی اترے اور بس گوجرانوالہ عین اذان مغرب کے دوران پہنچ گئی۔ تین فرض اتر کر پڑھے اور اگلی بس چلتی ہوئی پکڑی۔ ابھی عشاء کی اذان میں چند منٹ رہتے تھے کہ منزل مقصود آ گئی۔

اس قسم کے واقعات پر غور کریں تو بہت کچھ سامنے آ جاتا ہے۔ علی پور چٹھہ کی مخصوص فضاء جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے' مرشد کامل علیہ الرحمہ کی خدمت میں عرض نہیں کی گئی' پھر بھی وہ یَنظُرُ بِنُورِ اللہ (یعنی مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) کے مصداق گویا حالات کے ایک ایک گوشے سے واقف ہیں۔ ادھر مرید نے اپنے شیخ کی بارگاہ میں ہر قیمت پر حاضر ہونے کا فیصلہ کیا' ادھر انتظامات ہونے شروع ہو گئے۔ مختلف بسوں کے ڈرائیور جو ایک ایک بس سٹاپ پر اچھی طرح ستانے کے عادی تھے۔ آخر کیوں بھاگے جا رہے ہیں اور کون انہیں بھگا رہا ہے۔ پھر واپسی پر سکون سے اجازت دینا' ساتھ نماز پڑھنے کی خواہش پوری کرنا' پھر عام رفتار سے چلا کر عین اس وقت سڑک پر پہنچانا جب مخصوص بس[۱]

ط۱ بس شکر گڑھ یا نارووال سے آ رہی ہے اور مسافر دربار شریف سے ایک میل کا فاصلہ طے کر کے آ رہا ہے۔ ان دونوں کو ایک ہی وقت میں اڈے پر اکٹھا کرنا کیا حیرت انگیز نہیں۔ بلکہ ایسی بس جو راستہ میں عموماً سواریوں سے بے نیاز آ رہی ہے' یہاں کیوں کھڑی ہوئی بلکہ آخر اسی کے لئے ایسے حالات کیوں پیدا ہوئے کہ سواریوں کی پرواہ تک نہ کرے' پھر یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں بعض دفعہ ایک سے زیادہ بسیں اکٹھی ہو جاتی ہیں اور مسافر کے لئے انتخاب مشکل ہو جاتا ہے۔ اس مخصوص واقعے میں ایک ہی بس کیوں' سرعت رفتار سے حادثات ہوتے ہیں مگر یہاں اس کے باوجود "امن و سکون" اور ہر طرح کا اطمینان' کیا یہ سب اتفاقات ہیں۔

بھی آجائے پھر عین خواہش کے مطابق اذان مغرب کے وقت گوجرانوالہ اڈے میں اتارنا اور اگلی بس کا تیار ہونا نیز اس کا خاص رفتار سے چل کر وقت پر منزل مقصود پر پہنچ جانا' کیا یہ سب کچھ محض اتفاق سے (By Chance) ہوا ہے اور کیا کوئی عقل اتنے اتفاقات کا ایسا اجتماع تسلیم کر سکتی ہے۔ کائنات میں ایسے ہی اتفاقات کے اجتماعات خداوند کریم و قادر کے موجود ہونے کی اہم دلیل ہیں۔ جہاں چاند کو ہونا چاہیے وہاں چاند ہے جہاں سورج کی دنیا کو ضرورت ہے وہاں سورج' یونہی جو سمندر میں ہونا چاہیے' سمندر میں ہو رہا ہے اور جو خشکی میں ہونا چاہیے وہ خشکی میں ہے۔ غرض کائنات کی ایک ایک چیز پر چھوٹی ہو یا بڑی' غور کر کے دیکھئے' عقل ماننے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ یقیناً ایک ہی ذات سارے جہاں کو علم و حکمت سے چلا رہی ہے اور اسے مانے بغیر چارہ کار ہی نہیں' ہنری برگسان مشہور فرانسیسی فلسفی کا قول ہے کہ "اس دنیا میں جو عمل ہر وقت جاری و ساری ہے وہ زبان حال سے شہادت دیتا ہے کہ پس پردہ کوئی علیم و حکیم ہستی موجود ہے اگر ایک جہاز بغیر ناخدا کے نہیں چل سکتا تو اس کائنات کا جہاز بغیر خدا کے کیسے چل سکتا ہے"۔ (جمال الٰہی)

کائنات کی یہ ہم آہنگی ایک بہترین تدبیر امر کو ظاہر کرتی ہے مگر یہ تدبیر امر کرنے والا کون ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے۔

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ (سورۃ یونس)

ترجمہ (اے نبی ان کافروں سے) فرما' وہ کون ہے جو تمھیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور نکالتا ہے مردے کو زندہ سے اور کون تدبیر کرتا ہے کام کی' اب کہہ دیں گے "اللہ" تو فرما پھر ڈرتے کیوں نہیں (الامن والعلی)

دیکھئے دور جاہلیت کے مشرکین اور دور حاضر کے سائنس دان یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ تدبیر امر یعنی نظام کائنات کی پلاننگ کرنے والا ایک ہی قادر مطلق اور خالق یکتا ہے (جس کا

نام ہمارے نزدیک اللہ ہے) اسی کے حکم سے آسمان کا خیمہ تنا ہوا ہے' زمین کا فرش بچھا ہوا ہے' پہاڑوں کی میخیں گڑی ہوئی ہیں شمس و قمر کے فانوس روشن ہیں' ستاروں کے چراغ جل رہے ہیں' بحروبر اسی کی حکومت میں ہیں' ارض و سما پر اسی کا راج ہے' باد نسیم وہی چلاتا ہے اور ابر بہار وہی بھیجتا ہے۔

ایسی عظیم الشان سلطنت اور ایسے ظاہر و باہر اقتدار کے باوجود کیا منکر موجود نہیں ہیں؟ کیا کفرو شرک صفحہ ارضی سے ناپید ہو گیا ہے؟ کیا اس کے بارے میں شکوک و شبہات ختم ہو گئے ہیں؟ خود آیت فرما رہی ہے افلا تتقون (سو کیا تم ڈرتے نہیں) ان آیات الہیہ کی کثرت کے باوجود ذہن کفرو الحاد اور اضطراب و ارتیاب سے نجات حاصل نہیں کرپاتا جب تک خدا کا کوئی نمائندہ اس کا خلیفہ اس کی تدبیر امر کا مظہر کھلی آنکھوں سے تدبیر امر کے جلوے دکھا نہیں دیتا۔ اب پھر اس روداد کو پڑھ جایئے اور سوچئے سارے متعلقہ ڈرائیور' ساری بسوں کی رفتار' وقت کا عنصر' مسافت کا مسئلہ کیا اس بات کا ثبوت نہیں کہ یہ سب کچھ کسی ایک ہی حاکم کی حکومت میں ہونے کی وجہ سے ہے اور جس بندے کے ذریعے یہ سب کچھ ہو رہا ہے وہ بھی اسی حاکم حقیقی کا مظہر اور اسی کے فضل سے اس مقام پر فائز ہے کہ تدبیر امر کر سکتا ہے۔ اقبال نے اس حقیقت کو یوں اسی حاکم کی طرف سے واشگاف کیا ہے

عقل ہے تیری سپر' عشق ہے شمشیر تری
مرے درویش خلافت ہے جہانگیر تری!!
ماسوا اللہ کے لئے آگ ہے تکبیر تری
تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری!
کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا 'لوح و قلم تیرے ہیں

ذرا خلافت کے جہانگیر ہونے اور مسلمان کی تدبیر کے تقدیر ہونے پر غور کیجئے

جہاں قرآن حکیم نے مشرکوں سے منوایا کہ تدبیر امر صرف اللہ ہی کرتا ہے اسی نے دوسرے مقام پر فرشتوں کو بھی تدبیر امر کا فاعل قرار دیا چنانچہ

فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا (یعنی قسم ان فرشتوں کی کہ تمام کاروبارِ دنیا ان کی تدبیر سے ہیں)

ظاہر ہے فرشتوں کو تدبیر امر پر اللہ ہی نے مقرر فرمایا ہے جب فرشتوں کے لئے یہ اعزاز شرک نہیں تو وہ حضرت انسان جو اللہ کا خلیفہ اور مسجود ملائک ہے' اس شرف سے کیوں محروم ہو گا؟ اس خلافت کا یہی تو مفہوم ہے کہ اللہ کی نیابت میں اس کی کائنات پر حکومت کرے اقبال نے مسلمان کی تعریف یوں فرمائی ہے

مسلمانے کہ داند رمز دیں را
نساید پیش غیر اللہ جبیں را
اگر گردوں بکام او نگردد !!
بکام خویش گرداند زمیں را !

یعنی دین کی رمز جاننے والا مسلمان خدا کے سوا کسی کے آگے نہیں جھکتا اور (اس کی قوتوں کا یہ عالم ہوتا ہے کہ) اگر آسمان اس کے اشارے پر نہ چلے تو کم از کم زمین کو ضرور اپنی مرضی کے مطابق چلا لیتا ہے۔

خیر! بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی آیئے پھر اجازت کی برکات کی طرف اپنا ایک اور واقعہ عرض کرتا ہوں

محفل میلاد کے لئے اجازت:۔ بزم نعت سیالکوٹ کے تحت محافل میلاد کے دو ماہہ پروگرام کا ذکر اوپر آچکا ہے' ایک بار جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ کی مسجد خیر النساء میں بعد از نماز عشاء محفل میلاد شریف ڈاکٹر فیض اللہ خاں صاحب شیروانی صاحب دام اقبالہ کے زیر اہتمام منعقد ہو رہی تھی جس میں خطاب صرف میرا تھا اور باقی سب نعتیں۔ مغرب کے وقت میں دربار شریف میں حاضر تھا قریباً آدھ گھنٹہ بعد حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے محفل کا ذکر کیا اور اجازت چاہی۔ حضور علیہ الرحمہ نے مرحمت فرمادی۔ موسم تو خراب ہی تھا مگر اس کا پورا احساس باہر نکل کر ہوا۔ یوں لگتا تھا جیسے بارش آیا ہی چاہتی ہے اور سڑک تک پہنچنا بھی دشوار ہو گا۔ اس حال میں واپس جانا چاہا مگر دل نے تسلی دی کہ حضور نے اجازت دی ہے لہٰذا کوئی کھٹکا نہیں ہونا چاہیے۔ چنانچہ یونہی ہوا۔ سڑک تک آندھی کے بجائے خوشگوار ہوا چلتی

رہی۔ بس میں بیٹھنے کے بعد بارش شروع ہو گئی اور منزل مقصود پر اترا تو چند لمحے پہلے بارش تھم چکی تھی۔ خطاب کے دوران بھی اجازت کی برکات نمایاں رہیں

مشترکہ دینی جلسہ :۔ گھنٹہ گھر سیالکوٹ میں بعض لوگوں نے ایک دینی جلسے کا پروگرام بنایا جس میں مختلف مکاتب فکر کے علماء کے علاوہ نامور وکلاء و شعرا کو بھی دعوت دی گئی۔ کنوینر علمائے دیو بند کا عقید تمند تھا اور غالباً مولانا محمد علی کاندھلوی کی علمیت کا سکہ بٹھانے کا آرزو مند تھا۔ علماء اہل سنت کی نمائندگی و شرکت کے لئے مفکر ملت صوفی محمد علی صاحب نقشبندی سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔ آخری فیصلے کے لئے وہ صوفی صاحب کے پاس جلسہ کے آغاز سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے آیا۔ لمبی چوڑی گفتگو کے بعد بظاہر وہ مایوس ہو کر چلا گیا' اس کی باتوں سے مجھے یہ محسوس ہوا جیسے خود بھی وہ سنی علماء کی شرکت نہیں چاہتا' صرف اتمام حجت کے طور پر آیا ہے۔ گویا وہ رات کو یہ اعلان کرے گا کہ بریلویوں کو بہت آمادہ کیا مگر وہ آنے سے ڈرتے تھے کہ کہیں ہماری علمیت کا پردہ چاک نہ ہو جائے۔ چنانچہ اس کے جانے کے بعد میں نے صوفی صاحب قبلہ کو جلسے میں شمولیت کے حق میں رائے دی۔ خوش قسمتی سے حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ اپنے ماموں حضرت فضل حسین شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کی عیادت کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے اور تسنیم ہسپتال کے اندر جلوہ افروز تھے جبکہ ہم باہر بیٹھے تھے۔ اتنے میں صوفی صاحب قبلہ کو اندر بلالیا گیا۔ کچھ دیر بعد حضور بھی باہر تشریف لے آئے صوفی صاحب نے مجھ سے فرمایا "بھئی! حضور نے جلسے میں شمولیت کا حکم دے دیا ہے لہٰذا تمہیں بھی ساتھ جانا ہو گا۔ میں نے عرض کیا حکم آپ کو ہوا ہے مجھے تو نہیں اب حضور نے وضاحت سے میرا نام لے کر جانے کی ہدایت فرمائی۔ قاضی عبدالرحمان سابق خطیب مسجد ابوحنیفہ کو ساتھ لے کر ہم جلسہ گاہ میں پہنچے تو ایک مقرر بالکل میرے خدشے کے مطابق ایک فریق کے مشترکہ پلیٹ فارم سے الگ رہنے پر تبصرہ کر رہا تھا۔ ہمیں دیکھا تو اس کے خیالات پر اوس پڑ گئی۔ جلدی ہی دیو بند کے کاندھلوی صاحب کو انھی کے اصرار پر بلایا گیا اور ان کے تعارف میں جو جو متکلف القاب گنے جا سکتے تھے گنے گئے۔ تاہم مولانا چار منٹ سے زیادہ نہ بول سکے۔ مولانا دراصل مصلحت کے تحت آج حضور ﷺ

کی تعریف کرنا چاہتے تھے مگر کسی نے تکبیر و رسالت کے نعرے لگا دیئے اور مولانا بے قابو ہو گئے۔ بدحواسی کے عالم میں تقریر بند کر کے بیٹھ گئے اور ساتھ ہی اٹھ گئے۔ اب سٹیج ہمارا تھا اور مرشد کامل کی اجازت رنگ دکھا رہی تھی۔

اس جلسے میں وکلاء و شعرا جیسے لوگوں نے بھی سٹیج پر آ کر ادباً جوتے اتار دیئے تھے مگر مولانا کو آیات و روایات کی تفسیر کے باوجود اس ادب کی توفیق نہیں ملی اور لوگوں نے اسے بھی محسوس کیا۔

ایسے مشترکہ اور غیر مشترکہ دینی جلسوں میں بارہا میرے آقا کی اجازت مددگار ثابت ہوئی کس کس کا ذکر کیا جائے۔

اب یہاں ایک دو ایسے واقعات بھی درج کئے جاتے ہیں جن سے اجازت نہ لینے کے اثرات واضح ہوں۔ یہ گویا تصویر کا دوسرا رخ ہے اور تدبیر امر کی وہ تشریح جو اوپر کر آیا ہوں' اس سے اور بھی مدلل و مضبوط ہو جائے گی۔

گاڑی سٹارٹ ہی نہ ہوئی:۔ چودھری امیر علی منہاس پروگرام منیجر نیشنل سنٹر گجرات (صدر بزم لاثانی پاکستان ضلع گجرات) آپ بیتی سناتے ہیں

"۱۹۸۰ء کا واقعہ ہے کہ میں وزارت اطلاعات و نشریات کے شعبے موبائیل انفارمیشن یونٹس میں بحیثیت پروگرام منیجر کام کرتا تھا اور اسلام آباد سے اکثر دربار شریف حاضر ہوتا تھا۔ اسی دوران شعبان المعظم کے مہینے میں زکوۃ آرڈی نینس نافذ ہوا اور رمضان شریف میں کٹوتی اور تقسیم بھی شروع ہو گئی۔ اب شکایات بھی پیدا ہوئیں۔ ان کے ازالے کے لئے موبائیل انفارمیشن کے افسروں کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ مرید کے ' شاہکوٹ ' کھڑیانوالہ اور جڑانوالہ کے چند گاؤں میرے حلقے میں شامل تھے۔ میں نے ٹیم انچارج کی حیثیت سے اپنے ساتھ ڈرائیور ہیلپر اور سٹینو گرافر لے کر علی پور شریف سے ہو کر مرید کے نارووال روڈ سے گاؤں میں جانے کا پروگرام بنالیا۔ صبح کے تقریباً دس بجے دربار شریف پہنچے۔ حضور حویلی میں مسجد کی پچھلی دیوار کے زیر سایہ ایک چھوٹی سی چارپائی پر ذرا سمٹ کر آرام فرما تھے۔ ہم بھی دوسرے یاران طریقت کے ساتھ چپ چاپ کھڑے ہو گئے۔ پندرہ منٹ تک بھی آپ نہ

اٹھے تو میں نے اس خیال سے کہ کہیں زیادہ دیر نہ ہو جائے روانگی کا ارادہ کر لیا۔ خدا کی قدرت کہ اسی وقت آپ نے کروٹ بدلی اور پھر چارپائی پر بیٹھ گئے۔ سب کے ساتھ ہم نے بھی سلام عرض کیا۔ ہماری درخواست پر دعا بھی کی اور یہ بھی فرمایا "جاؤ! مسجد میں آرام کرو"۔ مگر ہم وہیں کھڑے رہے کچھ توقف کے بعد اجازت بھی مانگی مگر ارشاد ہوا "جاؤ مسجد میں آرام کرو"۔ ہم اپنی مجبوری کی بنا پر مسجد کی طرف تو نہ گئے البتہ واپسی کا ارادہ کر لیا۔ ڈرائیور چچا اشرف نے گاڑی سٹارٹ کرنے کی کوشش کی مگر بات نہ بنی۔ اتنے میں حضور کے فرزند اکبر حضرت پیر سید عابد حسین شاہ صاحب مدظلہ (موجودہ سجادہ نشین) ہل چلا کے واپس آ گئے۔ میں نے سلام کیا۔ گاڑی سٹارٹ نہیں ہو رہی تھی' آپ نے سوچا شاید پھسلن کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے آگے بیلنے لگا کر گاڑی کو خشک جگہ پر کیا مگر کوشش بسیار کے باوجود پھر بھی سٹارٹ نہ ہوئی۔ کافی دیر کے بعد صاحبزادہ صاحب پھر تشریف لے آئے' میں نے ٹریکٹر سے اسے ہلانے کی درخواست کی آپ نے ٹریکٹر بھی بھیج دیا جو گاڑی کو باہر سڑک تک لے آیا مگر وہ پھر بھی سٹارٹ نہ ہوئی۔ آخر سوچا بار بار سیلف مارنے سے بیٹری ضائع ہو جائے گی' پہلے اسے چارج کرا لیں اتنے میں پھر حضرت سجادہ نشین مدظلہ تشریف لائے۔ آپ نے بھی فرمایا "ذرا آرام کر لو" مگر ہمارے کان پر پھر بھی جوں نہ رینگی۔ روزہ' گرمی' دھوپ کی شدت میں کئی گھنٹے گزارے آخر تھک ہار کر کیکر کے نیچے بیٹھ گئے۔ ساڑھے چار بجے چچا اشرف بھی قلعہ سوبھا سنگھ سے بیٹری چارج کرا آیا۔ پھر کوشش کی مگر ناکام۔ آخر گاڑی یہیں سڑک پر لاک کر دی۔ ہیلپر کو یہیں بٹھایا اور خود پھر دربار شریف چلے گئے۔ حضور نے پھر فرمایا "چلو! مسجد میں آرام کرو" اب کچھ سمجھ آئی۔ خیر عصر کی نماز پڑھی اور شام تک مسجد ہی میں رہے۔ پھر افطاری ہوئی اور نماز کے بعد کھانا کھایا۔ دن بھر کے تھکے ہوئے تھے نماز تراویح مشکل سے ادا کی اور سحری تک مسجد میں سوئے رہے۔ صبح روزہ رکھا اور حضرت سے اجازت لی تو بخوشی فرمایا "جاؤ اللہ دے حوالے" سڑک پر آئے گاڑی 20-J جس پر آتے ہی کسی دھکے یا انجن میں گرم پانی ڈالے کے بغیر ہی فوراً سٹارٹ ہو گئی۔

ڈرائیور چچا اشرف جو چکوال کا رہنے والا تھا بولا منہاس صاحب میں تو پیروں کا قائل

نہیں تھا' آج قائل ہو گیا ہوں۔ مجھے دوبارہ دربار شریف لے چلیں اور حضرت کی غلامی میں پیش کر دیں۔ چنانچہ حضور نے اسے بیعت میں لے لیا۔

واپسی محال ہو گئی:۔ کچھ ایسا ہی واقعہ ماسٹر محمد ابراہیم صاحب آف پہاڑی پور بیان کرتے ہیں۔

"ایک دفعہ میں اپنے بیٹے محمد اسماعیل کو ساتھ لے کر سالانہ عرس مقدس کے موقع پر علی پور شریف حاضر ہوا۔ عرس سے فارغ ہو کر دست بوسی کی بار بار کوشش کی مگر ناکامی ہوئی۔ بیٹے نے کہا زیارت تو ہو ہی گئی ہے باقاعدہ اجازت لئے بغیر نکل چلتے ہیں۔ موضع ڈوگراں میں رشتہ دار تھے' رات انھی کے پاس گزاری۔ یہاں سے دو بچیوں کو بھی ساتھ جانا تھا۔ طے یہ ہوا صبح سویرے موٹر سائیکلوں سے اگوکی پہنچ جائیں گے اور وہاں سے ٹرین پکڑ لیں گے۔ چنانچہ پروگرام کے مطابق صبح یہاں پہنچے تو گاڑی جا چکی تھی۔ اب سوچا سمبڑیال تک موٹر سائیکلوں پر چلتے ہیں اور وہاں سے ٹرین پر بیٹھ جائیں گے مگر یہاں اسٹیشن کے قریب پہنچ کر ایک موٹر سائیکل میں خرابی پیدا ہو گئی اور یوں پھر گاڑی سے محروم ہو گئے۔ اب بس کا رخ کیا' تقریباً دس بسیں گزر گئیں' کسی نے قبول نہ کیا۔ میں نے کہا "واپس چلو" بولا "کیوں"۔ میں نے کہا "حضور نقش لاثانی سے اجازت لے آئیں" چنانچہ بچیوں کو اگوکی ٹھہرا کر ہم باپ بیٹا دربار شریف حاضر ہوئے قیوم زمانی حضور شاہنشہ لاثانی علیہ الرحمتہ کی بارگاہ میں سلام کیا اور سیدی حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے معافی مانگی۔ رات اگوکی آ گئے۔ صبح بخیر و عافیت ٹرین سے واپس گھر پہنچ گئے۔

اب چند خصوصی تجربات پیش کئے جاتے ہیں تاکہ تصویر کا ایک عجیب پہلو بھی سامنے آ جائے بعض اوقات مرشد کامل کسی وجہ سے طالب کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے یا کسی پوشیدہ حکمت کی بنا پر کسی سفر سے روکنا چاہتا ہے مگر بد قسمتی اور ناتجربہ کاری سے وہ اجازت لینے پر تلا ہوتا ہے اور شامت نفس سے شیخ کی رضا کا علم ہونے کے باوجود' وہ اس کے برعکس کرنے کے لئے اجازت حاصل کرنے کا تکلف کرتا ہے۔ ظاہر ہے یہ اجازت بھی دراصل اجازت نہیں ہوتی بلکہ مرید کو اس کے حال پر چھوڑنے کی صورت ہوتی ہے 2خوش ہوتا ہے کہ ادب

کا تقاضا پورا ہو گیا ہے اور اجازت کے ساتھ ہی آیا ہوں حالانکہ خود اس کا دل حقیقت حال کی گواہی دیتا ہے (بشرطیکہ اس میں کچھ رمق موجود ہو) کہ شیخ نے خوشی سے روانہ نہیں کیا۔ مرید صادق تو وہ ہے جو اپنا ارادہ شیخ کامل کے ارادے میں فنا کر دے' اسی کی رضا کو کعبہ مقصود بنائے اور اسی کے ارشاد کی تعمیل ہی میں دو جہان کی بہتری سمجھے بلکہ یقین کرے۔ جب ہادی مطلق اللہ جل جلالہ کسی پر فضل فرمانا چاہتا ہے تو اس کے دل کو اسی سچی اور کامل ارادت سے نوازتا ہے۔ طریقت کے سفر کا اولین تقاضا یہی ہے کہ انسان اپنی عقل کو امام بنانے کے بجائے کسی کے اشارۂ ابرو پر سب کچھ وار دے۔ میں سمجھتا ہوں' اگر چند ٹھوکروں سے بھی انسان سنبھل جائے تو غنیمت ہے کیونکہ صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا ہوا مت سمجھئے۔ اب ذیل میں بعض ایسی ہی ٹھوکروں کا ذکر ہے جن میں بعض تو جلیل القدر ہستیوں سے تعلق رکھتی ہیں اور بعض اس گنہگار راقم الحروف سے

مجذوب ہے:۔ صوفی محمد حسین ٹرپٹی والے درباری نعت خوان اور ایک دو اور دوستوں کے سامنے فخر الصوفیاء والعلماء حضرت پیر سید فضل صاحب آف قاضی باقر علیہ الرحمتہ' جو غوث دوراں اعلیٰ حضرت شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کے ممتاز خلیفہ مجاز اور سفر و حضر کے امام تھے' نے اپنا واقعہ سنایا۔

حضور نقش لاثانی قدس سرہ ایک تبلیغی سفر پر تشریف لے جا رہے تھے۔ میں نے بھی ساتھ جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضور نے منع فرمایا۔ میں نے جانے پر اصرار کیا تو فرمایا اچھا آپ کی مرضی (یعنی میری مرضی تو نہیں) منزل مقصود پر پہنچا اور رات کو وعظ کے لئے کھڑا ہوا تو گلا بیٹھ گیا۔ حضور صبح واپس تشریف لے آئے اور میں اپنے پروگراموں میں لگ گیا مگر جہاں جاتا آواز نہ کھلتی۔ پندرہ دن تک یہی کیفیت رہی۔ آخر ایک روز عشاء کے بعد سیدی و مرشدی حضور شاہنشاہ لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تصور و مراقبہ میں رو رو کر فریاد کی۔ رات کو خواب میں آپ تشریف لے آئے اور فرمانے لگے "شاہ جی! میرا علی حسین مجذوب اے۔ اہدے پروگرام وچ دخل نہ دیا کرو ہن تہانوں معافی مل گئی پھیر انج نہ کریو"۔ صبح اٹھا تو گلا ٹھیک ہو چکا تھا۔

آواز بیٹھ گئی:۔ بالکل اسی صورتحال سے باباجی مرحوم یعنی صوفی محمد علی صاحب طوطئی ہندوپاکستان دوچار ہوئے۔ حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ کے ساتھ سفر میں تھے۔ ایک دن اجازت لینا چاہی مگر آپ نے روکا۔ اصرار کیا تو اسی قسم کی اجازت جس کا اوپر ذکر ہوا مل گئی۔ روانہ ہوئے مگر آواز بیٹھ گئی۔ واپس آئے اور کئی دن ساتھ رہے مگر نگاہ کرم نہ ہوئی۔ (۱۹۵۲ء کا واقعہ ہے) حضور میرے (مصنف کتاب کے) والدماجد علیہ الرحمہ کی التجا پر ہمارے ہاں موضع پھگواڑی میں جلوہ افروز تھے۔ نواب صاحب چودھری فقیر محمد مرحوم اور اس فقیر کو اسی روز غلامی میں لیا۔ اس رحمت کے وقت میرے والد نے حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ سے باباجی سے نعت سنانے کی اجازت چاہی تو بندہ نواز نے قبول فرمائی اور یوں سترہ دن کے بعد آواز واپس آئی گویا ان کی پہلی آواز اگر حضور شاہ لاثانی قدس سرہ کی کرامت تھی (جیسا کہ اپنوں بیگانوں کو اعتراف ہے تو دوسری آواز حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی نظر برکت اثر کا صدقہ تھی اور گویا یہ دونوں آوازیں اعلان کر رہی ہیں

نقش لاثانی ' لاثانی ۔ لاثانی ' نقش لاثانی !!!!

الحق یہ وہی ہیں اور وہ یہی ' سبحان اللہ ! سبحان اللہ !

آج یہیں ٹھہرو (مصنف کی کہانی):۔ ۱۹۶۵ء کی بات ہے میں پنڈی بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ میں اے۔ ای۔ او کے فرائض سرانجام دے رہا تھا دربار شریف سلام کے لئے حاضر ہوا تو گھنٹہ دو گھنٹے ٹھہر کر واپسی کی اجازت چاہی۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی نے فرمایا "آج یہیں ٹھہرو" پھر اجازت طلب کی۔ پھر فرمایا "یہاں رہتے تو بہتر تھا"۔ عطاو خطا کی یہ تکرار ہوتی رہی آخر عرض کیا کہ لاہور میں ایک دوست سیالکوٹ سے آکر میرا انتظار کرے گا اور یہی اصل پریشانی کی وجہ تھی۔ حضور نے بھی اجازت دے دی مگر وہی اجازت جس میں دراصل غضب پوشیدہ ہوتا ہے۔ لاہور آیا تو جس کے انتظار کا ڈر تھا انتظار کراتا رہا مگر نہ آیا۔ چند روز بعد ملاقات ہوئی تو کہنے لگا ایسا کوئی وعدہ ہی نہیں ہوا تھا۔ پنڈی بھٹیاں آیا تو گورنمنٹ ہائی سکول ڈسکہ میں تبادلہ ہو چکا تھا' اب دماغ کچھ ٹھیک ہوا۔

پھر یہ حضور ہی کی بیکس نوازی تھی کہ ہزارہا خطائیں معاف فرما کر اپنے قدموں میں

بلاتے رہے اور آہستہ آہستہ اس طرح گرفتار کیا جس کی تمنا ایک بار عرس شہنشاہ لاثانی میں چادر پوشی کے موقع پر ایک پنجابی مصرع میں عرض کی تھی یعنی

"ایسی زنجیر پاؤ مرے قلب نوں دور قدماں توں ہرگز نہ جاون دیو"

شوریدہ سری کا یہ حال کہ ایک رات بھی دربار شریف میں رہنا دشوار اور بندہ پروری کا یہ کمال کہ سالہا سال رات دربار شریف میں اور دن سیالکوٹ میں۔ کیوں نہ ہو یہ انھی سرکار رحمتہ للعلمین ﷺ کی رحمت کے مظہر و وارث ہیں جن کی بارگاہ عرش پناہ میں مجدد ملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے عرض کیا ہے۔

اپنے خطا کاروں کو اپنے ہی دامن میں لو !
کون کرے یہ بھلا تم پہ کروڑوں درود !!!!

چارہ کار نہیں :۔ قیام سیالکوٹ کے دوران کئی برس محلّہ اسلام پورہ نزد رنگ پورہ چوک میں مسجد پنجتن پاک کے زیر سایہ رہنے کا اتفاق ہوا۔ ایک دفعہ اسی مسجد میں جلسہ منعقد ہو رہا تھا۔ مسجد کی انتظامیہ کے دو فرد میرے پاس اس وقت آئے جب میں ظہر کی نماز پڑھ کر دربار شریف کو جانے ہی والا تھا۔ انہوں نے رات کے جلسے میں شمولیت کے لئے بہت اصرار کیا مگر میں دربار شریف کی غیر حاضری سے ڈرتا تھا آخر کہا ! بھائی ! اب جانے دو' ہو سکا تو اجازت لیکر رات کو آجاؤں گا۔ دربار شریف حاضر ہوا اور قدم بوسی کے بعد کسی کام میں مشغول ہو گیا۔ سردیوں کے دن تھے۔ مغرب کا وقت قریب آرہا تھا اجازت لینے کا جب بھی ارادہ کیا دل نے ہامی نہ بھری تاہم نفس کی شامت نے زبان سے کہیں اگلوا دیا" حضور! رات کو جلسہ ہے جلسے والے منتظر ہوں گے"۔ فرمایا! "اچھا جاؤ" مگر دل کو یقین تھا کہ سخت غلطی ہوئی یہ مرضی کے بغیر والی اجازت لے کر چلا تو سفر معمول سے خاصی زیادہ دیر میں طے ہوا۔ چاٹنا چوک میں اترا تو نہ کوئی تانگہ نہ رکشا (یہ بھی خلاف معمول تھا) پیدل چلا اور وہ بھی سخت اندھیرے میں کم از کم یہ تسلی تھی کہ اتنی مصیبتوں سے پہنچا ہوں۔ بلانے والے تو خوش ہوں گے اور وعدہ وفائی کی داد دیں گے (حالانکہ یہ دراصل وعدہ بھی نہیں تھا) مگر انہوں نے پوچھا تک نہیں جیسے نہ تو انہوں نے کوئی اصرار کیا ہو اور نہ میری ضرورت انہیں محسوس ہو رہی ہو

۔یعنی جس کے بغیر چارہ کار نہیں تھا اب اس کی موجودگی کا کوئی فائدہ نہیں۔اب ہوش آیا کہ عزت بلکہ ہر نعمت قدرت نے دامن مرشد میں رکھی ہے ان سے جھوٹ موٹ کی تسلی نفس کے لئے ایسی اجازت لینے کی کوئی تک نہیں ۔ بات تو تب بنے جب وہ خوش ہو کر اجازت مرحمت فرمائیں۔

ہشیاری کا انجام:۔ حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ کی حیات دنیوی کے آخری دور میں خطبہ جمعہ کے لئے سیالکوٹ آنا ہوتا تو یہ بھی پوچھ لیتا "حضور! جمعہ کے بعد کیا حکم ہے؟" اگر واپسی کا ارشاد ہوتا تو دربار شریف آجاتا اور اگر فرماتے "رات وہیں رہنا" تو سمجھ لیتا کہ سیالکوٹ میں دوستوں کے پروگراموں میں شرکت کی اجازت ہے۔ایک دفعہ جمعہ کے بعد یعنی ہفتے کی رات کو صوفی باصفا جناب سیٹھ محمد اقبال صاحب (جو حضرت علامہ حاجی ابوداؤد محمد صادق صاحب مدظلہ کے مرید رشید ہیں اور دربار شریف سے بھی مخلص ہیں) کے ہاں محفل ذکر تھی اگلے دن قائد اعظم پبلک سکول کینٹ جس کے مہتمم عزیزم محمد ریاض صاحب ہیں ' میں یوم قائد اعظم تھا۔ میرے خیال میں یہ دونوں پروگرام بہت اہم تھے لہٰذا معمول کے مطابق اجازت نہ مانگی (یعنی یہ نہ کہا کہ حضور جمعہ کے بعد کیا حکم ہے بلکہ پہلے ہی چالاکی سے عرض کردیا کہ حضور رات کو اور پھر دن کو یہ پروگرام ہے تاکہ حضور کی اجازت بخشی میں شک نہ رہے۔ حضرت نے اجازت تو دے دی مگر دل یہی کہتا رہا کہ چالاکی یہاں نہیں چلے گی اور اس کی سزا ملے گی۔چنانچہ خطبہ جمعہ کے بعد صوفی محمد اقبال صاحب نے فرمایا "کچھ رشتہ دار الجھتے تھے لہٰذا والدہ صاحبہ نے محفل ذکر کو ملتوی کرنے کا حکم دے دیا ہے آج یہ پروگرام نہیں ہوگا(اور غالباً سالہا سال گزرنے کے باوجود ابھی تک پروگرام منعقد نہیں ہو سکا) اب دل کو یقین ہوگیا کہ کل بھی صورت حال یہی ہو گی۔چنانچہ دن بھر گھر میں بیٹھا منتظر رہا انہوں نے جلسہ نہ کرنے کی اطلاع بھی نہیں دی اور پھر کئی روز بعد ملے تو فرمایا پروگرام ملتوی ہو گیا تھا غالباً پھر آج تک ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔

دعاو توجہ کی برکات

ایک یہی سامان ہے میرا ' ایک یہی ہے میرا بھرم !!
ان کی عنایت ' ان کی توجہ ' ان کی دعا اور ان کا کرم

دنیا عالم اسباب ہے اس پر مومن و ملحد دونوں کا اتفاق ہے ' دونوں اسباب کی تلاش کر کے انہیں استعمال میں لاتے ہیں۔ ہاں ' ملحد انہی اسباب کو سب کچھ سمجھتا ہے ' انہی سے اس کی امید یا خوف وابستہ رہتا ہے اور ان سے آگے اس کے نزدیک کچھ بھی نہیں۔ مومن اسباب کی اہمیت کا قائل ہے مگر انہی کو سب کچھ نہیں سمجھتا بلکہ اس کے نزدیک اصل طاقت کا مالک خالق اسباب (یعنی مسبب الاسباب) ہے ' جس نے اسباب کو اسباب بنایا۔ وہی اپنی حکمت و مشیت کے مطابق اسباب کو مخصوص طاقت و تاثیر عطا فرماتا ہے اور جب چاہے یہ طاقت و تاثیر سلب فرما لیتا ہے۔ مثلاً آگ جلاتی ہے اور تلوار کاٹتی ہے۔ ملحد کے نزدیک آگ کو جلانے سے اور تلوار کو کاٹنے سے روکنے والی کوئی طاقت نہیں مگر مومن آگ اور تلوار کے جلانے اور کاٹنے کو حتمی نہیں سمجھتا ' اس کے ایمان کے مطابق جس ذات نے آگ پیدا کی ' اسے جلانے کی طاقت بخشی ' وہی اسے ناپید بھی کر سکتا ہے اور اس سے جب چاہے ' جلانے کی طاقت سلب بھی فرما سکتا ہے۔ یونہی تلوار اور دوسری مخلوق کی صفات اور تاثیرات مستقل اور حتمی نہیں۔ قطعی ' یقینی اور حتمی طاقت تو اللہ کے پاس ہے جو سب کا خالق ' مالک حقیقی اور موثر فی الوجود ہے

ملحد بیمار ہو ' ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق علاج کرائے پھر شفایاب ہو جائے تو سمجھتا ہے کہ ڈاکٹر اور دوا نے شفا دی اور ڈاکٹر لاعلاج قرار دے دیں تو اب اس کے نزدیک شفایابی کی کوئی صورت نہیں۔ بندہ مومن بھی ڈاکٹروں کے پاس جاتا ہے ' علاج کراتا ہے ' دوا استعمال کرتا ہے مگر اس کا بھروسا علاج و دوا پر نہیں ' بلکہ ڈاکٹروں کو پیدا کرنے والے ' انہیں ڈاکٹری کی صلاحیتیں بخشنے والے اور دواؤں کو موثر بنانے والے خدائے واحد و برتر پر ہے۔ ڈاکٹروں کے علاج سے شفایاب ہو جائے تو وہ اسے ڈاکٹروں کا نہیں بلکہ اللہ کا فضل سمجھتا ہے ' کیونکہ دواؤں میں اثر پیدا کرنے والا وہی ہے ' اور اگر ڈاکٹر لاعلاج قرار دے دیں تو مایوس نہیں ہوتا

'اس لئے کہ مردوں کو زندہ کرنے والا رب غیر محدود طاقتوں کا مالک ہے۔ ڈاکٹر بے بس ہو گئے تو کیا' خداوند کریم تو قادر مطلق ہے۔

مومن اپنے اسی ایمان کی بنا پر کبھی مایوس نہیں ہوتا' دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت سے مرعوب نہیں ہوتا۔ اللہ کی کبریائی کا یقین اسے نمرود و فرعون کے سامنے جھکنے نہیں دیتا۔ درود و سلام ہوں رحمتہ للعلمین ﷺ کی ذات ستورہ صفات پر جس نے انسان کو اسباب سے کٹ کر خالق اسباب سے لو لگانے کا سبق دیا اور خدائے بے نیاز (اللہ الصمد) کا بندہ بنا کر اسے بھی دنیا و ما فیھا سے بے نیاز کر دیا۔ ہاں ہاں یہ احسان عظیم ہے اسی محسن انسانیت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کہ بندے کو اس کے مولا سے ملا دیا۔ وہم و گمان کے سارے بت توڑ کر اسے توحید کے اجالوں اور تقاضوں سے سرشار کیا۔ اب اسے مصیبت سے گھبرانے کی ضرورت نہیں' کسی نازک صورتحال میں اس کے لئے پریشان ہونا زیبا نہیں۔ یہ اپنے پورے یقین و اعتماد سے اپنے رب کو پکارے' اس کے حضور گڑگڑائے' اس کا فضل مانگے' وہ اس کی عاجزی اور گدائی کی لاج رکھے گا۔ گویا یہ بندہ بن کر اپنی بندگی کا ثبوت دے' وہ تو رب ہے ہی' اپنی ربوبیت کا جلوہ دکھائے گا۔ دراصل خود کو ناچار' بے بس' مستحق رحمت سمجھنا ہی بندگی (یعنی عبادت) ہے اور یہی روح دعا ہے۔ دعا گویا اپنی بے چارگی کا اظہار ہے اور جب تک یہ روح موجود نہ ہو' عبادت عبادت ہی نہیں۔ اسی لئے خواجہ کون و مکاں ہادی انس و جاں حضور اصل رحمت و جان عبادت ﷺ نے فرمایا

اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ

دعا ہی تو عبادت ہے۔ احمد ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ

دعا عبادت کا مغز ہے۔ ترمذی

بندہ کی عزت بندگی (عبادت) سے ہے' کیونکہ یہی اس کی وجہ تخلیق ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (الذریت - ۵۶)

ترجمہ آیت۔ اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔

اور عبادت کا مغز دعا ہے' اس لئے ارشاد ہوا

لَيْسَ شَيْئٌ اَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الدُّعَاءِ (ترمذی ابن ماجہ مشکوٰۃ)

ترجمہ:۔ اللہ کے نزدیک کوئی چیز دعا سے زیادہ عزت والی نہیں۔

گویا جو اللہ سے دعا نہیں کرتے' عزت سے محروم ہیں' بلکہ وہ رحمت خداوندی کی بجائے غضب کے مستحق ہے' چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

مَنْ لَمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ (ترمذی)

ترجمہ:۔ جو خدا سے مانگتا نہیں (یا دعا نہیں کرتا) وہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

اسی لئے محبوب اکرم حبیب معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی

اِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ، فَعَلَيْكُمْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ بِالدُّعَاءِ (ترمذی، احمد)

ترجمہ:۔ بیشک دعا نفع دیتی ہے اس چیز سے جو اتر چکی (یعنی بلا و مصیبت) اور اس چیز سے جو ابھی نہیں اتری' پس اے خدا کے بندو! دعا کو اپنے اوپر لازم کر لو

ایمان و بندگی اور دعا:۔ حضور اکرم نور مجسم ﷺ کے اس آخری ارشاد پر غور کیجئے' دعا کی تاکید فرماتے ہوئے' اے اللہ کے بندو! فرما کر مخاطب فرما رہے ہیں گویا بندگی کا تقاضا ہی دعا ہے یونہی پہلی سطور سے ظاہر ہے ایمان کا تقاضا بھی دعا ہے بلکہ عبادت اور دعا ایک ہی چیز ہیں اب یہاں سے یہ بھی سمجھ لیجئے' جس طرح ایمان سب کا ایک جیسا نہیں' عبادت کا ذوق بھی سب میں برابر نہیں' یونہی دعا کا شرف بھی ہر ایک کو یکساں نہیں ملا۔ جس کا ایمان مضبوط ہے اور جس میں بندگی کا احساس زیادہ ہے اسی کو دعا یا حقیقی دعا (جو ضرور قبول ہو) کی توفیق ملتی ہے۔ دعا بھی ایک فن ہے اور اس کے لئے بھی قدرت مخصوص افراد کو منتخب کرتی ہے۔ گویا جسے اللہ اپنی رحمتوں سے نوازنا چاہتا ہے' دعا کا دروازہ اس کے لئے کھول دیتا ہے۔ چنانچہ حضور رحمتہ للعلمین ﷺ فرماتے ہیں

مَنْ فُتِحَ لَهٗ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ (ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ۔ تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھولا گیا اسی کے لئے رحمت کے دروازے

کھولے گئے

اولیا اور دعا:۔ یوں تو بندہ مومن دعا کی توفیق سے بہرہ یاب ہوتا ہی ہے (کہ یہ اس کے ایمان اور بندگی کا اصل تقاضا ہے) مگر اولیاء کرام علیہم الرحمتہ والرضوان جو ایمان اور عبودیت میں دوسروں پر فائق ہوتے ہیں یقیناً ان کی دعا بھی دوسروں کی دعا پر فوقیت رکھتی ہے ۔اسے ایک اور طرح سے بھی سمجھ لیجئے رب فرماتا ہے

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ٥ (الاعراف ۔ ۵۶)

ترجمہ۔ بیشک اللہ کی رحمت محسنین کے قریب ہے

گویا اللہ کی رحمت محسنوں سے قریب ہے اور حضور ﷺ فرماتے ہیں "جس کے لئے دعا کا دروازہ کھولا گیا اس کے لئے رحمتوں کے دروازے کھول دیئے گئے" آیت و حدیث کو ملا کر نتیجہ یہ نکلا کہ محسنین (یعنی اللہ کے مخلص بندے) دعائے خاص کی دولت سے ہمکنار ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث پاک ہے

لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَآءُ

ترجمہ۔ تقدیر کو کوئی چیز نہیں بدل سکتی سوا دعا کے

ظاہر ہے یہ وصف ہماری دعا میں نہیں بلکہ اللہ نے اپنے بندہ مقرب کی دعا کو یہ شان و عظمت عطا کی ہے اسی کے بارے میں اس نے اعلان فرمایا ہے

وَاِنْ سَئَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّہٗ

ترجمہ۔ اور اگر وہ مجھ سے کوئی چیز مانگے تو ضرور ضرور اسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ طلب کرے تو میں اسے ضرور ضرور پناہ دیتا ہوں

اب ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ بخاری شریف کی اس روایت میں اگرچہ بندہ مقرب کی گویا ہر دعا قبول کرنے کا وعدہ ہے مگر قرآن حکیم کے بعض مقامات پر ہر شخص کے لئے اس (قبول دعا کے) شرف کا اشارہ ملتا ہے مثلاً

اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

ترجمہ۔ میں دعا قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی جب وہ مجھ سے دعا کرے۔ البقرہ

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ

ترجمہ۔ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ المومن ۶۰

اس سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ یقیناً وہ اپنے وعدے کے مطابق دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہے (اور قبول فرماتا) ہے مگر وہ دعا تو ہو۔ تفصیل سے یہ عرض کر آیا ہوں کہ جس میں جتنا ایمان اور احساس بندگی ہو گا اتنا ہی اسے دعا کا شرف یا توفیق ملے گی یا بالفاظ دیگر وہ اتنی ہی دعا ہو گی۔ جس طرح ہم عوام کی نماز خلوص' خشوع و خضوع سے عموماً خالی ہو کر حقیقی نماز کی بجائے محض صورت کے اعتبار سے نماز ہوتی ہے۔ یونہی ہماری دعا بھی دعا کے اصل تقاضوں سے محروم رہ کر محض صورتاً ہی دعا ہوتی ہے۔ دعا میں جتنی دعائیت ہو گی ضرور قبول ہو گی جیسے نماز میں جتنی توجہ ہو گی مقبول ہو گی۔ حقیقت میں ہم دعا سے آشنا ہی نہیں۔ میں نے ایک بار عرض کیا تھا

تم مرا اضطراب کیا سمجھو !!!!
میں ہوں حرف دعا میں الجھا ہوا

دیکھئے قرآن فرماتا ہے

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ (النمل ۔ ۶۲)

ترجمہ۔ سو (خدا کے سوا) وہ کون ہے جو ناچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے اور دکھ دور کر دیتا ہے

گویا دعا کرنے والے کے لئے مضطر ہونا ضروری ہے اور مضطر کون ہے جسے اپنی بیچارگی کا مکمل احساس ہو۔ کیا ہمیں یہ احساس کماحقہ حاصل ہے؟ اور جب تک یہ احساس کامل نہیں ہو گا' دعا حقیقت میں دعا کیونکر بنے گی۔ اب آیئے حدیث پاک کی طرف دعا قبول نہ ہونے کی وجہ بیان فرما رہے ہیں سب کے غمگسار حضور احمد مختار ﷺ

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَجِیْبُ دُعَآءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاہٍ (ترمذی شریف)

ترجمہ۔ اور جان رکھو کہ خدا غفلت اور بے پروائی برتنے والے دل کی دعا قبول نہیں فرماتا

ایک دوسری حدیث پاک کے دوسرے حصے کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمایئے۔

ایک شخص لمبے لمبے سفر کرتا ہے جس کے بال پراگندہ اور بدن گرد آلود ہے (یعنی اس کی حالت ظاہرہ ایسی ہے کہ جو دعا مانگے قبول ہو) اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یا رب یا رب کہتا ہے مگر اس کی حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام 'اس کا پینا حرام 'اس کا لباس حرام اور اس کی غذا حرام ہے پھر اس کی دعا کیونکر قبول ہو گی۔ (مسلم شریف مشکواۃ شریف)

ذرا سوچیئے اس قسم کے ارشادات کی روشنی میں کیا ہماری دعا بھی دعا کہلانے کی مستحق ہے

پھر ہم کیا کریں :۔ ایسی صورت میں کہ ہماری دعا دعا ہی نہیں اور قبولیت کے تقاضوں سے بہت دور ہے 'ہمیں کیا کرنا چاہیے ؟ ایک بات تو ظاہر ہے ہمیں رسم دعا ہی نہیں چھوڑ دینی چاہیے بلکہ حلال و حرام کی تمیز کر کے حلال اختیار کرنا چاہیے اور حرام سے بچنا چاہیے۔ پھر اپنے اندر اخلاص 'عجز و انکسار اور بیچارگی کا احساس پیدا کرنا چاہیے اور پورے یقین اور توجہ سے دعا مانگنی چاہیے (جیسا کہ احادیث شریفہ سے مستفاد ہے) دوسرے وہ حضرات جن کی دعا قبول ہوتی ہے (اور کتاب و سنت میں بھی ان صفات کی نشاندہی ہو چکی ہے) ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کرانی چاہیے بلکہ ان کی صحبت و خدمت سے ہمیں دعا کرنے کا فن سیکھنا چاہیے قبول دعا کے جن تقاضوں کا ذکر اوپر آیا ہے۔ ان کا حصول بھی اولیاء کرام کی صحبت ہی سے ممکن ہے۔ ہماری غفلت غرور و تکبر حلال و حرام کی پروانہ کرنا نفسانیت کی بنا پر ہے اور نفس کا علاج بقول مولائے روم علیہ الرحمتہ مرشد کامل سائے کے سوا ناممکن ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ :۔ آج کل یہ سوال بہت پھیلایا جا رہا ہے کہ جب خدا سب کچھ دیکھتا سنتا ہے اور خود فرماتا ہے

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ق - ۱۶)

رب انسان کی شہ رگ سے بھی قریب ہے تو کسی اور سے دعا کے لئے کہنا اور دور دور چل کر بزرگوں سے دعا کرانا کس لئے ؟

جواباً عرض ہے کہ یقیناً ہمارا خدا سمیع و بصیر (ہر شے کا دیکھنے سننے والا) ہے اور اپنے علم و قدرت کے ساتھ سب سے حتیٰ کہ شہ رگ سے بھی قریب ہے مگر افسوس اپنے گناہوں اور

کوتاہیوں کے سبب ہم اس سے دور ہیں 'بقول حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمتہ

یار نزدیک تر ازمن بمن است

وے عجب بیں کہ من ازوے دورم

ترجمہ۔ میرا یار مجھ سے بھی میرے زیادہ قریب ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ میں پھر بھی اس کے قرب سے محروم ہوں ہم اس کے مقرب ہوتے تو ہمارا بھی وہی حال ہوتا جو اس نے اپنے بندہ مقرب کا بیان فرمایا ہے یعنی

كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا (بخاری شریف)

ترجمہ۔ میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے

(اس کے آگے وہ الفاظ ہیں جو اوپر ترجمہ سمیت آگئے ہیں یعنی وان سئلنی۔۔۔۔)

مزید اطمینان کے لئے ایک طویل حدیث کا ترجمہ حاضر خدمت ہے

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا:۔ حضرت اُسیر بن عمرو اور بقول بعض حضرت ابن جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب یمن سے امدادی جماعتیں آتیں تو آپ ان سے پوچھتے کیا تمہارے درمیان اویس ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہے؟ حتی کہ آپ حضرت اویس کے پاس پہنچے تو ان سے پوچھا کیا آپ اویس بن عامر ہیں؟ عرض کی "ہاں" فرمایا کیا "تم برص کی بیماری میں مبتلا تھے اور اس سے تمہیں شفا حاصل ہو گئی ہے سوا درہم بھر جگہ کے؟" عرض کی "ہاں" فرمایا "کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں؟" عرض کی "ہاں" فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا۔

يَأْتِي عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادِ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ

مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ كَانَ بِهٖ بَرَصٌ فَبَرَءَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ يَّسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ،

(تمہارے پاس یمن کی امدادی جماعتوں میں قبیلہ مراد کی شاخ قرن کا ایک شخص اویس بن عامر آئے گا۔ اسے برص کی تکلیف تھی جس سے وہ شفایاب ہو گیا' سوا درہم بھر جگہ کے۔ اس کی ماں بھی ہے جس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا ہے اگر وہ (اویس) اللہ پر قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم ضرور پوری فرمائے گا ۔ اگر تیرے لئے ممکن ہو کہ اس سے بخشش کی دعا کرائے تو ضرور ایسا کر) للذا آپ میرے لئے بخشش کی دعا کریں تو انہوں نے دعائے مغفرت کردی۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ عرض کی "کوفہ" فرمایا کیا تمہیں کوفے کے گورنر کے نام خط نہ لکھ دوں؟ عرض کی "مجھے عام لوگوں میں رہنا زیادہ پسند ہے"۔

یہ مسلم شریف کی روایت کا پہلا حصہ ہے اور اس سے ہمارا مقصود حاصل ہو گیا تاہم باقی روایت کے مطابق اگلے سال ایک باحیثیت آدمی نے حج کیا۔ وہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملا تو آپ نے حضرت اویس کے بارے میں پوچھا۔ اس نے عرض کی "میں اسے تنگدستی اور غربت کی حالت میں چھوڑ کر آیا ہوں"۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے مندرجہ بالا حدیث پاک سنائی' وہ شخص بھی (واپس جا کر) حضرت اویس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور التجا کرنے لگا میرے لئے استغفار کیجئے۔ آپ نے فرمایا تم ابھی نیک سفر سے آئے ہو' اس لئے تم میرے لئے بخشش کی دعا کرو پھر انہوں نے پوچھا کیا تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملے ہو؟ بولا ہاں تو انہوں نے اس کے لئے بخشش مانگی (اس سے) لوگ آپ کی شان سمجھ گئے تو آپ کا جس طرف جی چاہا' تشریف لے گئے۔

مسلم شریف کی ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے ایک بے ادب کو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنایا جس میں قریب قریب یہی الفاظ ہیں آخر میں ہے

فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ

(یعنی تم میں سے جو بھی اویس سے ملے اس سے بخشش کی دعا کرائے)

اسی کی تیسری روایت کے مطابق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک یوں سناتے ہیں

اِنَّ خَيْرَ التَّابِعِيْنَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ اُوَيْسٌ وَلَهُ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهٖ بَيَاضٌ فَمُرُوْهُ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ

ترجمہ۔ بیشک تابعین میں سے بہترین اویس نامی ایک آدمی ہے اس کی والدہ بھی ہے اور اسے برص کا مرض بھی تھا اسے کہو کہ تمہارے لئے دعائے مغفرت کرے۔

ذرا خیال فرمایئے وہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی بخشش کا منکر مسلمان نہیں ہو سکتا انہیں کس وضاحت سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خیر التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پتہ بتا کر ملنے اور بخشش کی دعا کرانے کی تلقین فرما رہے ہیں اور خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس اہتمام سے اس پر عمل کیا اور دوسروں کو بھی ترغیب دی۔

دوسروں سے دعا کرانا بالخصوص وہ جنکی دعا رد نہیں ہوتی خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی سنت ہے۔ حضرت مولائے روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

آں شنیدستی کہ فخر انبیا !
اُو زِ مسکیناں ہمی جُستے دعا

ترجمہ۔ اور تو نے سنا کہ حضور فخر انبیا صلی اللہ علیہ وسلم مسکینوں سے دعا کرایا کرتے تھے۔

چنانچہ یہی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں

اِسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الْعُمْرَةِ فَاَذِنَ لِيْ وَقَالَ لَا تَنْسَنَا يَا اُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ فَقَالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ لِيْ بِهَا الدُّنْيَا۔

ترجمہ۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت مرحمت فرمادی اور فرمایا اے میرے بھائی[1] ہمیں اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کرنا۔

[1] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکسار و محبت کا اظہار کرتے ہوئے "اے میرے بھائی" فرمایا۔ سیدنا فاروق اعظم نے اسی عنایت پر اظہار مسرت فرمایا ' ورنہ انہوں نے یا کسی اور صحابی نے کبھی اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بھائی نہ کہا۔ وہ تو اپنے ماں باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرتے تھے اور کہتے تھے۔ فداک ابی و امی

حضرت عمر فرماتے ہیں حضور ﷺ کے یہ کلمات ایسے ہیں کہ اگر ان کے بدلے ساری دنیا مجھے مل جائے تو بھی مجھے پسند نہیں
ابوداؤد نے اسے حدیث صحیح اور ترمذی نے حدیث حسن صحیح فرمایا فرمایئے کیا اب بھی تسکین نہیں ہوئی

غوث صمدانی حضور نقش لاثانی قدس سرہ الصمدانی کی دعاو توجہ کے اثرات وبرکات

اب آیئے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی دعاو توجہ کے اثرات وبرکات کی طرف۔ آپ نے گزشتہ تمہیدی گزارشات میں ملاحظہ فرمالیا کہ بندہ مومن جوں جوں خالق اسباب کے قرب کی منزلیں طے کرتا جاتا ہے' اسباب سے بے نیاز بلکہ بالاتر ہوتا جاتا ہے۔ اس کا آسان اور تجرباتی ثبوت اولیاء کرام علیھم الرحمتہ کی خداداد قوتیں' ان کے حیران کن تصرفات اور ان کی دعاو توجہ کے اثرات و ثمرات ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلام کی اشاعت میں اس آسان اور تجرباتی ثبوت کو بڑا دخل ہے اور یہ یقیناً خدا و نبی (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم) کی اور قرآن و اسلام کی حقانیت کی روشن دلیل ہے۔ جب حضور غوث پاک' داتا صاحب' حضرت شیخ مجدد الف ثانی علیھم الرضوان جیسے بزرگان دین کے کمالات بیان کئے جائیں تو بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا اس دور میں بھی کوئی ایسی شخصیت موجود ہے جس کے تصرفات وغیرہ کو دیکھ کر دل مطمئن ہو جائے اور اسلام کا ماضی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے۔ حضرت نقش لاثانی قدس سرہ کے اثرات دعا یہاں بیان کرنے سے اس سوال کا جواب بھی آپ کو مل جائے گا کہ اگر قرآن وہی ہے اور اس کی برکات وہی ہیں' دین وہی ہے اور دین کے فوائد وہی ہیں تو یقیناً آج بھی ایسے مردان کامل موجود ہیں جو دعا سے تقدیر بدل سکتے ہیں' جو توجہ سے دل ودماغ کی کایا پلٹ سکتے ہیں اور جو نظر کرم سے دامن مراد بھر سکتے ہیں

ابھی سب کچھ ہے محبت کے خریداروں کو !!!
حسن یوسف بھی ہے اور مصر کا بازار بھی ہے

حضور نقش لاثانی کی دعا و توجہ کے اثرات کے ضمن میں یہاں صرف ایسے واقعات ہی بیان کئے جائیں گے جن کے بارے میں عقل انسانی دو ٹوک فیصلہ دے سکے کہ یقیناً عام انسانی کوشش سے ایسے مسائل حل نہیں ہو سکتے تھے انہیں اللہ ہی نے حل کیا اور اس کے فضل و رحمت کا وسیلہ بندہ کامل کی دعا و توجہ بنی۔ سب سے پہلے میری اپنی آپ بیتی ہو گی پھر دوسرے احباب کی شہادتیں

۱۔ تقریر اور مقدمہ :۔ (مصنف کی کہانی) چند سال پیشتر (۱۹۷۵ء کے لگ بھگ) شکر گڑھ میں ایک مجسٹریٹ متعین تھا جو رافضی تھا' اسے مجھ سے خدا واسطے کا بیر تھا' بظاہر اس کی وجہ یہ نظر آتی ہے کہ میں اہل بیت رضی اللہ عنہم کا ذکر اپنے مذہب کے مطابق کرتا تھا اور اسے یہ برداشت نہ تھا (کہ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کی دوستی اور باہمی مہر و محبت کے سچے واقعات سنائے جائیں۔) سوشلسٹ حضرات بھی مجھ سے سخت بیزار تھے غالباً ان سب نے اکٹھے ہو کر مجھے پریشان کرنے کی ٹھان لی۔ میں نے رمضان المبارک کے ایک خطبہ جمعہ میں تقویٰ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے عرض کیا کہ قرآن حکیم نے مسلمانوں کو عدل و انصاف کی عظمت بھی ہو اقرب للتقوی (یعنی عدل تقوی سے زیادہ قریب ہے۔ سورۃ مائدہ) کے الفاظ سے بیان فرمائی ہے اور حکم یہ ہے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز بے انصافی کا مجرم نہ بنا دے۔ آج ہم عدل و انصاف کے بجائے برادری پیشہ یا کوئی اور ایسا تعلق ملحوظ رکھتے ہیں۔ کوئی راجپوت برا کرے تو راجپوت اس کا ساتھ دیں گے۔ گوجر گناہ کرے تو باقی گوجر اس کی حمایت کریں گے۔ استاد غلطی پر ہو تو اساتذہ اسے ٹوکنے کی بجائے اس کے ہمنوا بن جائیں گے اور وکیل غلط کرے تو وکلا اس کی وکالت کریں گے۔ یہ اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔ مقدمہ بنانے والوں نے یہ گھڑ لیا کہ سب جج حرام کھاتے ہیں اور سب وکیل جھوٹ بولتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی منصوبہ بنایا کہ عین خطاب جمعہ کے وقت اس سے پیشی کے لئے دستخط کرائے جائیں تاکہ غصے میں آکر آسی سخت الفاظ کہے جو قانون کی زد میں آتے ہوں اور پھر نیا مقدمہ بنایا جائے۔ حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ کی کرامت دیکھئے کہ مجھے آپ نے لاہور بھیج دیا تھا اور خطبہ جمعہ بھی میرے برادر طریقت ڈاکٹر محمد ادریس اللہ بھٹی صاحب

نے دیا۔ گویا پہلی سازش تو یوں ناکام ہوئی۔ دو تین دن کے بعد میں واپس آ گیا صورتحال سے آگاہی ہوئی اور حضور قبلہ عالم نقش لاثانی علیہ الرحمتہ سے دعا کرائی۔ آپ نے فرمایا انشاء اللہ ٹھیک ہو گا اپنے دعوی میں انہوں نے میرے خطاب جمعہ کی جو تاریخ لکھی تھی غلط تھی۔ مجسٹریٹ نے اپنے انصاف کا ڈھونگ رچاتے ہوئے اس مقدمے کو خارج کر دیا۔ اب آپس کے صلاح مشورے سے انہوں نے دوہرا اور دوسرا مقدمہ تیار کیا یعنی ایک اسی مجسٹریٹ کے پاس اور ایک جج صاحب کے ہاں انہوں نے تو پہلی تاریخ پر ہی خارج کر دیا۔ مجسٹریٹ چونکہ بدلہ لینا چاہتا تھا اس لئے اس نے مقدمہ جاری رکھا۔ مقدمہ دائر کرنے والا بھی وکیل تھا اور اس کا حمایتی ایک اور وکیل تھا۔ دوسرے وکیل کے کاغذات جعلی ثابت ہوئے اور اس کی وکالت خلاف قانون قرار دی گئی (پھر دوبارہ دو تین سال کے بعد وہ کہیں امتحان پاس کر کے کوئی چھوٹا موٹا اٹارنی بنا) مجسٹریٹ نے کچھ عرصہ پریشان کر کے آخر باعزت بری کر دیا اور کچھ عرصہ بعد اس سے بھی بعض اختیارات سلب کر لئے گئے۔ بریت کی خبر جناب حسن نظامی ایڈووکیٹ لے کر دربار شریف حاضر ہوئے تو اسی روز یہاں ٹیوب ویل بھی جاری ہوا گویا دربار شریف دوہری خوشی پر بارگاہ خداوندی میں شکر ادا کیا گیا۔

قابل ذکر بات یہی ہے کہ ایک شخص جو چند سال سے بے خوف و خطر وکیل بنا ہوا ہے اور اس کے وہم و گمان میں بھی پکڑے جانے کا خدشہ نہیں تھا آخر اچانک ایسا کیوں ہوا خواجہ حافظ شیراز رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات
بادردکشاں ہر کہ درافتاد ' برافتاد

انہی دنوں مجھے سکول سے کالج پہنچا دیا گیا۔ ایک ہی وقت یہ ترقی اور وہ تنزل سامان حیرت ہے۔ چوہدری سکندر حیات پروفیسر ٹریننگ کالج لاہور فرمایا کرتے تھے کہ یہ (PROMOTION) ترقی اور (DEMOTION) تنزل یقیناً عجیب ہے۔

دوسری پوزیشن:۔ (مصنف کی کہانی) ۳۰ اپریل ر ۱۹۵۶ء کو میرے والد ماجد فوت ہوئے (جو حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کے مزار انور سے چند فٹ کے فاصلے پر جنوب کی

طرف آسودہ خواب ہیں ۔ ایک ماہ بعد میٹرک کا رزلٹ آیا اور حسب ارشاد میں نے جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں داخلہ لے لیا (میری رہائش وغیرہ کا بندوبست بھی حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ ہی نے کیا) سال اول کا نتیجہ نکلا تو میرے فرسٹ آنے کا اعلان کیا گیا (میرے ۶۵۰/۴۹۱ نمبر تھے) دربار شریف حاضر ہوا اور سلام عرض کر کے نتیجے کی مبارکباد عرض کی۔ حضور اپنے پروردہ نگاہ ایک یتیم بچے کی کامیابی پر بہت مسرور ہوئے اور دیر تک الحمد للہ کہتے رہے۔ سگ بارگاہ نے عرض کیا حضور اگر اگلے سال ایک نمبر زیادہ آجائے تو بورڈ میں فرسٹ یا سیکنڈ آنے کی توقع ہے (یوں التجا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس سے ایک سال قبل سیالکوٹ کا ایک طالب علم ۴۹۲ نمبر لے کر بورڈ میں سیکنڈ آیا تھا) حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے فرمایا اللہ کے لئے یہ کب مشکل ہے بات آئی گئی ہوئی۔

سال دوم کا (بورڈ والا) امتحان قریب آیا تو میں بخار اور درد وغیرہ میں مبتلا ہو گیا۔ نہایت دردناک قسم کا عریضہ دربار شریف ارسال خدمت کیا (کہ مر گیا تو قبر کا امتحان' بچ گیا تو بورڈ کا امتحان اور تیاری کسی کی بھی نہیں) پہلے روز انگریزی کا پرچہ تھا پرچہ ٹھیک ٹھاک دیا۔ باہر نکلا تو سخت بخار (کہ بعض دوستوں نے میری صحت سے مایوس ہو کر میڈیکل سرٹیفکیٹ بھیجنے کا مشورہ دے دیا) اسی روز اگلا پرچہ عربی آپشنل کا تھا۔ پرچہ شروع ہونے سے پندرہ منٹ پہلے بخار اترا اور پرچہ تسلی بخش ہوا۔ چند روز کچھ یہی کیفیت رہی۔ جس دن ریاضی کا پیپر تھا' حضور رات سے سیالکوٹ تشریف فرما تھے۔ صبح زیارت کی تو حضور نے تسلی دی اور تبرک کی لسی عطا فرمائی۔ فارسی کا پرچہ آیا تو حضور اس روز بھی سیالکوٹ جلوہ افروز تھے۔ میں نے جلدی جلدی جوابات مکمل کئے اور بغیر دہرائے حضور کی زیارت کے لئے پہنچ گیا (امتحان کے دوران اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ کی کتابوں کی وی پی آگئی اور وقت نکال کر انہیں بھی دیکھتا رہا۔) قریباً دو مہینے بعد نتیجہ آنا تھا۔ حضور ان دنوں تحصیل شکر گڑھ میں جلوہ گر تھے ۔ نتیجے کے دن صبح حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں سلام کیا اور رزلٹ کے بارے میں عرض کیا۔ حضور نے تسلی دی اور رول نمبر بھی لکھوالیا کہ ہو سکا تو ہم بھی اخبار دیکھیں گے۔ اس دور میں اخبار شکر گڑھ میں گیارہ بارہ بجے کے قریب پہنچتا تھا۔ شکر گڑھ جا کر اخبار دیکھا تو میں ۶۵۰/۴۹۲ نمبر لے کر بورڈ میں سیکنڈ آیا تھا اور فرسٹ آنے والا جو

گورنمنٹ کالج لاہور کا امیدوار تھا' صرف ایک نمبر زیادہ حاصل کر سکا تھا۔ ایک روایت کے مطابق حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ نے رزلٹ سن کر فرمایا آنا تو اسی کو فرسٹ تھا مگر جو اللہ کو منظور ہو وہی ہوتا ہے۔ حضور کے اس ارشاد میں یہ اشارہ بھی تھا کہ مانگنے والے نے بھی تو فرسٹ یا سیکنڈ آنے پر رضامندی ظاہر کر دی تھا (میں اگر صرف فرسٹ آنے کا ذکر کرتا تو شیخ کامل کی دعا سے خداوند کریم یونہی کرتا)

امتحان کے حالات تفصیل سے بیان کرنے کا مقصد یہی ہے کہ یہ رزلٹ اپنی محنت کی بنا پر نہیں بلکہ دعائے شیخ کا نتیجہ تھا۔ امتحان کے دنوں میں شاید قدرت نے بیمار بھی اسی لئے کیا تھا کہ مرشد کامل کے فیضان کا یقین شک و شبہ سے بالاتر رہے۔

تین نوجوان:۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی دعا ہمیشہ شامل حال رہی اور سکولوں کالجوں میں تعلیم و تعلیم کے دوران خدائے عزیز و جلیل نے کبھی بے آبرو نہیں ہونے دیا۔ تاہم جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں ایک بار حالات پریشان کن صورت اختیار کر گئے۔ ہوا یہ کہ غالباً ۱۹۷۸ء کی ابتداء میں سال دوم کے تین اکھڑ مزاج طالب علم بھڑ گئے اور نظم و ضبط کی دھجیاں بکھیرنے لگے۔ بعض اساتذہ نے بھی انہیں سمجھایا مگر بے سود۔ پرنسپل صاحب بھی (جو خود کو مرد آہن سمجھتے تھے) ناکام رہے۔ ان تین کے سرغنے کے بھائی کو بلایا گیا اور اس نے ندامت کا اظہار کیا اور معافی مانگی مگر خاطر خواہ اثر نہ ہوا۔ میں دربار شریف حاضر ہوا اور یہ صورت حال پیش خدمت کر کے دعا و توجہ کے لئے التجا کی۔ فرمایا "صبر کرنا' اللہ بہتر کرے گا" تیسرے دن میں نے کلاس روم کی اندر سے کنڈی لگا کر ساری جماعت کے سامنے انہیں سمجھایا تو اسی وقت ٹھیک ہو گئے۔ پہلے کلاس میں باقاعدہ حاضر ہونا انہیں خلاف شان نظر آتا تھا پھر فری ہونے کے دنوں میں بھی مجھ سے پڑھتے رہے۔

فکر و عمل کے زاویے انسان کے بس میں نہیں۔ انہیں ان کا خالق ہی بدل سکتا ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ اس کے مقبول بندوں سے دعا کرائی جائے۔ یہاں یونہی ہوا اب پھر پڑھئے وہ حدیث پاک

لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ
تقدیر کو دعا ہی بدل سکتی ہے

محفل میلاد:۔ جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ کی مسجد میں محفل میلاد کا انعقاد ہوتا تھا' کبھی مہینے میں' کبھی دو چار مہینوں میں ایک بار۔ ۱۹۸۴ء میں کالج یونین کے انتخابات میں ایسے نوجوان کامیاب کرائے گئے جنہیں میلاد کی محفل پسند نہیں تھی۔ پرنسپل صاحب نے ایک طالب علم کی زبانی درخواست پر منظوری دے دی مگر بعد میں یونین کے زیر اثر مکر گئے اور درخواست گزار سے صاف صاف کہہ دیا کہ پہلے یونین والوں کو منالو پھر محفل میلاد ہوگی مگر وہ ماننے والے تھے ہی نہیں۔ پرنسپل صاحب نے پہلے جو وعدہ فرمایا تھا اس کے مطابق غالبا ہفتے کے دن یہ محفل ہوتی۔ وہ دن آیا تو صبح اسمبلی میں ایک بہت بڑے عالم دیوبند کی اقتدا میں جناح پارک میں بارش کے لئے نماز استسقا پڑھنے کا اعلان کیا گیا۔ چنانچہ اساتذہ اور طلبہ میں وہ سب لوگ جو ذکر نبی ﷺ روکنا چاہتے تھے مسرور و مطمئن تھے اور میں سخت پریشان (حالانکہ محفل میلاد کا مطالبہ نہ میں نے کیا تھا اور نہ مجھ سے پوچھ کر کیا گیا تھا۔ پریشانی صرف یہ تھی کہ میرے گردوپیش ذکر نبی ﷺ روکنے کی سازش کامیاب ہو جائے تو اپنا جینا فضول)

ان دنوں میں ہر روز دربار شریف حاضر ہوتا تھا۔ اتفاق سے عزیز محترم غلام سرور صاحب گھمن پرنسپل لاثانی آئیڈیل سکول شکر گڑھ بھی اپنے سکوٹر پر کالج آگئے۔ میں انہی کے ساتھ ازحد دل گرفتہ حالت میں حضور قبلہ عالم نقش لاثانی علیہ الرحمتہ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گیا۔ رات تو کچھ عرض نہ کیا البتہ صبح تہجد کے وقت حسب معمول حاضر ہوا۔ تو حضور نفل پڑھ کر اپنی مبارک چارپائی پر جلوہ فرما تھے۔ چند خدام بھی حجرہ مقدسہ میں موجود تھے۔ میں نے داخل ہوتے ہی آپ کا ایک نعل (جوتا) شریف اپنے سر پر رکھ لیا حضور نے فرمایا "ہیں' ہیں یہ کیا؟" میں نے عرض کیا یہ میرے لئے تاج ہے اور یہاں کے کتوں کا ادب کروں یہ میری سعادت ہے مگر جس ماحول میں آپ نے مجھے رکھا ہے وہاں محفل میلاد شریف روک دی جائے یہ میرے لئے موت سے بدتر ہے۔ اس لئے آج یا تو محفل میلاد کے انعقاد کے لئے دعا کریں یا میری موت کی۔ حضور نے فرمایا "محفل میلاد کراؤ دیکھیں کون روکتا ہے؟" پھر میں نے دوسرے مخصوص اساتذہ کی طرح کبھی کالج کے معاملات میں بھی دخل نہیں لیا اور طلبہ سے بھی عموماً رابطہ پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی کم از کم حضور اکرم ﷺ کے ذکر پر تو پابندی نہ ہو۔ کالج آیا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے خوف و ہراس یہاں سے ختم ہو گیا ہے اور

درودیوار مجھ سے مسکرا رہے ہیں۔ کلاس کے دوران میں نے طلبہ سے پوچھا "کیا تمہیں میں نے کسی کو ووٹ دینے کے لئے کہا؟" بولے "نہیں" پوچھا "کیا اگر میں دخل لیتا تو کم از کم اسی فیصد ووٹ میرے کہنے پر نہ ڈالے جاتے" بولے "ضرور" پھر کہا "اب پانی سر سے گزر گیا ہے لوگوں نے محفل میلاد روکنے کی کوشش کی مجھے جہاں سے منظوری لینی تھی، لے آیا ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟" بولے "ہوگی اور ضرور ہوگی" دوسری کلاس میں گیا تو وہاں بھی یہی سوال و جواب ہوئے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب کچھ اساتذہ تو ان نوجوانوں کے گائڈ تھے۔ اکثر اساتذہ محتاط و پریشان حتی کہ پرنسپل صاحب بے اختیار ہو کے رہ گئے تھے ان کے دفتر میں بعض بعض کو پیٹتے مگر پوچھنے والا بلکہ چھڑانے والا کوئی نہ تھا۔ اس حال میں عام طلبہ کا جو حال ہو سکتا ہے خود اندازہ کیجئے۔ آج طلبہ نے یوں للکار کر میری تائید کی تو گویا نگاہ مرد مومن سے تقدیریں بدل گئی تھیں

طلبہ سے فارغ ہو کر میں پروفیسر غلام عباس قریشی شہید سے ملا یہ صاحب یوں لگتا تھا جیسے مٹی کے نہیں ایمان کے بنے ہوئے تھے۔ فرمایا کرتے تھے "دعا حضرت سے کرا آیا کرو، پھر مجھے کام بتا دیا کو۔ یہ نہ سوچا کرکہ کیسے ہوگا" میں نے ان سے ساری روداد بیان کی۔ سنتے ہی گرم ہو گئے۔ پرنسپل صاحب کو کلاس کی کاروائی معلوم ہو چکی تھی، انہوں نے میری بجائے قریشی صاحب کو بلا کر میری شکایت کی۔ قریشی صاحب اپنے عاشقانہ و مجاہدانہ انداز میں ان کے پیچھے پڑ گئے۔ آخر ایک گھنٹے کے سرد و گرم (ایک طرف سے سرد دوسری طرف سے گرم) مذاکرے کے بعد پرنسپل صاحب نے دوبارہ محفل میلاد منعقد کرنے کا وعدہ کرلیا۔ ہاں وقت ٹالنے کے لئے یہ بہانہ کیا کہ محفل میلاد نہایت شان و شوکت سے منائی جائے گی، اس کے لئے دعوت نامے شائع کئے جائیں گے اور معززین بلائے جائیں گے، ایک دو بار تاریخ کا تعین کر کے پھر ملتوی کر دیتے۔ آخر ایک دن حضور فرمانے لگے "اس جمعرات کو محفل کرا لینا"۔ میں نے کالج میں اعلان کر دیا اور قریشی صاحب سے عرض کر دیا کہ حضور نے یہ دن مقرر فرمایا ہے۔ طلبہ کو بھی بتا دیا کہ اسے ملتوی نہیں کیا جائے گا (انشاء اللہ) اگلے روز دربار شریف صاحبزادہ سعید الرشید عباسی سلام کرنے آئے تو انہیں بھی محفل میلاد میں خطاب کی

دعوت دے دی۔

مقررہ تاریخ آئی تو میں نے اپنے بھانجے محمد عطاء الحق اور عزیز القدر محمد نسیم قمر کو صبح کالج لگتے ہی مسجد میں بھیج دیا کہ صفیں درست کریں اور لاوڈ سپیکر کو ٹیسٹ اور سیٹ کریں۔ موسم ابر آلود تھا اور دن بھی جمعرات کا' جب کالج میں حاضری اکثر کم ہوتی ہے مگر آج طلبہ کالج کے لئے نہیں بلکہ ذکر حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے نزدیک و دور سے آئے تھے۔ تلاوت و نعت کے ساتھ آغاز ہوا اور جید علماء نے جی کھول کر فضائل سرکار مدینہ ﷺ بیان کئے۔ عباسی صاحب کی تقریر جان تقریب تھی۔ میں نے اسی روز دربار شریف سے آتے ہوئے بس میں چند شعر موقع کی مناسبت سے موزوں کئے تھے جو محفل میں سنائے گئے۔ آیئے' آپ بھی ان سے لطف اندوز ہوں (ان سے حالات کا اندازہ کرنے میں مزید مدد ملے گی) حافظے میں جو اشعار محفوظ ہیں درج ذیل ہیں

جگمگ جگمگ ساری محفل ذکر نبی ﷺ کی برکت سے !!
آؤ اپنے دامن بھر لو' عشق نبی ﷺ کی دولت سے !
بے ان کے ہم کچھ بھی نہیں تھے' بے ان کے ہم کچھ بھی نہیں
سب کچھ پاس ہے' سب کچھ ہیں ہم ایک نبی ﷺ کی نسبت سے
عشق نبی ﷺ والوں سے پوچھو' تخت سے تختہ بہتر ہے
کوئی بڑا اعزاز نہیں ہے' اس اعزاز شہادت سے !!
عشق نبی ﷺ نے کیا کیا قوت بخشی ہم کمزوروں کو !
بزم جہاں میں لوگ ہمارا منہ تکتے ہیں حیرت سے
وقت کے فرعونوں سے کہہ دو جو جی چاہے کر گزرو !
ہم نہ ڈرے ہیں' ہم نہ ڈریں گے طوفانوں کی شدت سے
آسی ! ہم نذر جاں لے کر سوئے مدینہ چلتے ہیں
شاہ لاثانی کا صدقہ کریں قبول وہ رحمت ﷺ سے !!!

آپ پیچھے دیکھ آئے ہیں' جس روز پہلے محفل میلاد کا انعقاد ہونا تھا' اسی روز جناح پارک

میں نماز استسقا پڑھی گئی اور یہ سلسلہ چھ دن جاری رہا۔ اس کا اثر ظاہرا" یہ تھا کہ بادل صبح سویرے رونما ہوتے تھے' نماز کے بعد وہ بھی اڑ جاتے تھے۔ نیز اس پس منظر میں کہ ڈیڑھ دو مہینے سے بارش کا انتظار تھا' محفل میلاد شریف کے ایک مقرر نے نجانے کس جوش میں کہہ دیا۔

اگر ہمارا نبی کریم ﷺ سے غلامانہ ربط ہے
تو آج بارش ضرور ہوگی'

تقریب بخیر و عافیت صلوٰۃ و سلام اور تقسیم تبرک پر ختم ہوئی' بعد میں سنا کہ روکنے والے بڑے پیچ و تاب کھاتے رہے' کوئی آگے بڑھتا' کوئی اسے تھامتا مگر مسجد ان سے "پاک" رہی۔ سنا ہے پرنسپل صاحب کو بھی دفتر میں دھمکایا گیا مگر انہوں نے بھی صاف صاف جواب دیا" میں کوئی کافر نہیں کہ حضور ﷺ کا ذکر روکنے کی کوشش کروں۔ آپ روک سکتے ہیں تو روک لیں"۔

معمول کے مطابق دربار شریف حاضر ہوا تو راستے میں بارش ہو رہی تھی اور یہاں آکر معلوم ہوا حضور نے سب درویش اکٹھے کئے۔ انہیں خوب انعامات سے نوازا اور فرمایا بارش کے لئے "دعا کرو" آج بارش ہونی چاہیے۔

چند روز بعد " مانعین " نے سیرت کانفرنس منعقد کرنے کا پروگرام بنالیا گویا یہ ان کی طرف سے جوابی کارروائی تھی۔ مگر تاریخ مقررہ سے دو دن قبل سارے پاکستان میں کالج یونینز پر پابندی لگ گئی۔ مقررہ دن آیا تو کالج ہال پر تالا تھا اور وہ سیرت کانفرنس کی بجائے ضیاء الحق کو گالیاں دے رہے تھے۔

تھوڑے عرصے بعد کالج میں ایک دوسرا انقلاب بھی آگیا ذکر نبی ﷺ روکنے والوں کا زور ٹوٹ گیا اور ذکر نبی ﷺ کرانے والوں کا غلبہ ہو گیا۔ سچ عرض کیا اعلیٰ حضرت مجدد ملت فاضل بریلوی قدس سرہ القوی نے

مٹ گئے ' مٹتے ہیں ' مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے ' نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا !!!!

وہ ہولناک حالات جن کا نہایت ناتمام نقشہ میں نے بیان کرنے کی کوشش کی ہے' ان کو مکمل طور پر بدلنا' عقل عقدہ کشا کے بس کا کام نہیں تھا یقیناً" اللہ نے بدلا" کہ وہی قادر مطلق ہے مگر میری' آپ کی دعا سے نہیں' قطب عصر' غوث زماں' قیوم دوراں حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی کی دعا سے اور ایسا انقلاب خود ان کے قطب و غوث و قیوم ہونے کی دلیل ہے۔ ایک ادارے میں شرارت ہو اور پورے ملک میں بین لگ جائے ہرگز معمولی بات نہیں۔

چھوٹی موٹی رکاوٹیں اس سے پہلے بھی آتی رہیں اور وہ بھی حضور نقش لاثانی کی توجہ سے دور ہوتی رہیں البتہ یہ صورت حالات ناقابل بیان حد تک تندو تلخ تھی (اس لئے صرف اسی کا ذکر کیا) محفل میں جو خطابات ہوئے اور جو میں نے نعت تازہ سنائی' یوں محسوس ہوتا تھا ہر کہیں حضور کی دعا کا فیض شامل ہے۔

اولاد سلامت:۔ محمد طاہر ولد عبدالغنی (ساکن اریاں) بیان کرتے ہیں۔

ہمارے پڑوسی غلام فرید صاحب (جو اپنے بھائی مرزا سلطان سمیت دربار شریف کے خاص خادم ہیں) کے ہاں جو بچہ پیدا ہوتا' جلد مرجاتا کئی بار ایسا ہوا چنانچہ دونوں بھائی دربار شریف حاضر ہو کر بہت روئے۔ حضور نے سارے مجمع سے دعا کرائی۔ اس کے بعد ان کے سب بچے بخیرو عافیت ہیں

مقدمہ:۔ انہی کا بیان ہے

ہمارے بابا رمضان صاحب نے اپنے ہمسائے محمد حسین صاحب سے کچھ زمین بیع لی۔ بعد میں ہمارے خلاف مقدمہ دائر کردیا گیا۔ ہم حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کے لئے درخواست کی۔ آپ نے کرم فرمایا اور فیصلہ ہمارے حق میں ہو گیا۔ محمد حسین صاحب نے اپیل کردی۔ میرے والد صاحب اور چچا جان منیر بیگ پھر دعا کے لئے دربار شریف حاضر ہوئے اور حضور نے دعا فرمادی۔ فیصلے کی تاریخ آئی تو دونوں پھر دربار شریف حاضر ہوئے اور دعا چاہی۔ حضور نے فرمایا' میں نے کیا فلاں دن تمہارے لئے دعا نہیں کردی تھی۔ اب جلدی جاؤ' کہیں آواز نہ پڑجائے۔' پھر جلالی انداز میں فرمایا' اگر فیصلہ

تمھارے حق میں نہ ہوا تو میری زمین میں ہل چلا لینا' چنانچہ ان کے پہنچتے ہی آواز پڑ گئی۔ یہ دونوں اندر چلے گئے محمد حسین صاحب دیر سے پہنچے' جج نے کہا "محمد حسین! میں تو تمھارے حق میں لکھتا ہوں' بیع ٹوٹ گئی' مگر لکھا جاتا ہے' بیع نہیں ٹوٹ سکتی۔ چنانچہ فیصلہ ہمارے حق میں ہو گیا

بعد میں محمد حسین صاحب نے دیر سے آنے کی وجہ بتائی کہ عدالت کے دروازے پر ایک بابا تھا جو مجھے اندر جانے نہیں دیتا تھا۔ پھر جب وہ (محمد حسین صاحب) دربار شریف حاضر ہوئے تو حضور نقش لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں فرمانے لگے 'یہی اس دن اندر نہیں جانے دیتے تھے اور انھی نے جج سے میرے خلاف لکھوایا تھا۔'

ٹیوب ویل:۔ یہی بیان کرتے ہیں:

"ہمیں انجن لگوانا تھا مگر مختلف ماہرین نے بتایا کہ یہاں تو نلکے کے لئے پانی نظر نہیں آتا' ٹیوب ویل کے لئے (پانی) کہاں سے آئے گا۔ ہم نے دربار شریف حاضر ہو کر عرض کی۔ حضور نقش لاثانی نے فرمایا "جہاں بھی بور کرو گے' خدا کے فضل و کرم سے پانی آجائے گا"۔ اب اجازت سے بور کیا تو الحمد للہ بہت زیادہ پانی آیا۔ پھر چند روز بعد ہمارے چچا نے اس کا آدھا حصہ غلام فرید صاحب کے ہاتھ بیچ دیا' باقی حصہ ہم بیچنا چاہتے تھے مگر کوئی خریدار نہیں تھا کافی تگ و دو کے بعد بھی ہم ناکام رہے تو میرے اباجی اور بھائی محمد صالح دعا کے لئے دربار شریف حاضر ہوئے۔ حضور نے حاضرین کے ساتھ دعا مانگی اور یہ واپس آگئے۔ ابھی چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ ہمارے ہاں محمد منشی صاحب (ایک پڑوسی) آگئے اور مبلغ =/۱۰۰۰۰ میں سودا ہو گیا

تین سال بعد دوبارہ نیا انجن خریدنے کی دعا کرانے دربار شریف حاضر ہوئے تو حضور نے پھر مجمع حاضرین کے ساتھ دعا مانگی اور جلد ہی =/۹۵۰۰ میں کام بن گیا"

لاعلاج شفایاب:۔ یہی راوی ہیں:

"میرے اباجی بیمار تھے۔ کافی علاج معالجے کے بعد حضور نقش لاثانی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی "آقا! اباجی کو پانچ مہینے سے بخار ہے"۔ فرمایا 'اللہ رحم فرمائے گا' چار

دن بعد بخار اتر گیا۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ بیمار پڑ گئے۔ اب پیچش تھی جس سے ڈاکٹر عاجز آ گئے اور پکار اٹھے کہ یہ لاعلاج ہے اور چند روز تک ختم ہو جائے گا۔ میں پھر دربار شریف حاضر ہوا اور ڈاکٹروں کا فیصلہ عرض کیا۔ حضور نے فرمایا 'کیا ڈاکٹر خدا سے ہو کر آئے ہیں۔ جاؤ اللہ رحم فرمائے گا۔ چنانچہ تیسرے دن اباجی نے لیموں کی سکنجبین پی لی اور ٹھیک ٹھاک ہو گئے"

دل پھیر دیئے:۔ انھی سے روایت ہے

"ایک بار میرے والد ماجد مہینہ بھر بیمار رہے۔ میں نے دربار شریف حاضر ہو کر شفا کے لئے بھی دعا کی التجا کی نیز یہ بھی شکایت کی کہ گاؤں کے لوگ عیادت کے لئے بھی نہیں آئے (اور چند اشخاص کا ذکر بھی کر دیا) واپس گھر پہنچا تو یہ سب حضرات عیادت کے لئے بیٹھے ہوئے تھے اور والد صاحب بھی اگلے دن صحت یاب ہو گئے۔

لجپال آقا:۔ صوفی غلام علی صاحب نشتر آبادی بیان کرتے ہیں

"۱۹۵۰ء میں بندہ کا بھانجا مسمیٰ ظفر اللہ سخت بیمار ہو گیا۔ ڈاکٹری علاج کے باوجود کوئی افاقہ نہ ہوا آخر تمام علاج چھوڑ دیئے۔ پھر بھی جب اسے حکیم یا ڈاکٹر کے پاس لیجانے کی بات کرتے تو یہی کہتا کہ "مجھے علی پور شریف لے چلو"۔ بار بار یہی دہائی دیتا مجھے حضرت صاحب کی خدمت میں لے چلو۔ کمزوری اس قدر تھی کہ ڈر تھا کہیں راستے ہی میں دم نہ دے جائے۔ چنانچہ چند روز بعد وہ دنیا سے کوچ کر گیا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ہ

"قریباً" ہفتہ بعد ایک شخص نے اچانک پیغام دیا کہ حضور قبلہ عالم نقش لاثانی لاہور سے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ بھوپالوالہ (اڈہ بس) پر اتریں گے اور یہیں غازی پور تشریف لائیں گے' نیز حضور کچھ علیل بھی ہیں لہٰذا سواری کا بندوبست بھی ہونا چاہیے۔ ہم غلام حسب پیغام اڈے پر پہنچ گئے۔ حضور تشریف لے آئے اور گھوڑی پر سوار ہو گئے۔ گاؤں کا قبرستان آیا تو گھوڑی سے اتر کر ظفر اللہ کی قبر کی جانب تشریف لے گئے اور دیر تک پڑھتے رہے۔ گاؤں کے نمبردار محمد رفیق صاحب نے عرض کیا۔ باباجی! یہ بچہ آپ کو بہت یاد کرتا رہا۔ حضور نے جواب ارشاد فرمایا "اسی کی یاد تو لے آئی ہے' ورنہ کوئی پروگرام نہیں تھا"۔ رات آپ غازی پور ہی میں قیام فرما رہے۔ کھایا پیا کچھ نہیں۔ صبح سویرے سواری تیار رکھنے کا

حکم ہوا۔ پھر اس زمین پر جہاں اب نشتر آباد ہے کافی دیر تک چارپائی پر بیٹھے رہے اور بار بار فرماتے رہے ' اس گاؤں پر سخت زوال ہے ' دعا کرو اللہ خیر فرمائے۔ چند روز بعد ۱۹۵۰ء کا سیلاب عظیم آیا جس سے اردگرد کے علاقے میں کافی جانی و مالی نقصان ہوا مگر آپ کی دعا و توجہ کی برکت سے غازی پور تقریباً" محفوظ رہا اور آپ کے قدم مبارک کی برکت سے غازی پور سے ایک میل کے فاصلے پر ' جہاں آپ تشریف فرما رہے ' موجودہ نشتر آباد آباد ہوا۔

سایہ نکل گیا:۔ حکیم پیر سید محمد شفیع مدظلہ بلے والا ضلع گوجرانوالہ لکھتے ہیں

" میری بیوی کا بھانجا سخت بیمار ہو گیا۔ اپنے مکان واقع ونیہ والا (متصل شہر گوجرانوالہ) سے باہر نہیں نکلتا تھا۔ اس کے بقول باہر جاتے اسے مار پڑتی تھی ' چنانچہ کوئی کام کاج کرتا نہ نماز پڑھتا۔ روٹی کھانے اور غسل کرنے سے بھی بچتا تھا۔ از حد دبلا پتلا اور کمزور ہو گیا۔ حکیموں ' ڈاکٹروں اور تعویذ گنڈے والوں کو دکھایا مگر بے سود۔ آخر دو ماہ بعد اس کی والدہ نے مجھ سے اسے اپنے پیر صاحب کے پاس علی پور شریف لے جانے کی استدعا کی۔ میں نے "ہاں" تو کرلی مگر ڈرتا تھا کہ جو گھر سے قدم باہر نہیں نکالتا ' اتنی دور کیوں کر جائے گا عجب یہ کہ اسی تذبذب میں اسے دربار شریف چلنے کو کہا تو فوراً" مان گیا اسے لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور مسجد کے سامنے کی نشیبی جگہ میں جلوہ افروز عرس مقدس جو چند روز بعد منعقد ہونے والا تھا کے انتظامات میں مصروف تھے۔ شرف قدم بوسی کے ساتھ ہی میں نے نہایت اختصار سے اس کی بیماری کا تذکرہ کیا۔ حضور نے اسکے حکم دیا کہ یہ اینٹیں روڑے ادھر سے اٹھا کر ادھر جمع کرتے جاؤ۔ وہ تعمیل کرتا رہا اور حضور بغور اسے دیکھتے رہے۔ فارغ ہوا تو اجازت لی اور واپس آگئے۔ راستے میں وہ بار بار کہتا رہا کہ خالو جی! ہم کیوں آئے تھے ' حضرت صاحب نے تو کچھ کیا نہیں۔ میں اسے تسلیاں دیتا رہا۔ جب ڈسکہ میں نہر کا پل عبور کیا تو چونک کر بولا " خالو جی! اس نے تو نہر میں چھلانگ لگا دی ہے اور مجھے چھوڑ دیا ہے "۔ میں نے وضاحت چاہی تو کہنے لگا جس نے مجھے پکڑا ہوا تھا ' چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ اسی دن سے یہ عزیز بالکل ٹھیک ٹھاک اور خوش و خرم ہے ' دیکھئے میرے حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ النورانی نے بظاہر کچھ بھی نہیں کیا اور پھر بھی سب کچھ کر دیا "۔

مشکل جلدی حل ہو گئی:۔ انہی شاہ صاحب کا بیان ہے

"حضور نقش لاثانی قدس سرہ قصبہ اگوکی ضلع سیالکوٹ میں حضرت الحاج مولانا منظور احمد صاحب کے ہاں تشریف فرما تھے۔ ایک پریشانی نے سخت بے چین کر رکھا تھا' چنانچہ التجا کر ہی دی کہ حضور تنہائی میں کچھ عرض کرنا ہے۔ بجائے اس کے چند خدام کو جو حاضر خدمت تھے اٹھوا دیتے' عجز و تواضع کے پیکر لجپال آقا خود بنفس نفیس اپنی جگہ سے اٹھے (حاضرین بھی اٹھے مگر انھیں پھر بٹھا دیا) اور کچھ فاصلے پر تنہائی میں مجھے لے کر کھڑے ہو گئے میں شرمندہ تھا کہ میری وجہ سے حضور کو زحمت اٹھانا پڑی تاہم حضور نے فرمایا' بات کرو' میں نے اپنی درد بھری کہانی سنائی تو حضور نے از حد شفقت و رحمت سے تسلی دی اور بارگاہ رب العزت میں حل مشکل کے لئے دعا بھی کی۔ مجھے اسی وقت اطمینان نصیب ہو گیا اور پھر جلدی ہی عملاً" بھی صورت حال ٹھیک ہو گئی"

وہابی کی مرادیں:۔ شیخ محمد صدیق صاحب شکر گڑھی راوی ہیں

"ایک وہابی سے میری کچھ کچھ رسم و راہ تھی۔ اس کے تین بیٹے تھے کسی نے ان پر جادو کر دیا تھا۔ دو بیٹے تو معمولی زخموں سے مر چکے تھے اور تیسرا زخمی تھا اب وہ بہت گھبرایا۔ ایک دن اسی پریشانی کے عالم میں میرے پاس آیا' میرے سوال پر اس نے ساری بات سنائی اور رات گھر آنے کی دعوت بھی دے دی' حسب وعدہ میں وہاں پہنچا تو سب اہل کنبہ سخت مضطرب تھے مجھ سے صورت حال کی درستی کی تدبیر پوچھی گئی تو میں نے کہا' ہمارے نزدیک تو اس پریشانی کا ایک ہی حل ہے علی پور شریف جاؤ اور دعا کراؤ'۔ کنبے کا سربراہ کٹر وہابی تھا۔ یہ سنتے ہیں اٹھ کر چلا گیا بلکہ بچوں کے والدین کے سوا وہاں کوئی نہ رہا۔ اب ماں روتے ہوئے بولی "خدا کے لئے بچوں کے لئے کچھ کریں"۔ میں نے پھر دربار شریف کا نام لیا کہنے لگی "صبح وہیں حاضر ہو کر ہمارے لئے دعا کرائیے"۔ صبح میں علی پور شریف کے اڈے پر اترا تو وہ وہابی کھڑا تھا۔ پوچھنے پر بولا آدھی رات کے بعد خون بند ہو گیا تھا۔ بچے نے کچھ کھایا پیا اور سو گیا' یہی چیز مجھے یہاں لائی ہے۔

پھر کچھ عرصہ بعد اس (وہابی) کا بھائی بھی گم ہو گیا۔ کافی جستجو کے بعد بھی نہ ملا تو تھک ہار

کر آخر دربار شریف حاضر ہوا۔ حضور نے فریاد سن کر اسے اپنے علاقے کی مٹی کے تین ڈھیلے لانے کا حکم دیا (مگر وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا) ابھی وہ ادھر ہی تھا کہ ہم میاں بیوی بھی پہنچ گئے۔ وہ ہمیں دیکھ کر دوبارہ حاضر ہو گیا۔ اس وقت حضور دوسری جگہ بیٹھنے لگے تو اس نے جھٹ اپنی چادر بچھا دی جسے آپ نے اپنے عصائے مبارک سے ہٹا دیا اور اسے فرمایا 'تم ابھی یہیں ہو' جاؤ اور جو کہا ہے اس پر عمل کرو'۔ اگلے دن وہ مٹی کے ڈھیلے لے کر حاضر دربار شریف ہوا تو حضور نقش لاثانی قدس سرہ کسی سفر پر روانہ ہو چکے تھے وہ رات یہیں رہا صبح گھر واپس پہنچا تو بھائی رات کا آچکا تھا۔

نوٹ

اولیاء کرام علیہم الرضوان اپنے رب کے مظہر ہوتے ہیں اور

تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ [۱]

پر عامل ص ا۔ جس کے یہ مظہر ہوتے ہیں اس کی بارگاہ ربوبیت میں شیخ سعدی علیہ الرحمتہ عرض کرتے ہیں

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب
گبرو ترسا وظیفہ خورداری !!
دوستاں را کجا کنی محروم !!
تو کہ باد شمناں نظر داری [۲] !!

(گلستان)

---

۱ اللہ کے اخلاق اپنا لو۔

۲ ترجمہ۔ اے اللہ تو وہ کریم ہے کہ اپنے غیبی خزانے سے آتش پرستوں اور نصرانیوں کو بھی وظیفہ عطا فرماتا ہے۔ (ظاہر ہے) جب تو اپنے دشمنوں پر کرم فرماتا ہے تو دوستوں کو کیونکر محروم رکھے گا (بلکہ انہیں کہیں زیادہ نعمتوں سے نوازے گا)

اہلیہ شفایاب:۔ برادر طریقت حافظ نذیر احمد صاحب بوعوی ثم شکر گڑھی کی سنئے

"ایک دفعہ میری اہلیہ سخت بیمار ہو گئی اور مہنگی سے مہنگی دوائی اور اچھے سے اچھا ٹیکہ لگانے کے باوجود روبہ صحت نہ ہوئی' آخر زندگی سے بالکل مایوسی ہو گئی تو دربار لاثانی کا رخ کیا ۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے کچھ تعویذات عنایت فرما کر واپس بھیج دیا ۔ گھر آکر دیکھا بیوی جو پہلے قریب الموت نظر آتی تھی' اب اٹھ کر بیٹھی ہوئی ہے ۔ میں نے حال پوچھا تو بولی' یوں لگتا ہے جیسے خدا نے ساری تکلیف دور کر کے جسم میں طاقت بھر دی ہے"۔

ایک اور خاتون کا واقعہ:۔ یہی حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جلو موڑ عرس کے موقع پر حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے ایک خاص غلام نے درج ذیل واقعہ سنایا

"میری بیوی ایک دفعہ سخت بیمار ہو گئی ۔ علاج معالجے سے افاقے کی بجائے مرض آخری حد تک پہنچ گیا تو حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں یہیں جلو موڑ حاضر ہوا آپ نے کچھ تعویذات عطا فرمائے اور دم شدہ پانی بھی ۔ میں ابھی سو گز کے فاصلے پر ہی پہنچا ہوں گا کہ دل میں خیال پیدا ہوا پانی اب کیا کرے گا۔ 'معاً بوتل ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئی اور مجھے واپس بلا لیا گیا۔ حاضر خدمت ہوا تو حضور نے جلالی انداز میں فرمایا 'اب پانی کیا کرے گا' ۔ جاؤ' اپنے گھر چلے جاؤ۔ یہاں پہنچا تو بیوی سو فیصد شفایاب ہو چکی تھی"۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال:۔ چودھری حاجی ولی محمد صاحب آف بوعہ کا بیان ہے

اس کا ترجمہ یوں کیجئے۔

ان کو دیکھا تو حاجت روا ہو گئی
ان کو ملتے ہی گویا شفا ہو گئی

اور یہ شعر یوں ہے۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

"میری ایک بیٹی کے دانت میں شدید درد تھا۔ کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو دربار شریف کا رخ کیا۔ حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ باہر کھیتوں میں تشریف فرما تھے۔ قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی تو سوال ہوا' کیسے آئے۔ عرض کیا" آقا! لڑکی کے دانت میں سخت درد ہے"۔ ارشاد ہوا اُسے اس درخت کے نیچے بٹھادو'۔ اسے بٹھا کر میں بھی کام میں مشغول ہو گیا۔ بارہ بجے کے بعد فرمایا' اس لڑکی کو بلاؤ' کدھر ہے اسے بلانے گیا تو کہنے لگی' ابا جی! درد تو حضور کو دیکھتے ہی ختم ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے سلام کیا' اجازت لی اور واپس ہوا"۔

تین دن انتظار کرو:۔ صوفی نذیر احمد صاحب آف نئی آبادی بھروکے راوی ہیں۔

"میرا ایک دنیوی کام تھا جس کا یہاں بیان کرنا مناسب نہیں۔ اگر یہ کام نہ ہوتا تو مجھے مبلغ =/۵۰۰۰ ۷ روپے کا نقصان ہو جاتا ایک دو بار سوچا' حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے عرض کروں مگر پھر جرات نہ ہو سکی۔ آخر ایک دن بارگاہ عالی میں حاضر ہونے کا شرف مل ہی گیا۔ حسن اتفاق سے تنہائی میں عرض کرنے کا موقع بھی میسر آگیا۔ حضور نے فرمایا تین دن انتظار کرو۔ چنانچہ چوتھے روز کام بن گیا"

ظالم کا انجام:۔ حاجی محمد لطیف صاحب (شالامار ٹاؤن' لاہور) کا بیان ہے۔

"۱۹۸۵ء میں چند شریر لوگوں نے میرے اکلوتے بیٹے محمد سلیمان پر چوری کا جھوٹا مقدمہ بنا دیا اس کی ضمانت کرانے کے بعد میں نے دربار شریف حاضر ہو کر حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں سارا قصہ عرض کیا تو حضرت والا علیہ الرحمتہ نے ایک لمبی سانس بھری' چند لمحوں کے لئے آنکھیں بند کیں اور فرمایا' حاجی صاحب فکر نہ کرو' اللہ تعالی سب کچھ دیکھتا جانتا ہے لنگر شریف کھانے کے بعد واپسی کی اجازت چاہی تو فرمایا' اللہ ان سے پوچھے گا کیونکہ انھیں بھی تو مرنا ہے'۔ چند روز بعد رات کو گولی چلی اور وہ جھوٹا مقدمہ بنانے والا ہمیشہ کے لئے دنیا چھوڑ گیا اس وقت سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں دبکے بیٹھے تھے اور اس کی لاش اٹھانے والا بھی کوئی نہیں تھا"۔

رسولی غائب ہو گئی:۔ غلام رسول صاحب (آف بوعہ) کی روایت ہے

"میری کمر پر رسولی تھی۔ گھر والوں نے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں

علاج کے لئے بھیج دیا۔ حضور نے کمر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔ رسولی نہیں ہے آپریشن مت کرانا۔ چنانچہ اسی دن رسولی غائب ہو گئی اور نہیں ہے' کا فرمان حقیقت میں بدل گیا

دست مرشد مظہر دست رسول ﷺ

ابر رحمت ' محور قرب وقبول

بحالی:۔ جناب بابو نواب الدین صاحب (سلیم پارک لاہور) بیان کرتے ہیں

"۱۹۷٦ء میں چند لوگوں نے محض حسد و عناد کی بنا پر میرے ایک عزیز کو جو سب انجنیئر ہے' ایک جھوٹے مقدمے میں الجھا دیا۔ اس کے ساتھ سات آٹھ اور سب انجنیئرز بھی تھے ۔ چنانچہ عدالت نے ان سب کو قید اور جرمانے کی سزا سنا دی۔ بندہ نے حضور نقش لاثانیؒ قدس سرہ النورانی سے فریاد کی۔ حضور نے دعا فرمائی اور اس کی برکت سے عدالت عالیہ نے میرے عزیز سمیت سب کو صاف بری کر دیا۔ وہ سب ملازمت پر بحال بھی ہو گئے اور انہیں تین سال کے بقایا جات بھی مل گئے

دعائے صبر:۔ مستری محمد علی صاحب راوی ہیں

"میری بیوی ۱۹۶۴ء میں وفات پا گئی۔ دس دن بعد میں چک بہاؤالدین میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا 'میں تعزیت کے لئے تمہارے پاس آنے ہی والا تھا۔ خیر اب آ گئے ہو تو سب دعا کرتے ہیں'۔ پھر فرمایا 'مستری جی! اللہ تمہیں صبر عطا فرمائے'۔ تین بار یہی دعا کی۔ کسی نے عرض کیا' حضور روٹی پکانے کا بندوبست بھی تو ہونا چاہیے۔ جواباً" پھر فرمایا 'اللہ انہیں صبر بخشے'۔ سبحان اللہ! دعا کی برکت سے ایسا صبر ملا کہ پھر کبھی عورت کا خیال بھی نہیں آیا۔

توجہ نے بچالیا:۔ یہی صاحب اپنا قصہ سناتے ہیں۔

"ایک دفعہ مجھے پتہ چلا کہ حضور نقش لاثانی ٹرپئی میں صوفی محمد حسین صاحب کے ہاں تشریف فرما ہیں۔ ٹرپئی پہنچا تو معلوم ہوا آپ موضع جھنڈے میں ہیں۔ وہاں گیا تو آپ موضع بکروال تشریف لے جا چکے تھے۔ ساون بھادوں کے دن' کیچڑ ہی کیچڑ' رات کا وقت' مگر میں چلتا رہا۔ ایک نالہ بھی عبور کیا۔ پھر کپاس کے ایک کھیت سے بھی گزرا گاؤں کے قریب پہنچ کر

دیکھا۔ حضور میرا انتظار فرما رہے تھے۔ ہاں یہ بھی فرمایا 'کیا صبح نہیں آسکتے تھے'۔ بہرحال میری تھکن تو دور ہو گئی۔ حضور کے ارشاد پر تہجد پڑھی اور پھر صبح سویرے آپ نے موضع جھنڈے پہنچنے کی ہدایت فرمادی۔ میں حضور کی گھوڑی کے آگے چل رہا تھا۔ وہی رات والا کپاس کا کھیت آیا تو میرے پاؤں کے نشانات کے پاس ہی ایک اژدہا مرا پڑا تھا فرمایا "اگر یہ تجھے رات کو کھا جاتا تو کون ذمہ دار تھا۔ گویا حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے توجہ فرما کر محفوظ رکھا تھا"۔

لنگر شریف کی برکات

حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے سخی کے کھانے میں شفا ہوتی ہے اور کنجوس کے کھانے میں بیماری طَعَامُ الْجَوَادِ دَوَاءٌ وَطَعَامُ الْبَخِيْلِ دَاءٌ (احیاء علوم الدین) چنانچہ اولیائے کرام علیہم الرحمتہ والرضوان جو ہمیشہ سخاوت کے پیکر ہوتے ہیں کے لنگر شریف میں بھی طرح طرح کی برکتیں ' راحتیں اور لذتیں ہوتی ہیں۔ ظاہر و باطن کے مریض ان کے خوان نعمت سے ٹکڑے کھا کر شفایاب ہوتے ہیں اور جسم و جان کی توانائیاں حاصل کرتے ہیں۔ جہانگیر بادشاہ ہند نے سیدنا مجدد الف ثانی بادشاہ عرفان علیہ الرضوان کی دعوت کھائی تو پکار اٹھا 'ایسی لذت مجھے کبھی میسر نہیں آئی۔ گویا مردان کامل علیہم الرحمتہ کی برکات و کرامات کا ایک پہلو ان کے آستانے کے نعمت کدے سے تعلق رکھتا ہے اور یہ بھی برہان نبوت کا ایک جلوہ نور ہے۔ یعنی جب یہ حقیقت ہے کہ حضور سیدنا رحمتہ للعلمین ﷺ کی بارگاہ عرش پناہ کے ٹکڑوں پر گزارہ کرنے والے خوش نصیبوں نے ہمیشہ یہی کہا 'ایسی لذت کہیں اور نہیں دیکھی تو حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کی امت کے اولیاء اللہ کے لنگر بھی اسی وصف جمیل کے مظہر کیوں نہیں ہوں گے۔ چنانچہ حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف منیف 'اسلامی زندگی' میں بڑی وضاحت سے لکھا ہے۔

"یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے گھر براتی عمدہ عمدہ کھانے کھا کر جائیں مگر ان کا منہ سیدھا نہیں ہوتا مگر اولیاء اللہ پیروں مرشدوں کے گھر سوکھی روٹیاں اور دال دلیا خوشی سے کھا کر اور تبرک سمجھ کر تعریفیں کرتے ہیں۔ وہ سوکھی روٹیاں اپنے بچوں کو پردیس میں بھیجتے ہیں۔ جا کر

دیکھو اجمیر شریف کا دلیا اور بغداد شریف اور دوسرے آستانوں کی دال روٹیاں' اس کی وجہ کیا ہے؟ دوستو! وجہ صرف یہ ہے کہ ہمارے کھانے مخلوق کو راضی کرنے کے لئے ہیں اور وہ خشک روٹیاں خالق (کی رضا) کے لئے ہیں"

مجھے یہ بات خوب یاد ہے کہ شکر گڑھ سے میرا تبادلہ سیالکوٹ ہو گیا تو مدینہ مسجد شکر گڑھ کے لئے خطیب کی ضرورت محسوس ہوئی۔ سیدی حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خواہش یہ تھی کہ خطیب پاکستان حضرت مولانا غلام رسول صاحب (سمندری والے) یہاں زینت مسجد بنیں۔ آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ کسی نہ کسی طریقے سے اگر اپنی پسند و ناپسند ظاہر فرما دیتے تو بھی کسی پر اسے ٹھونستے نہیں تھے۔ سمجھنے والا سمجھ جاتا تو فبہا ورنہ اس کی دل شکنی بھی نہیں ہونے دیتے تھے۔ (ویسے تجربہ یہی ہے کہ ان اشاروں پر چلنے والے بے شمار برکات حاصل کرتے تھے) ایک دن حضور نے مجھ سے تنہائی میں یہاں تک فرمایا کہ 'مولوی صاحب یہاں آجاتے تو علاقے کے بادشاہ ہوتے' (چنانچہ ایک مولوی صاحب کچھ عرصہ بعد اسی مسجد سے ایم۔ پی۔ اے بنے) ایک دن حضور فرمانے لگے 'مولوی صاحب یہاں کیوں نہیں آنا چاہتے۔

مولانا کے شکر گڑھ تشریف لانے میں یہ حقیقت بھی حائل تھی کہ انھی دنوں مولانا نے ایک مسجد میں خطابت شروع کی تھی اور مسجد کے متولیان سے عہد وفا باندھا تھا۔ مولنا مجھ سے فرماتے تھے کہ وعدہ خلافی کو بھی حضور نقش لاثانی بہت برا سمجھتے تھے کیونکہ کتاب و سنت کی رو سے یہ بہت بڑا جرم ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ مرشد کامل کی موجودگی میں کسی سے اپنے بارے میں وعدہ کرنا ہی ٹھیک نہیں۔ حضرت مولانا نے آئندہ احتیاط کا وعدہ فرمایا۔

میں نے عرض کیا کہ 'پی۔ پی۔ پی کی حکومت نے انہیں مقدمات میں جکڑا ہوا ہے۔ ارشاد فرمایا' یہ سب مقدمات ہم اپنے ذمہ لیتے ہیں۔ چنانچہ تیسرے دن اخبارات میں خبر آگئی کہ مولانا غلام رسول سمندری والوں کے خلاف حکومت نے سب مقدمات واپس لے لئے انہیں ایک عذر بیماری کا بھی تھا۔ بات یہ تھی کہ کچھ عرصہ قبل ایک دیوبندی طبیب نے پیشہ وارانہ فراخدلی پر مذہبی عصبیت کو ترجیح دیتے ہوئے اپنے مریض کو جان سے مار دینے کے لئے کچا پارہ کھلا دیا تھا۔ ڈاکٹر نے اس کے اثرات زائل کرنے کے لئے بہت کچھ کیا اور کچھ افاقہ بھی ہوا مگر بے شمار اشیائے خوردنی کو بھی پرہیز میں شامل کر دیا تھا (جس سے زندگی "افسردگی" بن کے رہ گئی تھی) یہ دوسرا عذر لے کر دربار اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور نے پوچھا مولوی صاحب! ڈاکٹروں نے کس کس چیز سے منع کیا ہے؟۔ مولوی صاحب نے کتنی ہی چیزوں کے نام گنائے۔ حضور نے فرمایا "آج یہی چیزیں کھانا ہے"۔ چنانچہ مولوی صاحب اپنے ہادی برحق علیہ الرحمتہ کے ارشاد پر وہ سب کچھ کھا گئے اور ذرا نقصان نہ ہوا۔ چند روز بعد حضرت مولانا کو جامعہ صدیقیہ حسینیہ نارووال کے سالانہ جلسے میں حضور نقش لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کے زیر صدارت شامل ہونا تھا۔ رات کو کھانے کے وقت دستر خوان پر وہ پرہیزی چیزیں بھی موجود تھیں جو اتفاق سے پہلی بار (پرہیز توڑنے سے) بچ گئی تھیں۔ چنانچہ آج ان کا قصہ بھی پاک ہو گیا۔ پھر مولانا نے دستر خوان پر بیٹھے بیٹھے کھانے کے بعد ایک پڑیا بھی حضور کی خدمت میں پیش کر کے دم کرنے کے لئے عرض کیا اور التجا کی کہ حضور! یہ آخری پڑیا ہو (یعنی آئندہ اس مرض سے جان چھوٹ جائے اور اس کے علاج سے بھی) حضور نے فرمایا "آمین"۔

نوٹ:۔ یہ تفصیلی واقعہ اس لئے تحریر کیا ہے کہ لنگر کی برکات کے علاوہ حضور قبلہ عالم نقش لاثانی کی بعض دوسری کرامات اور سیرت کے کچھ اہم گوشے بھی اجاگر ہوتے ہیں اس بارے میں مزید ایک دو روایات پر اکتفا کی جاتی ہے۔

بخار فوراً اتر گیا:۔ حکیم صوفی عبدالسلام قادری طاہری خطیب شکر گڑھ راوی ہیں "١٩٨٥ء میں میرے والد مرحوم کو تقریباً پانچ ماہ بخار رہا۔ ڈاکٹروں حکیموں کی کوششیں

ناکام ہو گئیں تو ایک دن مجھ سے فرمایا 'صوفی! علی پور شریف جاؤ اور میرے پیر و مرشد حضور نقش لاثانی سے کوئی چیز لے آؤ' میرا بخار اتر جائے گا'۔ میں نے دربار شریف حاضر ہو کر والد ماجد کی حالت اور خواہش عرض کی تو حضور خود کمرے میں تشریف لے گئے اور کچھ دیر بعد پلاسٹک کے لفافے میں پانچ سیب ڈال کر لے آئے اور مجھے عنایت فرما دیئے۔ گھر جا کر ابھی ایک ہی سیب کا چوتھائی حصہ ہی والد صاحب کو کھلایا تھا کہ بخار اتر گیا اور پھر آخر تک نہ ہوا"۔

سینے کا درد:۔ چوہدری خزان صاحب آف بوعہ بیان کرتے ہیں۔

"دربار شریف میں تعمیراتی سلسلہ جاری تھا۔ ایک نوجوان کے سینے میں درد ہو رہا تھا' مگر اس کے باوجود اس نے کام ترک نہ کیا۔ شام کو کام سے فارغ ہو کر اس نے حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں اپنا حال زار سنایا۔ حضور نے فرمایا "اب جا کر لنگر کی صرف دال کھاؤ' روٹی کو ہاتھ نہ لگاؤ" بیمار نے تعمیل ارشاد کی اور فوراً "شفایاب ہو گیا"

باؤلی گھوڑی کا علاج:۔ انھی کی روایت ہے

"ہمارے پاس ایک خوبصورت گھوڑی تھی۔ بدقسمتی سے وہ باؤلی ہو گئی۔ بڑے بھائی جلال دین صاحب نے کہا کہ اس کو زنجیر سے باندھ کر لگام دو اور کاٹھی پہنادو۔ بڑی مشکل سے یہ سب کچھ کر کے بھائی جان سوار ہو گئے اور دربار شریف کو روانہ ہو گئے۔ گھوڑی بڑی تیز رفتاری کے ساتھ چلی۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں پیش کر کے ساری بپتا عرض کی۔ آپ نے لنگر شریف کا ایک ٹکڑا گھوڑی کو کھلا کر دوسری گھوڑیوں کے ساتھ باندھ دینے کا حکم فرمایا۔ صبح تک گھوڑی ٹھیک تھی۔ پھر آپ نے گڑ دم کر کے سب جانوروں کو کھلا دیا"۔

بڑا گوشت:۔ ماسٹر نعمت علی ر۔ب/ ۵۵ برج ضلع فیصل آباد فرماتے ہیں۔

"۱۹۶۳ء کا واقعہ ہے میں گورنمنٹ نارمل سکول پسرور میں زیر تعلیم تھا۔ شب برات کی دو چھٹیاں ہوئیں تو گھر دور ہونے کی وجہ سے بھی اور از راہ عقیدت بھی میں دربار شریف حاضر ہو گیا۔ رات کو لنگر شریف تقسیم ہونے لگا تو کافی گہما گہمی تھی۔ میرے پیالے میں سالن

ڈالا تو دیکھا بڑا گوشت تھا جس سے میں ہی نہیں سارا کنبہ پرہیز کرتا تھا۔ میں نے سوچا بوٹیاں ساتھ بیٹھنے والے کے پیالے میں ڈال دوں کہ خود حضور نقش لاثانی عصا مبارک ہاتھ میں لئے سامنے آکھڑے ہوئے اور سالن تقسیم کرنے والے سے فرمانے لگے "ماسٹر جی نوں دو بوٹیاں ہور دیو" اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا "ماسٹر جی کھالئی وااے" سخت سردی کے دن تھے مگر پسینے سے کپڑے تک تر ہو گئے۔ حضور کے ارشاد پر کھالیا' ایسا لطف اور ذائقہ آیا کہ دوبارہ پھر کبھی نہیں آیا"۔

درد سر جاتا رہا:۔ صوفی علی احمد صابر ملتانی کا بیان ملاحظہ ہو

"۱۹۸۶ء میں میرے والد محترم صوفی محمد حسین مرحوم شدید قسم کے درد سر میں مبتلا ہو گئے۔ ملتان میں بڑے بڑے ڈاکٹروں اور حکیموں سے علاج کرایا مگر بے سود۔ ابا جی فرمانے لگے 'مجھے حضور نقش لاثانی کی خدمت میں لے چلو' میری شفا وہیں ہے'۔ میری والدہ محترمہ اور برادر صوفی شوکت علی انہیں ساتھ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری داستان غم عرض کر دی۔ حضور نے فرمایا "یہ لولسی اور پیو۔ اللہ تعالیٰ خود شفا عطا فرمائے گا"۔ بظاہر لسی ممنوع تھی مگر مرشد کامل کی برکت سے رحمت بن گئی اور درد سر کی شدت بالکل ختم ہو گئی۔ اجازت مانگی تو فرمایا "دور سے آئے ہو' رات رہ لو"۔ صبح اجازت دیتے ہوئے فرمایا "اچھا اللہ خیر کرے گا۔ انشاء اللہ' انشاء اللہ' انشاء اللہ" ابا جی خدا کی قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ 'علی پور سیداں شریف کے حدود سے ابھی ہم باہر بھی نہیں ہوئے تھے کہ درد بالکل جاتا رہا اور پھر کبھی نہ ہوا"۔

اور پیو:۔ جناب غلام حسین صاحب فرماتے ہیں

"قیام پاکستان سے پہلے کی بات ہے۔ میں موسم سرما میں دربار شریف حاضر ہوا۔ سارا دن گنا چھیلنے اور رس اور گڑ بنانے میں صرف ہو گیا۔ میں اوپر اور نیچے سے گنا کاٹ لیتا اور درمیان سے چوس لیتا۔ اگلے روز نماز فجر کے بعد پھر میں بیلنے پر آگیا اور ایک گنا حسب سابق چوسنے ہی لگا تھا کہ حضور نقش لاثانی تشریف لے آئے۔ حضور نے فرمایا "کل سے کتنے گنے چوسے ہیں؟" عرض کیا "کہ دن بھر چوستا رہا ہوں" فرمایا "اگر دو گنوں کا رس پینے کی

کوشش کرتے کیا پی نہ سکتے"۔ عرض کیا "آقا! رس پی سکتا ہوں نہ گڑ کھا سکتا ہوں کہ دست لگ جاتے ہیں"۔ آپ نے رس کا ایک لوٹا منگوایا اور تھوڑا سا پی کر مجھے عطا فرما دیا۔ نیز بار بار ارشاد ہوتا۔ اور پیو' اور پیو' حتیٰ کہ جب بالکل ہی کوئی گنجائش نہ رہی تو مجھے بازو سے پکڑ کر گڑ والے کمرے میں لے گئے اور فرمایا کہ "اسے پیٹ بھر کر گرم گڑ کھلاؤ' دیکھوں کیونکر دست لگتے ہیں"۔

اس کے بعد آج تک رس بھی خوب پیا اور گڑ بھی کھایا مگر دست کبھی نہ لگے"۔

عطیات کی برکات:۔ لنگر شریف کی برکات آپ نے ملاحظہ فرمائیں ان کے ساتھ ہی حضور نقش لاثانی علیہ الرضوان کے عطیات کی برکات بھی دیکھ لیں عطیات میں نقدی کھانا کپڑا اور کئی چیزیں بھی شامل ہیں جو حضور اپنے غلاموں کو عطا فرماتے رہتے تھے اور یہ سب چیزیں گوناگوں برکات کی حامل ہوتی تھیں مثلاً صوفی عبدالسلام کے والد مرحوم کو جنہیں کئی مہینوں سے بخار تھا حضور نے پانچ سیب بھیجے وہ پہلے سیب کا کچھ حصہ کھا کر ہی بخار سے چھوٹ گئے (تفصیل سے یہ واقعہ ابھی ابھی بیان ہوا ہے) میری والدہ مرحومہ نے چٹنی کی خواہش ظاہر کی تو حضور نے خاص توجہ سے عنایت فرما دی اور انہیں کئی امراض سے افاقہ ہو گیا۔ صوفی سیٹھ محمد اقبال صاحب سیالکوٹی (جو حضرت مولنا الحاج ابوداؤد محمد صادق مدظلہ العالی کے مخلص مریدین میں سے ہیں کو کپڑوں کا جوڑا عطا فرمایا۔ ان دنوں صوفی صاحب کئی مقدمات کی زد میں تھے۔ تاریخ پر یہی عطا کردہ لباس پہن کر جاتے اور ہمیشہ فتح پاتے۔ ایک دفعہ پہننا بھول گئے تو تاریخ پڑ گئی۔ یہاں ایک دو روایتیں بطور تبرک مزید درج کی جاتی ہے۔

مرزا محمد طاہر بیگ اپنی ای کی زبانی سناتے ہیں

"جب میرے بیٹے محمد صالح کی شادی ہوئی میں اپنی بہو کو لے کر دربار شریف حاضر ہوئی۔ حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ نے اسے دس روپے عطا فرمائے۔ ان کی ایسی برکت ہوئی کہ بہو کے قول کے مطابق ہر وقت جیب پیسوں سے بھری رہتی تھی۔ حضور نے فرمایا بھی تھا "سنبھال کے رکھنا" اور ان الفاظ کی برکت بھی ساتھ ہی شامل تھی مگر افسوس کچھ عرصہ بعد یہ نوٹ کہیں کھو گیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ جیب بھی خالی ہو گئی۔

۲۔ حافظ محمد فیاض (شادباغ لاہور) سے تحریر فرماتے ہیں۔

میں اکثر اپنے پیرو مرشد امام العارفین الکاملین ' سید الاولیا والاصفیاء حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور مدینہ طیبہ و مطہرہ کے مختلف نقشہ جات نذر کیا کرتا تھا اور حضور بخوشی قبول فرما کر انعام سے بھی نوازتے تھے ایک بار میں نے حضور پر نور شافع یوم النشور معطی البھاء والسرور ﷺ کے دربار کے اندرونی حصے کا نقشہ فریم کرا کے آپ کی نذر کیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک دوسرا نقشہ تھا جس پر کلمہ طیبہ کے مختلف ڈیزائن میرے اپنے ہاتھ سے بنے ہوئے تھے۔ حضور نے دونوں قبول فرمائے اور اپنے حجرہ مقدسہ میں آویزاں کرا لئے۔ تقریباً ساڑھے تین گھنٹے خدمت میں رہنے کے بعد واپسی کی اجازت چاہی تو حضور نے دس روپے بھی عطا فرمائے۔ مجھے اس عطیے سے بڑی مسرت ہوئی۔ گھر آیا چندے بعد بخار میں مبتلا ہو گیا کافی دن علاج معالجہ ہوا مگر مرض بڑھتا گیا۔ ڈاکٹر صاحب ہر روز دوائی کے دس روپے لیتے تھے ایک دن غلطی سے حضور کا عطیہ ڈاکٹر صاحب کو دے آیا تو گھر آ کر بہت پچھتایا مگر خدا کی قدرت اب کے دوائی نے ایسا اثر دکھایا کہ بخار جاتا رہا اور مزید علاج کی حاجت نہ رہی۔ سوچا شاید حضور نقش لاثانی نے علاج ہی کے لئے یہ رقم عطا فرمائی تھی جو شفا کی ضامن بن گئی"۔

۳۔ صوفی علی احمد صابر بزم لاثانی ضلع ملتان اپنے اباجی صوفی محمد حسین مرحوم کا واقعہ انہی کی زبان سے بیان کرتے ہیں۔

"۱۹۵۵ء کی بات ہے میں کچھ روز دربار شاہ لاثانی میں حاضر رہا اور پھر واپسی کی اجازت حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے مانگی تو آپ نے اپنا دست مبارک جیب میں ڈالا اور کچھ رقم نکال کر عنایت فرمائی اگرچہ میرے پاس صرف دو آنے تھے مگر پھر بھی نہ لینے پر اصرار کرتا رہا۔ حضور بھی کمال کرم سے عطا فرماتے رہے کہ راستے میں کام آئیں گے۔ میں نے بغیر گنے رقم جیب میں ڈال لی اور سفر میں خرچ کرتا رہا خدا کی قدرت دیکھئے اسی کی برکت سے بخیر و عافیت گھر پہنچ گیا اور راہ میں کہیں کمی یا دقت محسوس نہیں ہوئی"۔

۴۔ اب مصنف کی آپ بیتی سنئے۔

"غالباً ۱۹۶۸ء سے ہمیشہ موسم گرما کی تعطیلات دربار شریف ہی گذارتا تھا ان دنوں بظاہر حضور نقش لاثانی کے فرزند اصغر حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب مدظلہ کی تعلیم و تدریس مقصود ہوتی مگر بباطن اور کئی عنایات سے آپ نوازنا چاہتے تھے۔ تعطیلات کے اختتام پر اور یونہی دوسرے مواقع پر قیمتی خلعتوں کے علاوہ حضور نقد رقم بھی عطا فرماتے تھے۔ میں بطور تبرک انہیں گھر میں بڑی حفاظت سے رکھتا تھا دسمبر ۱۹۷۱ء کی جنگ میں شکر گڑھ کا علاقہ بہت متاثر ہوا۔ ہمارا گاؤں تو ابتدائی دنوں میں ہی بھارتی قبضے میں آگیا۔ میں کنبے سمیت شکر گڑھ میں مقیم تھا اور حضور کی اجازت کا منتظر تھا کہ ایک دن درباری نعت خواں بھائی محمد حسین صاحب نے شہنشاہ ولایت کا فرمان پہنچا دیا کہ "گھر والوں کو کسی محفوظ جگہ بھیج دو" اگلی صبح انہیں بس پر بٹھانے کا پروگرام بنایا تو کوئی رقم پاس نہیں تھی کہ کرایہ ادا کیا جاتا اور کسی سے قرض مانگنے کی صورت نہ تھی کہ دوست آشنا اکثر جا چکے تھے۔ پھر کرائے بھی بہت زیادہ بڑھ گئے تھے مجبوراً حضور کا جمع کردہ عطیہ ہی استعمال کرنا پڑا حیرت یہ ہوئی کہ موضع بندو کے ضلع شیخوپورہ تک پہنچنے کا جو کرایہ بنتا تھا' یہ رقم بالکل اسی کے برابر تھی۔ دوسری عجیب بات یہ تھی کہ شکر گڑھ سے بسوں کے چلنے کا یہ آخری دن تھا چنانچہ میں اور نواب چوہدری فقیر محمد مرحوم اگلے دن گھوڑی پر علی پور شریف کی طرف روانہ ہوئے اور کئی منزلوں میں یہ مقدس سفر طے ہوا۔

کھانے میں برکت:۔ ۱۔ سید غلام شبیر صاحب مدظلہ راوی ہیں:۔

برادر طریقت سردار محمد ساکن بوڑھے والی کے ہاں دوپہر کی دعوت تھی' انہوں نے پچاس آدمیوں کا کھانا تیار کرایا۔ اردگرد کے دیہات سے تقریباً تین سو افراد جمع ہو گئے۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے تین لقمے چاول ملاحظہ فرمائے اور تین گھونٹ شوربے سے نوش فرمائے (پلیٹ کے باقی چاول چاولوں اور شوربے کا بقیہ شوربے میں ملانے کا حکم صادر فرمایا)۔ الحمد اللہ! سب نے خوب سیر ہو کر کھایا مگر برکت دیکھئے کھانا پھر بھی کافی مقدار میں بچا رہا جسے بعد میں محلے میں تقسیم کیا گیا۔

۲۔ **ماسٹر محمد سلیم صاحب** ساکن خانپور (شکر گڑھ) بیان کرتے ہیں ایک بار حضور

نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں کھانے کی دعوت قبول کرنے کی درخواست کی گئی تو فرمایا "صرف چائے کا بندوبست کر لو" تشریف آوری ہوئی تو ساتھیوں کو اندر بٹھا دیا اور خود باہر دھوپ میں جلوہ افروز رہے اب گاؤں والے بھی آ گئے حضور کی خدمت میں چائے کی کیتلی پیش کی گئی تو آپ نے پانی کا جگ منگوا کر یہ چائے اس میں ملا دی۔ سامنے ایک جم غفیر تھا مگر اللہ اکبر مرد کامل کی برکت دیکھئے چائے بھی گرم رہی اور ذائقہ بھی بدستور قائم رہا۔ جس نے پی یہی کہا کہ ایسی چائے عمر بھر نہیں پی"۔

۳۔ چودھری ولی محمد ساکن بوعہ تحصیل شکر گڑھ سے روایت ہے۔

"جن دنوں بوعہ میں مسجد شاہ لاثانی کی تعمیر ہو رہی تھی، ایک وقت کی دعوت میرے ہاں تھی۔ حافظ محمد اسماعیل صاحب مدظلہ نے لنگر کی تقسیم کے دوران جب محسوس کیا کہ کھانا کم ہے تو اور روٹیاں منگوانے کے لئے میرے بیٹے غلام علی کو دوڑا دیا۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے اسے دوڑتے دیکھا تو بلا لیا اور دوڑنے کی وجہ پوچھی۔ اس نے آہستہ سے عرض کیا روٹیاں کم ہیں اور لانے جا رہا ہوں۔ حضور نے فرمایا "پانی کا گھڑا بھر لاؤ" خیر حضور کی برکت سے بہت سی روٹیاں بچ بھی گئیں اور ہم نے گھر جا کر کھائیں۔

۴۔ (راقم الحروف آسی کی روایت) ۱۹۶۰ء کے لگ بھگ کی بات ہے شکر گڑھ میں چودھری محمد طفیل صاحب پولیس انسپکٹر کے فرائض سرانجام دے رہے تھے نواب فقیر محمد مرحوم حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے مخلص غلام اور وہ ان کے عزیز تھے ان کی وساطت سے چوہدری صاحب حضور کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوئے اور ان کی درخواست پر رات کے کھانے کی دعوت قبول کر لی گئی۔ حضور تشریف لائے تو شکر گڑھ اور مضافات شکر گڑھ سے ایک وسیع ہجوم بھی آ موجود ہوا چودھری صاحب نے چند افراد کا کھانا تیار کرایا تھا اور حاضرین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ نواب صاحب نے اہل خانہ کو تسلی دی کہ گھبرائیں نہیں ایسا کئی بار ہوا ہے کہ حضور کی برکت سے تھوڑا سا کھانا سینکڑوں افراد کو مطمئن کر گیا بلکہ بعد میں بھی بچا رہا۔ وہ ابھی اس قسم کے واقعات سے نابلد تھے مگر جب وہی ہوا جو نواب فقیر محمد صاحب مرحوم کہتے تھے تو دنگ رہ گئے (یعنی سب نے کھانا کھایا اور پھر بھی بڑی مقدار میں بچ گیا) ان

کے نزدیک یہ ایسا تجربہ تھا جس نے انہیں مقام ولایت کی عظمتوں کو سلام کرنے پر مجبور کر دیا
۔

۵۔ **بابو عبدالرشید** (وسن پورہ لاہور) اپنے دوست چودھری عبدالحق مرحوم کے گھر کا واقعہ انہی کی زبانی بیان کرتے ہیں۔

"میں نے جلو موڑ عرس کے موقع پر حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی دعوت کی۔ صرف دس سیر چاول پکائے۔ چھٹی کا دن تھا زائرین کا ہجوم ہو گیا۔ میں پریشان ہو گیا حضور نے مجھے پریشان دیکھ کر پوچھا چودھری صاحب! کیا پریشانی ہے۔ میں نے عرض کی حضور لوگ زیادہ آ گئے ہیں اور اس جم غفیر کے لئے کھانا بہت کم ہے۔ فرمایا پھر کیا ہوا اندر جا کر مستری محمد دین صاحب (آف چاہ میراں) سے فرمایا باوضو ہو تو بسم اللہ پڑھ کر کھانا تقسیم کرو' چنانچہ حضور کی توجہ کی برکت سے سب نے کھانا کھایا پھر فرمایا گلی محلے والوں کا بھی حق ہے۔ یوں بھی تقسیم ہوا تقریباً تین سو آدمیوں کے کھانے کے بعد بھی کھانا اتنا ہی تھا (جتنا پہلے تھا)۔

۶۔ **رانا جماعت علی خاں صاحب** لائبریرین گورنمنٹ کالج لاہور راوی ہیں۔

"حضور نقش لاثانی قدس سرہ فیصل آباد میں جلوہ فرما تھے۔ میں نے دوپہر کے کھانے کی دعوت دی تو بکمال بندہ نوازی حضور نے منظور فرمائی۔ میں نے اپنے خیال کے مطابق بیس پچیس افراد کا کھانا تیار کرایا تھا۔ حضور اس زمانے میں ایک مکان بنوا رہے تھے' جب حسب الارشاد کھانا خدمت میں پیش ہوا تو حاضرین ڈیڑھ سو سے کم نہیں تھے۔ میں گھبرا گیا مگر حضور نے تسلی دی۔ چنانچہ سب نے کھانا کھایا اور بعد میں یوں محسوس ہوا جیسے بہت کم صرف ہوا ہے چنانچہ گھر لے جا کر گلی محلے میں بھی تقسیم کیا اور اپنے افراد کنبہ بھی تین چار دن تک کھاتے رہے۔

رانا صاحب کے بقول یہ بھی ان واقعات میں شامل ہے جن سے متاثر ہو کر وہ سچے دل سے بارگاہ شیخ کے گرویدہ ہوئے۔

تشریف آوری کی برکات

کافور دردو رنج ، اسیران غم بری
اللہ رے حضور کی تشریف آوری !

قرآن حکیم کی بغور تلاوت کریں تو کتنی ہی آیات میں اللہ تعالی کی اس معیت کا ذکر ملتا ہے جو اس کے پاک بندوں کے شامل حال ہے مثلا

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ہ

ترجمہ:۔ بیشک اللہ تعالی صابروں کے ساتھ ہے۔ (البقرہ ۱۵۳)

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ہ

اور جان رکھو بیشک اللہ متقین کے ساتھ ہے۔ (التوبہ: ۱۲۳)

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ہ

بیشک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔ (الاعراف: ۵۶)

یہ پاک بندے جنہیں صابر، متقی، محسن فرمایا گیا ہے، اولیائے کاملین ہی تو ہیں۔ اللہ ان کے ساتھ ہے یعنی رحمت و قدرت کے ساتھ تو یقیناً اللہ والے جہاں ہوں گے، وہاں اللہ کی رحمت و قدرت کا خصوصی ظہور ہو گا۔ جہاں جائیں گے اللہ کی رحمت و قدرت کے سائے میں جائیں گے اور جہاں ٹھہریں گے، رحمت و قدرت کے ساتھ ٹھہریں گے ان کی مرضی اللہ کی مرضی میں فنا ہوتی ہے لہٰذا اللہ اپنی جس مخلوق کے مقدر سنوارنا چاہتا ہے، ادھر اپنے اولیاء یا کسی ولی کو بھیج دیتا ہے۔ گویا اللہ کا مقبول بندہ اگر کسی طرف رخ کرتا ہے تو الہامی پروگرام کے تحت کرتا ہے۔ حضرت اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

فطرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے !
دنیا میں بھی میزان ، قیامت میں بھی میزان

خاک پنجاب کو زندہ کرنا تھا تو حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمتہ تشریف لے آئے اور سرزمین اجمیر کو دار الخیر بنانا تھا تو خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی غریب نوازی کام آئی۔ ان مقربین بارگاہِ خداوندی کو جو عظمت و رفعت عطا ہوتی ہے، سب صدقہ ہے حضور رحمتہ للعلمین ﷺ

کی عنایت بے غایت کا۔ اللہ کی رحمت ان کے ساتھ اسی لئے ہے کہ حضور سراپا نور ﷺ ان کے ساتھ بلکہ ان میں جلوہ گر ہیں۔ خود فرمایا اِنَّ فِیْہِمْ رَحْمَتِیْ (بیشک ان میں میری رحمت ہے) غرض جہاں جہاں بھی ان مردان حق کا قیام ہوتا ہے۔ وہاں بظاہر یہی ہوتے ہیں مگر بہ باطن اللہ جل مجدہ اور حضور رحمت عالم ﷺ کے الطاف و اکرام کا قیام ہوتا ہے۔ سفر میں ہوں یا حضر میں یہ کبھی خدا و رسول (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم) کے فضل کے بغیر نہیں ہوتے۔

دور آخر میں میرے آقا حضور نقش لاثانی قدس سرہ انھی اولیائے سلف کی سچی یادگار تھے۔ آپ فنافی الرسول کے مرتبے پر فائز تھے لہٰذا آپ کے تبلیغی دورے زبان حال سے گویا اعلان کرتے تھے کہ یہ اس ذات ستودہ صفات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کے مظہر کامل ہیں جن کی شان میں بریلی کے مرد حق شناس علیہ الرحمہ نے بجا طور پر فرمایا ہے۔

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشیٔ رحمت کا قلمدان گیا!

روایت ہے کہ حضرت خواجہ شاہ رکن الدین ملتانی جو حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی کی اولاد میں سے تھے دہلی میں حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء (علیہم الرحمتہ) سے ملنے آئے۔ دوران گفتگو کسی نے پوچھا کہ حضور سرور کائنات ﷺ کی ہجرت مدینہ کے روحانی اسباب کیا تھے تو حضرت نظام الحق والدین علیہ الرحمتہ نے فرمایا اہل مدینہ کی روحانی تکمیل۔ اس روحانی تکمیل کے علاوہ وہاں جو ظاہری و باطنی برکات ہوئیں ان کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ اس حقیقت کا کچھ جلوہ مجھے اپنے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے سفر میں نظر آتا تھا۔ وہ دَربار میں ہیں تو بھی دُربار (موتی برسانے والے ہیں) اور گرم سفر ہیں تو بھی (ابر گہربار) کسی کو توبہ کرا رہے ہیں، کسی کی بخشش کا سامان کر رہے ہیں، کسی کو پریشانیوں سے

لہ الامن والعلی بحوالہ ابن حبان، خراطی، حاکم وغیرہ

نجات مل رہی ہے' کوئی شفایاب ہو رہا ہے' کسی کی کوئی حاجت پوری ہو رہی ہے' اور کسی کی کوئی۔ باطنی' روحانی اور اخروی برکات مجھ ایسے کم نظر کیا دیکھ سکتے البتہ بعض دفعہ ایسا ضرور ہوا کہ حضور گذر رہے ہیں کوئی اٹھا' دوڑ کر آیا اور آکے قدم بوسی یا دست بوسی کرلی تو دل نے گواہی دی یہ بخشا گیا (اور دل کی یہ گواہی بھی کچھ معنی رکھتی ہے بقول حضرت میر درد

قاصد نہیں یہ کام ترا ' اپنی راہ لے
ان کا پیام دل کے سوا کون لا سکے !)

پھر ان کا کیا کہنا جنہوں نے بصد عقیدت کوئی خدمت سرانجام دے دی' پھر وہ جو سواری کے جانور کے آگے پیچھے دوڑ رہے ہیں (اور کچھ نہیں تو کم از کم نفس جیسے قومی دشمن کو زیر کرنے کے لئے کتنا عظیم الشان مجاہدہ ہے) اور سب سے زیادہ جو آٹھ پہر خدمت میں ہیں [ط۱]۔ اللہ اکبر' ہر سفر' رحمت کا سفر ہوتا تھا۔ کسی گاؤں کی مسجد شکستہ ہوتی تو اس کی تعمیر کا بعض دفعہ آغاز اور کبھی پروگرام بن جاتا۔ کہیں عقائد و مسائل کی تبلیغ و اشاعت کے لئے جلسے منعقد ہو رہے ہیں۔ کبھی دو متحارب گروپ جو مدت دراز سے باہم الجھ کر قتل و خونریزی تک آگئے ہیں' مائل بہ صلح کئے جا رہے ہیں' کہیں لاعلاج مریضوں کو شفا سے ہمکنار کیا جا رہا ہے اور کہیں پریشان حال لوگوں کو مایوسی سے چھڑایا جا رہا ہے۔ ان برکات کو قید تحریر میں لانے کے لئے ایک ضخیم دفتر کی ضرورت ہے اور حقیقت میں کوئی بھی ان علاقوں کا جہاں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کبھی تشریف لے گئے' سروے کرکے رپورٹ تیار کرے تو میری بات کی تصدیق کرنے پر مجبور ہوگا۔ یہاں نمونے کے لئے چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں جن میں زیادہ تشریف آوری کی دنیوی و برکات کا تذکرہ ہوگا۔

ط۱ " خدمت کی برکات " تفصیل سے الگ باب میں ملاحظہ فرمایئے

نماز جنازہ میں شمولیت:۔ ماسٹر محمد ابراہیم بٹ چک نمبر ۱۳۷/ ر۔ب پہاڑی پور راوی ہیں

"باباجی پیر سید محمد لطیف شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو حضور قبلہ عالم اعلی حضرت نقش لاثانی قدس سرہ گوجرہ شریف کے سالانہ عرس مقدس میں شمولیت کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ دربار شریف (علی پور سیداں) سے نسبتاً قریب ہونے کے باوجود ٹیلیفون یا کسی قاصد وغیرہ کے ذریعے رابطہ نہ ہو سکا۔ عقیدت و اخلاص کے مضبوط تعلق کی بنا پر خانوادہ سادات اور دیگر متوسلین کو یقین کامل تھا کہ ظاہرا اطلاع نہ ہونے کے باوجود حضور ضرور قدم رنجہ فرمائیں گے۔ انتظار طویل ہو گیا تو آخر افسردگی و بیچارگی کے عالم میں باباجی کی چارپائی جنازہ گاہ میں لے گئے۔ صفیں بھی درست ہو گئیں البتہ امام کا انتخاب باقی تھا تو دور سے کاروں کے ہارنوں کی آواز قریب آتی سنائی دی۔ ٹوٹی امیدیں پھر بندھ گئیں کہ یقیناً حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ ہی تشریف لا رہے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے قبلہ آرزو 'کعبہ جستجو' نازش قدوسیاں مرجع جسم و جاں نماز کی پہلی صف میں جلوہ آرا ہو گیا۔

جان و دل کو آخری لمحے قرار آ ہی گیا
دیکھ لو وہ حاصل صد انتظار آ ہی گیا!

زمین آباد ہو گئی:۔ محمد مالک صاحب نمبردار ۱۲۵/ ر۔ب لدھڑ ضلع فیصل آباد بیان کرتے ہیں۔

"میرے والد ماجد چودھری احمد خاں نمبردار مرحوم سرچشمہ ولایت شہنشاہ طریقت و حقیقت حضور شاہ لاثانی قدس سرہ النورانی کے اولین خدام میں بڑے نمایاں مقام پر فائز تھے۔ سیدی و مرشدی سرکار نقش لاثانی قدس سرہ ہمارے ہاں تشریف لائے تو اباجان مرحوم نے فرمایا 'بیٹا مالک! جب حضور قبلہ عالم کھانا تناول فرمالیں تو پھاٹک کی طرف حضور کو زحمت دینا تاکہ جو زمین بنجر پڑی

ہوئی ہے ملاحظہ فرمالیں۔ خدا کی قدرت! مجھے یہ فرمان بھول گیا اور حویلی میں آکر بیٹھ رہا۔ حضور قبلہ عالم علیہ الرحمتہ باہر تشریف لائے تو مجھے بلا کر فرمایا چلو' تمہاری زمین دیکھ لیں۔ میں ساتھ ہو لیا اتفاقاً راستے میں دوسرا نمبردار غلام نبی نامی جو قادیانی تھا مل گیا اور مجھے طنزاً کہنے لگا "حضرت صاحب کو زمین کی طرف لے چلو تاکہ فصل ہو جائے"۔ میں نے جواباً کہا نمبردار 'نیت تو یہی ہے۔' رقبہ مذکور میں پہنچے تو میں نے عرض کیا یہ آٹھ ایکڑ رقبہ کافی عرصے سے غیر آباد پڑا ہے۔ دعا فرمائیں آباد ہو جائے۔' حضور قبلہ عالم علیہ الرحمتہ حسب عادت اپنے عصائے مبارک کو زمین میں گاڑ کر اس کو ٹھوڑی مبارک کی ٹیک بنائے کچھ عرصہ خاموش رہے پھر فرمایا فصل کاشت کرو' اللہ فضل فرمائے گا' بعدہ زمین کو ہموار کرنے اور اچھی طرح ہل چلانے کے بارے میں کچھ ہدایات ارشاد فرمائیں۔

خدا کا کرنا' اسی سال ریکلیمیشن کی طرف سے پانی کی نالیوں کی منظوری ہو گئی۔ پہلے تین سال چاول کاشت کرتے رہے اور ہر بار پیداوار بڑھتی گئی۔ چوتھے سال کماد بڑا اچھا رہا۔ پانچویں سال گندم کی فصل پورے جوبن پر تھی۔ اب حضور تشریف لائے تو پھر فصل دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے جو ارد گرد کی فصلوں سے زیادہ کامیاب تھی (سوچئے! قادیانی کے طنز کے جواب میں حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ کی یہ کرامت اسلام کی حقانیت کی کیسی روشن دلیل ہے)"

آل رسول کی دعا:۔ یہی محمد مالک صاحب نمبردار راوی ہیں۔

"ہمارے ڈیرے پر کام کرنے والے عیسائی کی ایک عزیزہ قریباً آٹھ سال سے گیسھیا میں مبتلا تھی۔ ان گنت علاج کرائے مگر افاقہ نہ ہو سکا۔ آخر کار انہوں نے اباجی مرحوم سے اپیل کی چودھری صاحب! آپ کے پیر آل رسول ہیں 'سید پاک کا گھرانا ہے۔ ہماری عزیزہ کے لئے بھی دعا کرا دیں۔' اباجی نے فرمایا حضور قبلہ عالم تشریف لائیں تو یاد کرانا۔

حضور تشریف لائے تو عیسائی خود خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوا۔ حسب

دستور حضور قبلہ عالم نے حکیم صاحب کو گنٹھیا کا نسخہ لکھ دینے کی ہدایت فرمائی۔ عیسائی نسخہ لے گیا اور بعد میں آکر بقسم کہنے لگا نہ ہم نے نسخہ خریدا نہ ہی علاج کرایا اللہ تعالیٰ نے خود ہی شفائے کامل بخش دی۔ (غیر مسلموں کو اسلام کی حقانیت باور کرانے کے لئے سینکڑوں وعظوں سے کیا اس قسم کی کرامات زیادہ موثر نہیں)"

ملنگ تندرست ہو گیا:۔ انہی کا بیان ہے۔

"ہمارے ڈیرے پر کافی عرصے سے ایک ملنگ رہا کرتا تھا اس کو تاپ تلی ہو گئی۔ کافی علاج معالجے کے باوجود بھی شفا نہ ہوئی تو مایوس ہو کر کہنے لگا۔ نمبردار جی! اپنا ڈیرہ سنبھال لیجئے' میں اب اس قابل نہیں کہ خدمت کر سکوں! حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے اپنے قدموں سے نوازا تو یہ ملنگ بھی حاضر خدمت ہو کر ملتجی ہوا۔ آپ نے پھر حکیم صاحب سے نسخہ لکھوا دیا۔ ملنگ نے نسخہ خریدا نہ استعمال کیا۔ فقط دعائے مرد مومن سے شفایاب ہو گیا"۔

سب شفایاب :۔ قادری محمد ریاض مدرس مرکزی جامعہ انوار لاثانی راوی ہیں۔

"شہنشاہ ولایت منبع رشد وہدایت حضور نقش لاثانی قدس سرہ جناب رحمت علی صاحب کی دعوت پر ہمارے گاؤں خیرا (تحصیل شکر گڑھ) تشریف لائے تو عجب سماں تھا۔ گاؤں کے چھوٹے بڑے چک امرو (اسٹیشن) پر استقبال کے لئے پہنچے ہوئے تھے کہ گاڑی آگئی حضور کی زیارت ہوئی تو تکبیر و رسالت کے فلک شگاف نعرے شروع ہو گئے۔ بچے ہاتھوں میں گلدستے لئے تھے۔ حمد و نعت کے ترانے بلند ہو رہے تھے۔ گاؤں میں تشریف آوری ہو چکی تو حضور سواری سے اتر آئے۔ جناب محمد رمضان صاحب نے اپنی بیٹی جو پانچ چھ سال سے بیمار تھی کی چارپائی راستے میں رکھ دی۔ حضور قیوم زمانی شہنشاہ لاثانی قدس سرہ النورانی کے دست مبارک کا لگا ہوا ایک کنواں ہمارے گاؤں میں موجود ہے۔ سرکار نقش لاثانی قدس سرہ نے اس کا پانی منگوا کر دم کیا اور دعا فرمائی۔ بچی چند

روز میں مکمل صحت یاب ہو گئی بلکہ اس اجتماع میں جتنے بھی بیمار تھے سب تندرست ہو گئے۔ یہ بچی جو چارپائی پر بیٹھ بھی نہیں سکتی تھی چند ماہ بعد شادی شدہ ہو گئی اور اب ماشاء اللہ صاحب اولاد ہے"۔

کام جاری رکھو:۔ سید احمد حسین شاہ صاحب ساکن ۱۳۷/ر۔ب پہاڑی پور کی روایت ہے

"ہم نے پرانے مکانات مسمار کر کے از سر نو سلسلہ تعمیر شروع کیا تو وسائل کی کمی کے باعث کام ادھورا رہ گیا۔ اتنے میں حضور قبلہ عالم سرکار نقش لاثانی قدس سرہ تشریف فرما ہو گئے۔ آپ میرے لخت جگر سید عامر حسین کے کندھے پر مبارک ہاتھ رکھ کر تعمیر نو ملاحظہ فرما رہے تھے کہ اچانک ارشاد ہوا شاہ جی مکانوں کی تعمیر کا کام رکا ہوا معلوم ہوتا ہے' عرض کی حضرت والا! جو رقم پاس تھی لگا دی 'اب اگلی فصل پر کچھ رقم ہاتھ لگے گی تو کام دوبارہ شروع کر دیا جائے گا۔ خواجہ بیکس نواز علیہ الرحمہ نے فرمایا شاہ جی! کام جاری رکھو' اللہ کارساز ہے۔' بس حضور کا فرمانا تھا کہ نجانے کیا ہوا قدرت کاملہ نے ایسی غیبی امداد فرمائی کہ حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ کی آئندہ تشریف آوری سے پہلے ہی بیشتر مکانات 'برآمدے سیڑھیاں فرش وغیرہ سب کچھ مکمل ہو چکا تھا۔ چنانچہ اب نئے برآمدے میں ہی لنگر تقسیم کیا گیا۔

(نوٹ) اس قسم کے واقعات پر اہل ہمت کو خوب غور کرنا چاہیے۔ مرد مومن اپنی بات نہیں اللہ کی کارسازی کی بات کر رہا ہے اور یہی توکل اس کا سرمایہ حیات ہے۔ اس کا خلوص جب خداوند بزرگ و برتر کی کارسازی کی دہائی دیتا ہے تو وہ کریم اپنی کارسازی کا جلوہ دکھا ہی دیتا ہے۔ ہمارا اسے کارساز کہنا اور ہے کیونکہ ہم اخلاص کی بجائے حرص و ہوا کے پیکر ہیں لہٰذا ہمارا ذکر خدا زبان تک ہے اور اس ذکر میں کوئی خاص عظمت و قوت و برکت نہیں۔ اللہ کا بندہ زبان اور ظاہر ہی سے نہیں دل اور باطن سے اسے کارساز کہہ رہا ہے لہٰذا اس کا اثر کما حقہ

ہو گا۔ اولیاء کرام معاذ اللہ خدا سے بے نیاز ہو کر یا اسکے مقابلے میں کھڑے ہو کر اپنی قوتوں کی طرف دعوت نہیں دیتے اور نہ بالیقین خدا کو چھوڑ کر کوئی قوت ممکن ہی ہے۔ ان کی قوتیں اللہ کے فضل سے اور اسی کے ارادے سے ہیں اور جوں جوں یہ خدا کا شکر ادا کرتے جاتے ہیں ان قوتوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے کیونکہ قرآنی وعدہ ہے

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (سورۃ ابراہیم :)

ترجمہ: اگر تم (پہلے احسانات پر) شکر ادا کرو تو میں مزید اضافہ کردوں گا

یہ بات سب سے زیادہ اہم ہے کہ اگر ہم عام لوگ اللہ کی کارسازی کے کرشمے دیکھنا چاہیں تو کیا کریں 'لازماً اللہ والوں سے رابطہ قائم کریں۔ قدرت کے کمالات انہی کے ذریعے آشکار ہوتے ہیں۔ یہ کمالات اپنی آنکھوں دیکھیں گے تو ایمان کسی حد تک شہودی ہو جائے گا اور پہلے سے مضبوط تر۔ ان کی کارسازی یہی ہے کہ ان کے ذریعے اللہ کی کارسازی کا پتہ چلتا ہے یا اللہ تعالیٰ انکے وسیلے سے کام بناتا ہے۔

گھوڑی مل گئی:۔ یہی شاہ صاحب بیان کرتے ہیں

"ایک بار حضور نقش لاثانی رحمتہ اللہ علیہ ہمارے علاقے میں جلوہ افروز تھے۔ باباجی حضرت پیر سید محمد لطیف صاحب مرحوم بھی آپ کی خدمت میں برج ۵۵ / ر۔ ب میں تھے۔ رات کو چور موضع پہاڑی پور سے شاہ صاحب کی گھوڑی چرا کر لے گئے۔ باباجی کو صبح اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں سارا واقعہ عرض کرکے اجازت چاہی۔ حضور نے فرمایا گھوڑی مل جائے گی، فکر نہ کرنا۔ دوسرے دن ہم میں سے دو آدمی گاڑی پر سوار ہو کر حافظ آباد منڈی مویشیاں میں پہنچے تو گھوڑی بھی مل گئی اور چور بھی پکڑا گیا"۔

بیل ٹھیک ٹھاک ہو گیا:۔ چودھری عظمت علی تتلا صدر بزم لاثانی ضلع بہاولنگر بیان کرتے ہیں۔

"میرے جد امجد حاجی حکم دین رحمتہ اللہ علیہ قیوم زمانی حضور شہنشاہ لاثانی

قدس سرہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ ان کے چہلم پر حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ مغرب کے وقت تشریف لائے۔ صبح قبرستان جا کر دعا مانگی۔ وہاں سے سیدھے ڈیرے پر قدم رنجہ فرمایا۔ یہاں باقی مویشیوں کے ساتھ ایک بیل بھی بندھا ہوا تھا جو پاؤں کے ورم کا شکار تھا اور قریباً ایک سال سے لنگڑاتا تھا۔ تکلیف اس قدر تھی کہ ہم اسے پانی بھی کھرلی پر پلاتے تھے۔ آپ نے تشریف لاتے ہی اس کی پشت پر ہاتھ رکھا۔ ہم نے اس کا حال عرض کیا تو فرمایا اللہ کرم کرے گا پھر آپ چک یعنی گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسرے مویشیوں کو پانی پلانے کے لئے کھولا گیا تو اس نے ان کے ساتھ جانے کی کوشش کی۔ اسے بھی کھولا گیا تو بغیر لنگڑائے دوسرے جانوروں کے ساتھ گیا اور آیا۔ دیکھنے والے حیران تھے' سال بھر کا مرض جو کسی صورت ٹھیک ہونے میں نہیں آتا تھا رب کے بندے نے ایک نگاہ میں اسے ٹھیک کر دیا"۔

اینٹیں پک گئیں:۔ چودھری صاحب موصوف یہ واقعہ اپنے چچا چودھری بشیر احمد صاحب تتلا نمبردار چک نمبر ۱۳۸/۶ آر کے حوالے سے روایت کرتے ہیں "یہ واقعہ پورے چک میں خصوصاً ہمارے خاندان میں بہت مشہور ہے اور یہ بھی اسی وقت رونما ہوا جب آپ قبرستان میں دعا کر کے واپس تشریف لا رہے تھے۔ اس راستے میں ایک بھٹہ خشت بھی تھا اسے دیکھ کر حضور قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا یہ بھٹہ کس کا ہے۔' عرض کیا گیا حضور علم دین تتلا کا' (جو چودھری بشیر احمد صاحب کے چچا ہیں۔) یہ بھی التجا کی گئی کہ اس کی اینٹیں پلی ہیں اور بھٹیارے بھاگ گئے ہیں کہ انہیں خرچا اور جرمانہ دینا پڑے گا۔ آٹھ آٹھ وار اکھاڑ کر دیکھے ہیں سب اینٹیں نیم پختہ ہیں۔ چودھری علم دین صاحب کو بھٹہ فارغ کرنے کے لئے کہا گیا (بھٹہ ہمارے مربع میں تھا اور پکوائی چودھری صاحب نے کی تھی۔ اینٹیں چونکہ بیکار ہیں' لہٰذا وہ نکالتے نہیں ہیں حضور یہ سب کچھ سن کر خاموشی سے چند لمحے بھٹہ کی طرف دیکھتے رہے۔ بات آئی گئی ہوئی۔ کچھ دنوں بعد جب بھٹہ سے اینٹیں نکالی گئیں سوا پہلی اینٹوں کے جو بھٹیاروں نے نکالی تھیں' ایک اینٹ بھی نیم پختہ نہیں تھی۔ انہی پختہ اینٹوں

سے چودھری علم دین تتلا کے مکانات تعمیر کئے گئے جو اب تک آپ کی کرامت عظیمہ کا اعلان کر رہے ہیں"۔

ملازم مل گیا:۔ یہی عظمت علی تتلا (ایم۔اے' بی۔ایڈ) راوی ہیں

"راقم الحروف کا چشم دید واقعہ ہے کہ حضور غسل کے لئے ڈیرے پر تشریف لے گئے۔پانی بہت اچھا تھا۔ آپ بہت مسروز ہوئے۔ غسل ہی کے دوران آپ نے گائے بھینس اور دوسرے دودھیل جانوروں کے بارے میں پوچھا۔ والد صاحب نے عرض کیا کہ بچے چارہ ڈالنے اور جانوروں کی دیکھ بھال سے گھبراتے ہیں' ورنہ چارہ بہت ہے جانور بھی خریدا جاسکتا ہے۔ خود بوڑھا ہوں اور ایسے کام کر نہیں سکتا۔' حضور قبلہ عالم خاموش رہے اور بظاہر بالکل کوئی بات نہیں کی (مگر بہ باطن ایسی توجہ فرمائی کہ) خدا کے فضل سے چند دنوں کے اندر اندر ایسا انتظام ہوا کہ نہ بچوں کو گھبرانے کی ضرورت رہی نہ باپ کو یہ بوجھ اٹھانے کی یعنی ایک ایسا دیانتدار ملازم مل گیا جو اب تک یہ خدمت بخیر و خوبی سرانجام دے رہا ہے"۔

سایہ جاتا رہا:۔ حافظ محمد شفیع آف بوعہ بیان کرتے ہیں

"میری اہلیہ کو سائے کا نقص تھا دس دس بارہ بارہ آدمی بھی قابو پانے میں ناکام رہتے۔ دور و نزدیک بہت سے ماہرین کو دکھایا مگر کچھ نہ بنا۔ کچھ عرصہ بعد ہم سب بھائی الگ الگ ہوگئے۔ اب فکر ہوئی کہ اکیلا کیا کر سکوں گا۔ انہی دنوں حضور نقش لاثانی قدس سرہ ہمارے گاؤں میں جلوہ افروز ہوئے۔ زیارت کرتے ہی میرے منہ سے بیساختہ نکل گیا آقا اب کیا کروں گا۔' حضور نے دعائے خیر فرمائی اور ساتھ ہی دربار شریف حاضر ہونے کا حکم دیا۔ اور وہاں سے تعویذ حاصل کرنے کی تلقین فرمائی۔ کچھ دن بعد میں حسب ارشاد حاضر بھی ہوا مگر نہ تعویذ مانگا نہ حضور ہی نے عنایت فرمایا۔ وہی ایک دعا ایسا کام کر گئی کہ تیس بتیس سال بیت گئے مگر سایہ پھر نہ ہوا"۔

جا' ہوگیا:۔ چودہری غلام سرور ساکن موضع بوعہ فرماتے ہیں

"اپنے بیٹے کے لئے نوکری کی تلاش میں اسے لے کر لاہور گیا' واپس گاؤں آیا تو معلوم ہوا حضور نقش لاثانی قدس سرہ مسجد لاثانی میں جلوہ فرما ہیں۔ حاضر خدمت ہوا تو فرمایا لاہور سے آگئے ہو؟ عرض کی لڑکا نوکری کے حصول کی کوشش کے لئے وہیں چھوڑ آیا ہوں فرمایا 'جا' ہو گیا"۔

ص ا۔ (نوٹ نمبرا) یہ انداز کرم حضور قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے بہت ہی کم اختیار فرمایا۔ تاہم یہ اس خدا داد حکومت کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اللہ مالک الملک جل جلالہ اپنے مخصوص لطف و کرم سے اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ آیات و روایات کے علاوہ بزرگان دین خصوصاً حضرت داتا گنج بخش' سیدنا حضور غوث اعظم اور سرکار مجدد الف ثانی علیہم الرحمتہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے دیکھئے انوار لاثانی (صف ۴۶' صف ۲۷۴) برعظیم کے منکران اولیاء کے پہلے امام نے اپنی کتاب صراط مستقیم میں بھی اس کی تصدیق کی ہے اور یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اگر مقربان خدا عرش تا فرش اپنی حکومت کا دعوی کریں تو بھی بجا ہے۔'

(نوٹ نمبر۲) سیدی و سندی حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی تشریف آوری کی برکات کے سلسلے میں صرف چند واقعات عرض کئے گئے ہیں ان میں سے اکثر کا تعلق صرف دو سفروں کے ساتھ ہے۔ غور فرمائیے یہ بھی مثال کے طور پر' ورنہ جتنے لوگ فیضیاب ہوتے ہیں سب کے بیان اکٹھے کرنا آسان بھی نہیں۔ جب ایک ایک سفر ایسا جامع البرکات ہو تو زندگی بھر کے تبلیغی دوروں کی برکات کا اندازہ کیونکر ممکن ہے۔ پھر بالخصوص روحانی اور باطنی برکات کا جو اہل اللہ کا اصل مشن ہے شمار کیوں نہ دشوار تر ہوگا۔ اب ایک دو اور مثالوں پر اس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔

درد جاتا رہا:۔ ماسٹر محمد ابراہیم صاحب ساکن ۷ ۱۳/ رکھ پہاڑی پور کی آپ بیتی سنئے

"سیدی حضور نقش لاثانی قدس سرہ ایک بار ہمارے گاؤں میں تشریف

لائے ۔ یہاں سے حضور سانگلہ ہل روانہ ہو رہے تھے میری ٹانگ میں درد تھا اور میں کچھ فاصلے پر کھڑا تھا تاکہ میں ساتھ چلنے کے حکم سے بچ جاؤں ۔ آپ کی نظر مبارک مجھی پر پہلے پڑی چنانچہ اشارے سے مجھے پاس بلایا اور فرمایا یہ گھڑی اٹھالو ۔ سانگلہ ہل جانا ہے ۔' آپ گھوڑی پر سوار تھے اور ہم پیدل ۔ پھر یہ فرمان کہ تیز چلو اب کون کوتاہی کرے ہم سب بھاگنے لگے دو تین ایکڑ تک ہی دوڑے ہوں گے کہ درد بالکل جاتا رہا ۔ دیکھئے میں تو ٹانگ کے درد کی وجہ سے سانگلہ ہل جانا نہیں چاہتا تھا اور حضور اسی درد کو دور کرنے کے لئے مجھے سانگلہ ہل لے جانا چاہتے تھے ۔

یہ واقعہ خاص طور پر غور طلب ہے ۔ اولیاء کرام کی برکات سے ناآشنا شخص حضور کے پہلے ارشاد پر غور کرے تو کتنے ہی وسواس کا شکار ہو جائے مثلاً یہ کہ مرید تو درد میں مبتلا ہے اور پیر صاحب معاذ اللہ ایسے 'بے درد' ہیں کہ اس حال میں بھی انہیں اپنے فائدے سے غرض ہے خود تو گھوڑی پر سوار ہیں اور مریدوں کو پیدل بھگا رہے ہیں ۔ مگر سارا واقعہ مدنظر ہو جائے تو تمام اشکال خود بخود رفع ہو جاتے ہیں ۔ جی ہاں شیخ سوار ہے اور مرید پیدل اس لئے کہ شیخ طبیب روحانی بھی ہے طبیب جسمانی بھی ۔ ایک ہی دوا سے جسم و روح کا علاج کرنا چاہتا ہے ۔ شیخ کی سواری کے ساتھ پیدل بھاگنا نفس ملعون جیسے خدا دشمن کی رعونت و خودسری کا علاج بھی ہے اور یہی شیخ کا اصل منصب بھی ۔ مولانا روم علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں ،

ہیچ نکشد نفس راجز ظل پیر !
دامن آں نفس کش محکم بگیر

ترجمہ :۔ پیر کامل کے سایہ تربیت و رحمت کے سوا نفس کو کوئی چیز نہیں مار سکتی اس لئے اے انسان ! تجھے اس نفس کو مارنے والے (شیخ و مربی) کا دامن مضبوطی سے تھامنا چاہیے ۔ دوسرا علاجِ جسمانی ظاہر ہے بعض دفعہ خون کی گردش کے

کسی ایک مقام پر رکنے یا پسینہ نہ بہنے کی وجہ سے بھی درد شروع ہو جاتا ہے دوڑنے سے پسینہ بہا اور خون چلا تو کام بن گیا۔ ہو سکتا ہے یہ توجیہہ بھی غلط ہو مگر اس میں کیا شک ہے کہ خدا جسم و روح کا خالق و پروردگار ہے اور مرشد کامل اس کی بارگاہ کا وسیلہ تو جس رب نے مرشد کامل کے طفیل نفس کو شفا بخشی۔ اسی نے اسی کے صدقے میں جسم کو تندرست کیا۔ اولیاء کرام علیھم الرحمہ کی شان میں حضرت سیدنا مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ کا ایک مختصر سا جملہ قابل یادداشت ہے۔ فرماتے ہیں۔

نَظَرُهُمْ دَوَاءٌ وَكَلَامُهُمْ شِفَاءٌ وَصُحْبَتُهُمْ ضِيَاءٌ وَبِهَاءٌ (مکتوب ۵۲، دفتر ۱، انوار لاثانی ص ۲۸۸)

ترجمہ: ان کی نظر دوا ہے اور ان کا کلام شفا ہے اور ان کی صحبت روشنی اور رونق (دین) ہے

مہر پر نظر مہر:۔ یہی صاحب ایک اور واقعہ سناتے ہیں

"ہمارے گاؤں میں ایک شخص ہے مسمیٰ مہردین جو قبلہ شاہ صاحب (حضرت پیر سید محمد لطیف شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ) ہمسایہ بھی ہے جوڑوں کے درد نے اسے لاغر کر رکھا تھا۔ حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ ہمارے ہاں سے موضع صدر والا جانا چاہتے تھے اور وہ بھی میری طرح پیچھے کھڑا تھا آپ نے اسی کو بلایا اور گھڑی عطا کر کے فرمایا 'صدر والا جانا ہے۔' وہ تکلیف کے باوجود حسب الارشاد چل پڑا ابھی منزل مقصود پر نہیں پہنچا تھا کہ درد بالکل ختم ہو گیا اور پھر بخیر و عافیت گھر لوٹ بھی آیا"۔

منیر بھی مستنیر ہو گیا:۔ انہی سے ایک اور چشم دید کہانی بھی سنئے

"جب آپ پہلی دفعہ ہمارے گاؤں میں جلوہ فرما ہوئے یہاں آٹھ نو سال کی عمر کا ایک لڑکا محمد منیر ولد محمد علی چھوٹا ٹانگ کے پھوڑے کی وجہ سے سخت بیمار تھا۔ ایک مدت کا علاج معالجہ بھی بے سود ثابت ہوا تو اچانک حضور نقش لاثانی علیہ

الرحمہ تشریف لے آئے ۔ میرا بھائی مریض کو اٹھا کر خدمت میں لایا تو حضور نے فرمایا (پھوڑے پر سے) کپڑا ہٹاؤ ۔' تعمیل ارشاد ہوئی ۔ آپ نے لعاب دہن شریف (یعنی تھوک مبارک) اوپر چھڑکا تو سالوں کا مریض دنوں میں ٹھیک ہو گیا"

تمام مسائل حل:۔ صوفی محمد عارف تلا کی آپ بیتی سنئے

" ۱۹۷۲ء میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ ہمارے چک ۱۳۸ / ۶ ۔ آر میں تشریف لائے ۔ بندہ سخت پریشانیوں کا شکار تھا ۔ کئی مرتبہ دربار شریف بھی حاضر ہوا مگر دل کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی ۔ اب تشریف آوری پر صبح سویرے برادران طریقت اپنے اپنے غریب خانے میں قدم رنجہ فرمانے کے لئے عرض کرتے رہے اور حضور نوازتے رہے ۔ اچانک اپنے خادم سے لوٹا لے کر مجھے عنایت فرمایا اور اشارے سے آگے چلنے کا ارشاد کیا ۔ چک سے باہر آ کر فرمایا تفصیل سے کہو جو کہنا چاہتے ہو' میں نے بھی کھل کر ایک ایک مجبوری و بیکسی کا حال بیان کیا ۔ ایک رشتہ دار سے سخت نالاں تھا' میں اسے جان سے مار دینے کا فیصلہ کر چکا تھا ۔ حضور نے اس کے بارے میں فرمایا تم اسے کچھ نہ کہو ۔ جو کرتا ہے کرنے دو ۔ رب کریم خود حالات درست فرما دے گا ۔ چنانچہ چند روز بعد اس آدمی کو باؤلے کتے نے کاٹ کھایا اور وہ مر گیا ۔ شادی والا مسئلہ بھی چک ۱۶۴/ ۷ آر میں پہنچ کر حل فرما دیا ۔ چنانچہ سب رکاوٹیں دور ہو گئیں اور حضور کی مقرر کردہ تاریخ پر میری شادی ہو گئی" ۔

غربت جاتی رہی:۔ صوفی نذیر احمد صاحب (نئی آبادی بھرو کے نزد بڈیانہ) راوی ہیں

" ۱۵ جون ۱۹۶۸ء کو حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ ہمارے گاؤں میں تشریف لائے ۔ سب اہل دیہ نے از حد محبت و سرور کا مظاہرہ کیا ۔ ہر غلام کی خواہش تھی کہ حضور اس کے ہاں قدم رنجہ فرمائیں ۔ ہماری برادری میں محمد شفیع (باجے چکی صاحب) بہت غریب تھے ۔ ان کی بھی یہی آرزو تھی ۔ آخر یوں ہوا جیسے حضور

اچانک غائب ہو گئے۔ تلاش کرنے کے بعد دیکھا تو انہی کے ہاں الٹی چارپائی پر آرام فرما رہے تھے۔ یہاں کسی اور کو آنے کی اجازت نہ ملی۔ چودھری صاحب کی مالی حالت اسی دن سے بہتر ہونے لگی اور چند روز تک وہ کھرلی جہاں کوئی مویشی نظر نہیں آتا تھا مویشیوں سے بھر گئی"۔

علاقہ سیراب ہو گیا:۔ یہی صاحب بیان کرتے ہیں

"ہمارے گاؤں میں چودہری حاجی نور حسین صاحب اپنی زمین میں ٹیوب ویل لگانا چاہتے تھے۔ وہ دربار شریف حاضر ہوئے اور حضور نقش لاثانی قدس سرہ کو تشریف ارزانی کی دعوت دی نیز عرض کیا حضور ہمارے ہاں پندرہ سولہ دیہات کے ارد گرد پانی بہت ہی کم ہے۔ نلکے کے لئے بور کیا جائے تو بھی اکثر ناکامی ہوتی ہے، حتی کہ کبھی کنوؤں میں بھی پانی خشک ہو جاتا ہے۔ حضور تشریف لائے اور اپنے عصاء مبارک سے ایک جگہ مقرر فرما دی۔ اللہ کی قدرت حضور رحمتہ للعلمین ﷺ کے نور نظر کی برکت سے اتنا زیادہ پانی نکلا کہ لوگ دیکھنے آتے تھے۔ پھر پورے مذکورہ علاقے میں نلکے، ٹیوب ویل، ٹربائنیں غرض بہت کچھ لگا مگر پانی میں کسی کو کہیں کوئی کمی محسوس نہیں ہوئی"۔

عجیب انداز سے صلح کرائی:۔ انہی کی روایت ہے

"ہمارے اسی گاؤں میں ایک رشتے کی بنا پر جھگڑا ہوا اور پھر مقدمہ بازی شروع ہو گئی۔ فریقین میں سے ایک شخص نے سارا ماجرا حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے جا عرض کیا اور صلح کرانے کی درخواست کی۔ آپ تشریف لائے مگر صلح نہ ہو سکی پھر جھگڑا ہوا اور ایک غیر جانبدار آدمی نے حضور کی خدمت میں سارا واقعہ عرض کیا اور تشریف آوری کی درخواست کی۔ حضور اچانک تشریف لائے، سب نے استقبال کیا مگر پہلے کی طرح بہت کچھ سمجھانے کے باوجود فریقین مائل بہ صلح نہ ہوئے۔ آخر حضور نے ایک فریق کے گھر کے نلکے سے پانی کا لوٹا لے کر دوسرے فریق کے گھر کے کنوئیں میں ڈال دیا۔ چنانچہ چند روز تک خود بخود ان

میں صلح ہو گئی اللہ اکبر!"

صلح ہو گئی:۔ صوفی غلام علی نشتر آبادی فرماتے ہیں

"ہمارے گاؤں میں ایک شخص قتل ہو گیا تھا اور قاتل کو عمر قید ہو گئی۔ ایوب خان نے برسراقتدار آنے کی خوشی میں سزاؤں میں تخفیف کی تو یہ قاتل تقریباً ۴ سال کے بعد رہا ہو کر گھر آگیا۔ مقتول کی پارٹی نے شدید ردعمل کا مظاہرہ کیا اور خدشہ تھا کہ کہیں کئی جانیں تلف نہ ہو جائیں۔ چند روز بعد حضور نقش لاثانی سرہ تشریف لائے تو دوپہر کے قیلولے کے لئے آپ نے اسی جائے قتل کو پسند کیا۔ ہم نے مخصوص پس منظر کی بنا پر یہاں حضور کا آرام فرمانا مناسب نہ سمجھا۔ خیر عصر کی نماز مسجد میں ادا کرنے کے بعد حضور وہیں تشریف لے گئے (آپ اس وقت کلام نہیں فرماتے تھے۔ لہٰذا ہمیں بھی عرض کرنے کی جرات نہ ہوئی) یہیں آپ نے دعا فرمائی اور اس کی برکت سے دونوں پارٹیوں میں صلح ہو گئی اور گاؤں میں امن وامان قائم ہو گیا"۔

رحمت ہی رحمت:۔ چوہدری محمد صدیق (دودھم) بیان کرتے ہیں

"۱۹۶۰ء کے لگ بھگ کا ذکر ہے میں موضع صوبے چک بھوپالوالہ نزد چک جھمرہ میں چودھری سردار خان کے پاس بیل لینے گیا (جسے وہ حضور کی خدمت میں پیش کر چکے تھے) قیمت پوچھی تو انہوں نے کہا کہ سب کچھ حضور کی برکت ہے، قیمت کیا لوں؟ ۱۹۴۰ء میں ایک بیل حضور نے لیا اور میرے دن پھر گئے اور یہ بیل بھی قبول ہو گیا تو اور برکت ہو گی۔ میں نے ۱۹۴۰ کا قصہ سننے کی خواہش ظاہر کی تو بولے حضور چورہ شریف کے سالانہ ختم شریف سے واپس یہیں تشریف لائے۔ آپ نے ایک بیل خریدنے کی بات کی تو میں نے اپنا بیل پیش کر دیا مگر قیمت نہ بتائی۔ حضور نے تجربہ کار لوگوں سے قیمت لگوائی تو انہوں نے مبلغ =/۲۱۰ روپے بتائی حضور نے مبلغ =/۲۱۰ روپے عنایت فرمائے میں نے مبلغ ۵۰ روپے واپس کر دیئے اور عرض کیا کہ گذشتہ سال میں نے مبلغ =/۱۶۰ روپے میں لیا تھا۔ اس

سے خدمت بھی لی لہٰذا یہی کافی ہیں۔ پھر حضرت مولوی غلام محمد صاحب کے گھر تشریف لائے تو مجھے بھی بلا بھیجا۔ میں باہر گیا تھا' دو تین بار کا بلاوا ناکام ہوا تو خود مولوی صاحب مجھے بلانے آ گئے۔ میری بیوی جو آٹھ سال سے کسی نامعلوم مرض میں مبتلا تھی' کہنے لگی آج کیا کوئی خاص ضرورت ہے۔' مولوی صاحب نے کہا حضرت پیر و مرشد یاد فرماتے ہیں۔' بولی بیمار کو کوئی نہیں بلاتا اچھا میں خود چلتی ہوں۔' چنانچہ عصا ایک ہاتھ میں لئے ہانپتی کانپتی خدمت میں حاضر ہوئی۔ مولوی صاحب نے روداد غم سنا کر دعا کی درخواست کی۔ حضور کی دعا و توجہ کا اثر دیکھئے میری اہلیہ بخیر و عافیت گھر آ کر برتن دھونے بیٹھ گئی۔ میں نے اسے اس حال میں دیکھا تو سوچا شاید دماغی توازن کھو بیٹھی ہے اور جوش جنون میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے' چنانچہ اسے ٹوکا تو بولی حضور نے آپ کو بلایا میں چلی گئی۔ حضور نے دعا فرمائی میں فوراً ٹھیک ہو گئی۔ عصا وہیں پھینک آئی اور سہارے کے بغیر گھر پہنچ گئی۔ لہٰذا بالکل فکر نہ کریں۔' خیر میں بھی خدمت عالی میں حاضر ہوا۔ عصر کے وقت حضور مولوی صاحب موصوف کو ساتھ لے کر نہر کی طرف وضو کے لئے روانہ ہوئے تو میری زمین میں سے گزرے۔ فصل نہایت کمزور تھی۔ حضرت نے حیرت کا اظہار فرمایا کہ یہ ضلع اور فصل ایسی۔' مولوی صاحب نے پھر میری سفارش کی کہ حضرت محنتی ہے' مگر قسمت اچھی نہیں۔' سرکار نے دعا فرمائی مجھے امید تھی کہ زیادہ سے زیادہ ۲۵ من گندم ہوگی' مگر حضور کی دعا سے ۸۸ من ہوئی۔ پھر صورتحال بدلتی گئی۔ اب تو زمین سونا اگل رہی ہے۔ گزشتہ سال حضور ہی کے ارشاد عالی پر مکانات بھی پختہ تعمیر کر لئے ہیں۔ بھینسیں ہیں' بیل ہیں' اچھی بھلی گھوڑی ہے' اردگرد احترام ہے۔ پہلے لوگ سردار چھالیا کہتے تھے اور اب چودھری سردار جی کہہ کر پکارتے ہیں۔ یہ سب صدقہ مرشد حقانی کی نظر کرم کا۔ اب اگر ایک بیل بطور نذر قبول فرمالیں تو شاید باقی زندگی پہلے سے بھی زیادہ سکون سے گذر جائے"۔

خواب میں دیدار جمال کی برکات

سحر کرشمۂ وصلش بخواب می دیدم

زہے طراوتِ خوابے کہ بہ ز بیداریست

(حضرت حافظ)

خواب کی حقیقت حضرت امام غزالی قدس سرہ العالی کیمیائے سعادت کے پہلے باب میں عالم قلب کے عجائبات پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دل کے پانچ دروازے عالم محسوسات کی طرف ہیں تو ایک دریچہ عالم ملکوت کی سمت بھی ہے۔ حضرت امام کے نزدیک دنیا اور یہ پانچوں دروازے عالم روحانیت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے، دلیل کے طور پر فرماتے ہیں۔

"نیند میں لوگوں کے ظاہری حواس بند ہو جاتے ہیں اور دل کی کھڑکی کھل جاتی ہے ط اسی سے عالم ارواح اور لوح محفوظ میں غیب کی چیزیں نظر آتی ہیں۔ جو کچھ آئندہ

ط حضرت امام عالی مقام علیہ الرحمۃ اگلی فصل میں فرماتے ہیں :۔

"اے عزیز یہ گمان نہ کرنا کہ عالم روحانی کی طرف دل کی کھڑکی سوئے اور مرے بغیر نہیں کھلتی۔ بلکہ اگر کوئی شخص جاگتے ہوئے محنت و ریاضت سے دل کو خواہش اور غصے سے چھڑا لے، برے اخلاق سے نجات حاصل کر لے، تنہائی میں بیٹھ کر آنکھ کو بند اور حواس کو معطل کر سکے اور عالم روحانی سے ایسی مناسبت حاصل کر لے کہ ہمیشہ زبان کی بجائے دل سے اللہ اللہ کہے حتی کہ ماسوا سے بے خبر ہو جائے تو بیداری میں بھی دل کی کھڑکی کھلی رہے گی۔ دوسرے لوگ جو کچھ نیند میں دیکھتے ہیں، وہ جاگتے ہوئے دیکھے گا۔ فرشتوں کی ارواح اسے اچھی اچھی صورتوں میں نظر آئیں گی۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی (جاگتے ہوئے) زیارت کرے گا اور ان سے بہت فائدہ اور مدد پائے گا۔ زمین و آسمان کے ملکوت (اپنی محنت و ترقی کے مطابق) دیکھے گا۔ بلکہ ایسی ایسی عجیب اشیاء و امور دیکھے گا جن کی تعریف ناممکن ہے"۔

علامہ غزالی علیہ الرضوان نے آیات و روایات سے اپنا موقف ثابت کرنے کے بعد دو ٹوک انداز میں واضح کیا ہے کہ :

"نبوت و ولایت آدمی کے دل کے بڑے درجات میں سے ایک درجہ ہے اور اس درجے سے تین خاصیتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ جو حال عوام پر خواب میں کھلتا ہے، اس درجے والے پر بیداری میں کھل جاتا ہے۔ دوسری یہ کہ عوام کے نفس فقط ان کے بدن پر ہی اثر انداز ہوتے ہیں مگر اس درجے کا نفس بدن سے باہر کی چیزوں پر بھی اثر کرتا ہے تاکہ (حسب منشا) کسی کو فائدہ یا نقصان ہو۔ تیسری یہ کہ عوام الناس کو جو علوم سیکھنے سے آتے ہیں، اس درجے والے کو بے سیکھے اپنے دل سے آجاتے ہیں۔ اور چونکہ یہ ممکن ہے کہ جو شخص عقل میں تیز اور دل کا صاف ہوتا ہے، بے سیکھے بعض علوم اس کے دل میں آجائیں تو یہ بھی ممکن ہے کہ جس شخص کی عقل بہت تیز اور دل بہت صاف ہو، وہ بہت یا سب علم خود بخود جان لے، ایسے علم ہی کو "علم لدنی" کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ترجمہ :۔ اور سکھایا ہم نے اسے اپنے پاس سے علم

جس شخص کو یہ تینوں خاصیتیں حاصل ہوں وہ پیغمبرانِ بزرگ یا اولیاء کرام میں سے ہے۔ (کیمیائے سعادت)۔ اگر ان اقتباسات کو بغور دیکھ لیا جائے تو دور حاضر کے کئی علمی و فکری فتنوں کا واضح اور شافی جواب مل سکتا ہے"۔

ہونے والا ہوتا ہے' دکھائی دیتا ہے۔ کبھی صاف صاف اور کبھی مثال کی شکل میں (جس کے لئے تعبیر کی ضرورت پڑتی ہے۔) لوگ جاگنے والے کو علم و معرفت کا زیادہ مستحق سمجھتے ہیں حالانکہ بیداری میں غیب کی چیزیں نظر نہیں آتیں۔ خواب کی حقیقت اس کتاب (یعنی کیمیائے سعادت) میں تفصیل سے بیان کرنا ممکن نہیں البتہ اختصار سے اتنا جان لیجئے کہ انسانی دل سادہ آئینے کی طرح ہے اور لوح محفوظ اس آئینے کی مانند ہے جس میں سب موجودات کی تصاویر موجود ہیں۔ صاف و شفاف آئینے کو تصویر والے آئینے کے بالمقابل رکھ دیا جائے تو اس میں بھی سب تصاویر دکھائی دیں گی۔ یونہی دل کا آئینہ محسوسات سے الگ ہو کر صاف و شفاف ہو جائے تو لوح محفوظ کا عکس اس میں آ جاتا ہے۔ ظاہر ہے بیداری میں دل محسوسات میں مشغول رہتا ہے لہٰذا عالم غیب سے مناسبت پیدا نہیں ہوتی۔ نیند میں محسوسات سے تعلق نہیں رہتا' اس لئے عالم روحانی یا عالم غیب نظر آ جاتا ہے۔ نیند میں بھی حواس کے معطل ہونے کے باوجود "خیال" باقی رہتا ہے' اسی وجہ سے جو نظر آتا ہے' اکثر "مثال" کے انداز میں آتا ہے۔ موت سے حواس اور خیال دونوں ختم ہو جاتے ہیں' لہٰذا مشاہدہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے۔

فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۝ (ق)

ترجمہ : تو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا سو آج تیری نظر بہت تیز ہے۔

عالم مثال : حضرت امام غزالی علیہ الرحمتہ کی مندرجہ بالا تحقیق کے مطابق خواب کا مشاہدہ کبھی تو بالکل صاف ہو گا' گویا جو چیز جس طرح سوتے ہوئے دیکھے گا، جاگتے ہوئے بھی اسے وہ بعینہٖ نظر آئے گی۔ کبھی ہو بہو یوں نہیں ہو گا بلکہ یوں سمجھئے، کسی ایک چیز کی ایک شکل تو وہ ہے جو ہم عالم اجسام میں دیکھتے ہیں' اس کی دوسری شکل وہ ہے جو عالم مثال میں ہے۔ یا کبھی اس دنیا

میں تو اس کی کوئی شکل نہیں ہوتی' البتہ عالم مثال میں کوئی شکل ضرور ہوتی ہے۔ خواب دیکھنے والا ہو سکتا ہے' دوسری شکل دیکھے اور کچھ نہ سمجھ سکے۔ جسے اللہ نے دونوں صورتوں کا علم بخشا ہے' وہ فورا جان لے گا کہ اس سے کیا مراد ہے۔ اس کا نام "علم تعبیر" ہے مثلاً حضور ہادیٔ کونین ﷺ نے خواب میں نظر آنے والے "دودھ" سے مراد "علم" لیا۔ گویا یہاں اگرچہ اس دنیا میں "علم" کی کوئی شکل نہیں یہ مجرد ہے' مقرون نہیں مگر عالم مثال میں اس کی شکل ہے اور وہ ہے دودھ جیسی۔

اہل تحقیق کے نزدیک عالم اجساد (یعنی جسموں کی اس دنیا) سے عالم مثال بہت وسیع ہے اور اس سے بھی وسیع تر عالم ارواح ہے۔ کیا کہنے اللہ والوں کے علم کے جو بیک وقت تینوں عوالم کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ نے خوب فرمایا ہے کہ

"جس نے اللہ کو پہچان لیا' اس سے کوئی شے چھپی نہیں رہتی۔" (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ)

محبوبان خدا اور علم تعبیر: یوں تو حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق سب عارف علم و معرفت کا سرچشمہ ہوتے ہیں' تاہم بعض حضرات کو حکمت خداوندی علم کے کسی مخصوص شعبے کی طرف خصوصیت سے متوجہ کر دیتی ہے مثلاً ہمارے حضور رحمتہ للعلمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام میں حضرت یوسف علیہ السلام کو علم تعبیر نمایاں حد تک عطا کیا گیا۔ چنانچہ قرآن حکیم نے دو خوابوں کی تعبیروں کے علاوہ ان کا یہ قول نقل فرمایا

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِىْ رَبِّىْ ط (سورہ یوسف)

ترجمہ: یہ ان علموں میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھائے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اپنے قرب و

صحبت کے درجے کے مطابق اس میں کافی درک رکھتے تھے۔ تابعین میں حضرت امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ اس فن میں بہت نامور گزرے ہیں۔ ان کی کتاب تعبیر الرویا آج بھی دنیا کو فیضیاب کر رہی ہے۔

اسلام اور خواب: اسلام کے نزدیک سچے خوابوں کی جو اہمیت ہے' وہ انھی چند سطور سے واضح ہو جاتی ہے۔ ان کے علاوہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے متصل پہلے کا دور جو قریباً چھ مہینے پر مشتمل ہے' رویاء صادقہ (یعنی سچے خوابوں) کا زمانہ ہے۔ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْوَحْیِ الرُّءْیَا الصَّالِحَةُ فِی النَّوْمِ فَکَانَ لَا یَرٰی رُؤْیَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ۔

(بخاری شریف)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء اچھے خوابوں سے ہوئی' جو خواب بھی حضور دیکھتے' اس کی تعبیر صبح روشن کی طرح ظاہر ہو جاتی۔

اسی لئے حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَلرُّءْیَا الصَّالِحَةُ مِنَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّ اَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ (بخاری شریف)

ترجمہ: نیک آدمی کا اچھا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

بہت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خواب کی غیبی رہنمائی سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے' ان میں نمایاں ترین یارِ غارِ نبوت حضور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

"اذان" جس کی فضیلت کتاب و سنت سے ثابت ہے کی ابتداء بھی چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متفقہ خوابوں سے ہوئی۔

سچے خواب کی یہ عظمت و حیثیت گویا اسلام میں روز اول ہی سے مسلم رہی

ہے اور ہر دور میں اسے لطف و عطا، نصیحت و موعظت اور بشارت و تنبیہہ کا عظیم ماٰخذ سمجھا جاتا رہا ہے۔

خواب کی قسمیں: حضور سرور کائنات ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق خواب خدا کی طرف سے ہو گا یا شیطان کی طرف سے (روح البیان تفسیر سورہ یوسف) ظاہر ہے سچے خواب جن کا اب تک ذکر ہوا سچے خدا کی طرف ہی سے ہو سکتے ہیں اور جھوٹے خواب یقیناً شیطان کی طرف سے۔ جس طرح خدائے اکرم و اصدق کبھی اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو خواب کے ذریعے وحی فرماتا ہے (جیسے ذبح حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعے میں) اور اپنے اولیاء عظام علیہم الرضوان کو اسی کے ذریعے الہام۔ بالکل اس کے برعکس شیطان بھی اپنے ساتھیوں کو خواب میں اسی طرح ورغلاتا ہے جیسے بیداری میں۔ کسی کے خواب میں خود کو معبود ظاہر کرتا ہے اور اس کا مسجود بنتا ہے' کسی کو عورت کی شکل میں ملتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

نبوی ﷺ اعلان مبارک: سرکار دوعالم ﷺ نے دوٹوک انداز میں فرمایا اور اپنے غلاموں کو عظیم بشارت سے نوازا۔

مَن رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ (بخاری مسلم)

ترجمہ: جس نے مجھے خواب میں دیکھا' اس نے مجھی کو دیکھا کیونکہ بیشک شیطان میری صورت میں تمثل اختیار نہیں کر سکتا۔

اب دوسری بشارت بھی ملاحظہ فرمائیے۔

مَنْ رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَۃِ، وَلَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطٰنُ بِیْ (بخاری مسلم)

ترجمہ: جس نے مجھے خواب میں دیکھا' عنقریب مجھے بیداری میں (بھی) دیکھے گا اور شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔

شیطٰن، حضور اکرم ﷺ کا تمثل اختیار نہیں کر سکتا یعنی حضور اکرم

نور مجسم ﷺ خواب میں تشریف لائیں تو خواب دیکھنے والا خوش نصیب کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو' بلکہ اسے یقین ہونا چاہیے کہ اس وقت اس کا ستارہ اوج پر ہے اور جس ذات پاک ﷺ کے جلوؤں کے نظارے میں محو ہے وہ یقیناً خواجۂ کونین حضور رحمتہ للعلمین ﷺ ہی ہیں۔ دوسری بلند بختی وہ ہے جس کا یہاں وعدہ کیا گیا ہے یعنی خواب میں سرکار ابد قرار ﷺ کے دیدار پُر انوار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرنے والا یقیناً کسی دن بیداری میں بھی اس دولت سے سرفراز ہو گا۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان: محبوب سبحانی غوث صمدانی حضور شہنشاہ اولیاء علیہم الرضوان نے اپنی کتاب مستطاب سِرّ الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار میں تصریح فرمائی ہے کہ شیطان صرف حضور پرنور ﷺ کے تمثل اختیار کرنے ہی سے عاجز نہیں بلکہ شیخ کامل کی شکل مبارک میں بھی نہیں آ سکتا کیونکہ شیخ کامل مظہر رحمت و شفقت و لطف و ہدایت ہے اور شیطان ظلمت و قہر لہٰذا خواب میں اپنے مرشد عالی کی زیارت کرنے والا بھی بغیر کسی شک و شبہ کے اسے مرشد عالی ہی سمجھے۔ (بلکہ حضور غوث پاک کی تصریح کی مطابق انبیاء و اولیاء کے علاوہ ملائکہ' کعبہ' شمس و قمر' ابر سفید' قرآن مجید جیسی چیزوں کی شکل میں نہیں آ سکتا)۔

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان کی روشنی میں جملہ محبوبان خدا انبیاء و اولیاء اور مردان باصفا (علیہم السلام والرضوان والرحمہ) کی زیارت یقیناً انھی کی زیارت ہو گی۔

خواب میں تشریف لانے کا اختیار یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا محبوبان خدا کو یہ اختیار حاصل ہے کہ جب چاہیں اپنی مرضی سے کسی کے خواب میں تشریف لا کر اسے نوازیں۔ جواباً عرض ہے کہ جب شیطان اپنی مرضی سے

لوگوں کے خوابوں میں گمراہ کرنے کے لئے آسکتا ہے تو محبوبان خدا لوگوں کو راہ ہدایت دکھانے کے لئے ان کے خوابوں میں کیوں نہیں آسکتے۔ شیطان ملعون کو ان کی قوت و طاقت سے کیا نسبت ہے۔ بالخصوص آقائے دوعالم وجہ تکوین کائنات علیہ الصلوات والتحیات تو ہر عالم کے لئے رسول و نبی اور رحمت ہیں تو عالم خواب آپ کی کرم فرمائی سے کیوں محروم رہے۔ یقیناً آپ خواب میں خدا کے فضل سے حسب منشاء جلوہ افروز ہوتے ہیں اور اپنی شفقت و رحمت اور اکرام و انعام سے نوازتے ہیں۔ حسب ضرورت تنبیہہ بھی فرماتے ہیں اور حوصلہ افزائی بھی۔ جنھیں تبلیغ کی ضرورت ہو انھیں تبلیغ اور جنھیں خصوصی ہدایت و رہنمائی سے مشرف فرمانا ہو' انہیں اس سے مشرف فرماتے ہیں۔ حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔ (بروایت عبد المجید قریشی)

"شاید بعض لوگ یہ سمجھتے ہوں گے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب تبلیغ دین نہیں فرماتے۔ ایسا سمجھنا مذہب عشق میں داخل خطا کاری ہے۔ رسول اللہ کی کوئی قوت ایسی نہیں ہے جسے وقتی یا زمانی سمجھا جائے۔ حضور قیامت تک کے لئے پیشوائے انسانیت ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ حضور کی ہر قوت قیامت تک کارفرما رہے گی۔ حضور ﷺ کا جلال بھی قیامت تک کارفرمائی کرے گا اور جمال بھی۔ آپ قیامت تک کے مجاہد ہیں' قیامت تک کے مبلغ ہیں' قیامت تک کے مصلح ہیں اور قیامت تک رحمتہ للعلمین ہیں' بلکہ اس سے بھی آگے' بہت دور تک.............. ہماری روحانیت اس قدر لطیف نہیں کہ اپنے زندہ رسول کے زندگی بخش فیوض کے عمل و دخل کو محسوس کر سکیں۔ اگر کوئی اندھا سورج کو محسوس نہیں کرتا تو اس سے سورج کی عدم موجودگی ثابت نہیں ہو سکتی۔

سوال صرف روحانی مناسبت کا ہے' جہاں کوئی روح مناسب قابلیت

حاصل کرلیتی ہے' اس پر اسی وقت بلا تاخیر رسول اللہ ﷺ کے روحانی فیض کا آفتاب طلوع ہو جاتا ہے اور اسی وقت وہ محسوس کرلیتا ہے کہ رسول زندہ ہیں۔ سرکار دوعالم ﷺ بنفس نفیس جہاد کر رہے ہیں' تبلیغ بھی فرما رہے ہیں اور بھولے ہوؤں کو راستے بھی بتا رہے ہیں اور گرتے ہوئے گنہگاروں کو تھام بھی رہے ہیں"۔ قومی ڈائجسٹ

اولیاء کرام علیہم الرحمہ بھی اپنے عظیم رسول حضور ہادی کونین ﷺ کے وارث و مظہر ہوتے ہیں' یونہی اپنے پروگرام سے غلاموں کے خواب میں آتے ہیں اور انہیں طرح طرح سے نوازتے' ہدایات دیتے' تنبیہہ فرماتے اور حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ نیز جو کچھ دوسرے خواب میں دیکھتے ہیں' یہ اسی وقت اسے ظاہرًا دیکھتے ہیں۔ [۱۵] ملت اسلامیہ کی چہاردہ صد سالہ تاریخ میں اس کے ان گنت شواہد موجود ہیں۔ بلکہ جس طرح حضور خواجہ کون و مکاں ﷺ بیداری و خواب میں امت کے چیدہ چیدہ افراد کو نوازتے رہتے ہیں' آپ کے نائب بھی اسی سنت پر پوری طرح عمل پیرا ہیں اور اپنے مخلصین کو بیداری و خواب میں محروم نہیں رہنے دیتے۔

---

۱۵ "چنانچہ ایک دن حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ وعظ میں مشغول تھے اور شیخ علی بن ہیتی علیہ الرحمہ آپ کے قریب ہی وعظ مبارک سنتے سنتے سو گئے۔ حضور غوث پاک قدس سرہ نے اہل مجلس سے فرمایا خاموش رہو خود آپ منبر سے نیچے اتر آئے اور شیخ علی بن ہیتی کے سامنے ادب سے کھڑے ہو گئے اور ان کی طرف دیکھتے رہے۔ جب حضرت شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ خواب سے بیدار ہوئے تو حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ کیا خواب میں آپ نے حضرت نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ علیہ نے فرمایا "میں اسی لئے باادب کھڑا ہو گیا تھا" نبی پاک ﷺ نے آپ کو کیا نصیحت فرمائی ہے؟ حضرت شیخ علیہ الرحمہ جوابًا عرض کرتے ہیں "آپ کی خدمت اقدس میں رہنے کی"۔ بعد ازاں لوگوں نے شیخ علیہ الرحمہ سے دریافت کیا کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کا کیا مطلب تھا کہ "میں اسی لئے ادب سے کھڑا ہو گیا تھا" تو حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا "میں جو کچھ دیکھ رہا تھا' آپ اس کو بیداری میں دیکھتے تھے۔ (نفحات الانس فارسی ص ۳۵۵-۳۵۶)

خواب کا سب سے اہم پہلو ان حقائق کو سامنے رکھئے تو یہ یقین کرنا ہرگز مشکل نہیں کہ اس عالم شہادت کے علاوہ ایک دوسرا جہاں بھی ہے جسے عالم غیب یا عالم روحانی کہا جا سکتا ہے جیسا کہ مضمون کی ابتداء میں حضرت امام غزالی قدس سرہ کے حوالے سے وضاحت کی گئی ہے۔ یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے' وہ یہ کہ یہاں بیان کئے گئے سب روحانی قسم کے تجربات ہیں' انہیں بندہ مومن تو پہلے ہی مانتا ہے' کافر و ملحد ان پر کیونکر غور کرے کہ نہ تو قرآن و حدیث پر اسے ایمان ہے اور نہ یہ تجربہ اسے حاصل۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ واقعتاً یہ اسلام و ایمان کے کرشمے ہیں اور یہ رویائے صادقہ اخص الخواص مسلمان ہی دیکھ سکتے ہیں' عام مومن تو عموماً انھی پر اعتماد کرتے ہیں- کافر اور ہم جیسے گنہگار مسلمان ایسے خوابوں سے عموماً محروم ہیں۔ پھر بھی یہ حقیقت ہے کہ کبھی کبھی سچے مومنوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی خواب میں صداقت کی جھلک دکھا دی جاتی ہے۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام نے جس خواب کی تعبیر بتائی وہ کافر بادشاہ کا خواب تھا۔

اسے واضح انداز میں بھی نظارہ کرایا جا سکتا تھا مگر سیدنا یوسف علیٰ نبینا و علیہ السلام کی عظمت کا ظہور اور قید خانے سے رہائی ایسے ہی پیچیدہ خواب کی تعبیر سے وابستہ کی گئی تھی۔

ایک اسی بادشاہ تک ہی نہیں' بعض دفعہ دوسرے لوگ بھی اس نظر خصوصی سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک روسی سائنس دان عورت میریا لیون سکایا LEVINSKAYA MARIA نے اپنے مقالہ OR SCIETIFIC RELIGION REVERENT SCIENCE میں اس سوال کو بڑی اہمیت دی ہے کہ کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے' ایک ماہر ریاضی دن بھر ریاضی کا سوال حل کرنے کے لئے سر کھپاتا ہے اور اسے کچھ سمجھ نہیں آتا مگر رات کو سو جاتا ہے تو وہی سوال حل ہو جاتا ہے' آخر کیوں؟ کیا یہاں شعور اور لاشعور کی بحث میں الجھنے سے' جیسا کہ ماہرین نفسیات کی "عادت" ہے' کوئی بات بن سکتی ہے؟۔ حقیقت یہ ہے کہ لازماً عالم غیب سے روشناس کرانے کے لئے عالم الغیب نے "خواب" کی صورت پیدا فرمائی ہے اور اگر اس پر غور کرتے جائیں تو وحی و الہام کی

حقیقت کے بارے میں پیدا ہونے والی کئی الجھنیں حل ہو سکتی ہیں۔

آیئے اصل موضوع کی طرف یعنی

حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی
کی خواب میں زیارت اور اس کی برکات

اولیاء کرام علیہم الرحمتہ والرضوان کی زیارت "خوابی" کے بارے میں جو کچھ بیان ہوا ہے' اس کو مزید وضاحت سے سمجھنے کے لئے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے چند ایسے ہی واقعات ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں۔ ان میں کہیں آپ غلاموں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ملیں گے تو کہیں انہیں تنبیہہ کی جا رہی ہو گی' کہیں ان کی مشکلات حل ہوتی ہوئی نظر آئیں گی تو کہیں انھیں کوئی پروگرام دیا جا رہا ہو گا۔ ہر واقعے سے یہ ضرور ظاہر ہو گا کہ مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے' کافر خود لاشے ہے تو جسے وہ حقیقت سمجھتا ہے' وہ بھی بے حقیقت ہے۔ اس کے برعکس مومن ایک روشن حقیقت ہے تو دیکھئے اس کا خواب بھی حقیقت ہے۔ ان واقعات سے یہ بھی اندازہ کیجئے کہ اس "دور بغاوت" میں اسلام کے نور سے منور ہونے والے بلکہ حضور سرکار دو جہاں ﷺ سے وفا کرنے والے کیسی کیسی کرامات اور کیسے کیسے تصرفات سے آراستہ ہو سکتے ہیں۔

اپنے سجادہ نشین کی تربیت علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہو کر سیدی و سندی قبلہ عالم حضور پیر سید عابد حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی تقریباً تیرہ سال کا عرصہ چک ۹۲ ضلع فیصل آباد میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اس طویل مدت میں آپ کے ارشاد کے مطابق ایک رات بھی ایسی نہیں گزری جب اعلیٰ حضرت سرکار نقش لاثانی قدس سرہ النورانی نے اپنے جمال جہاں افروز کی زیارت نہ بخشی ہو۔ کوئی کام آپ کی پسند کا ہوتا تو تحسین اور خلاف رضا ہوتا تو تنبیہہ فرماتے۔ اللہ رے وسعت نظر کہ اتنی دور سے ایک ایک ادا اور ہر ہر کارکردگی ملاحظہ فرما رہے ہیں اور باقاعدہ نوٹس لے رہے ہیں۔ حضرت جگر کے جگرپارے یاد آ رہے ہیں

ہجوم تجلی سے معمور ہو کر
نظر رہ گئی شعلہ طور ہو کر
مجھی میں رہے مجھ سے مستور ہو کر
بہت پاس نکلے ، بہت دور ہو کر

حاضر ہونے کا حکم مستری حبیب اللہ فرماتے ہیں۔

حضور نقش لاثانی قدس سرہ حج و زیارت کے سفر پر روانہ ہو گئے تو میں نے سوچا ' اب آپ کی واپسی پر دربار شریف حاضر ہوں گا۔ رات کو حضور خواب میں تشریف لا کر فرمانے لگے '

"بھئی دربار شریف جایا کرو"

دو نفل بھائی نذیر احمد صاحب راوی ہیں۔

"ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میرے منہ میں سخت درد تھا۔ حضور رات کو خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا شام کی نماز کے بعد دو نفل پڑھ لیا کرو اس کے بعد میرے منہ میں درد نہیں ہوا"۔

سیٹھ صاحب کی بیعت سیٹھ محمد یونس صاحب آف نارووال بیان کرتے ہیں

"میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی غلامی میں آنے سے پہلے دربار حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ میں حاضر ہوا کرتا تھا اور عرض کیا کرتا تھا کہ حضور! آپ اللہ کے پیارے ہیں ' دعا کریں خدا مجھے مرشد کامل عطا فرمائے۔ چنانچہ خواب میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی زیارت ہوئی اور میں (خواب ہی) میں آپ کے دست حق پرست داخل سلسلہ ہو گیا۔

اتنی لڑائیاں نہ کریں۔ یہی (سیٹھ صاحب) سناتے ہیں۔

" ہماری برادری میں اکثر لڑائی جھگڑا رہتا تھا اور دشمن مجھے بہت ستایا کرتے تھے ' ایک دن اسی پریشانی میں دکان پر بیٹھا تھا کہ اونگھ آ گئی۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ تشریف لے آئے اور فرمانے لگے "میری برادری میں لڑائی جھگڑے

اس کثرت سے ہیں کہ اگر میں ان میں الجھ جاتا تو سب سے زیادہ الجھا رہتا" پھر فرمایا "اتنی لڑائیاں نہ مول لیں"۔

معیارکمال علامہ مولانا محمد اکرم صاحب (گوجرانوالہ) بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۶۴ء میں سیالکوٹ سے میں اور مولانا محمد امین صاحب دورہ تفسیر کے لئے شیخ القران حضرت مولانا عبد الغفور رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں داخل ہو گئے ایک دن دوستانہ بحث و تکرار کے دوران محمد امین صاحب کی زبان سے نکل گیا اگر تمہارے شیخ کامل ہیں تو آج رات مجھے خواب میں زیارت کرائیں۔ اگلے دن ملے تو اعتراف کیا کہ واقعی حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ نے آج نوازا ہے

تشریف آوری کی اطلاع جناب منیر احمد صاحب آف منڈاداں کی روایت ہے ایک دفعہ میں نے حضور نقش لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کو تہجد کے وقت خواب میں اپنے ماموں کے گھر میں جو قصبے سے باہر سڑک پر ہے جلوہ افروز دیکھا اٹھتے ہی چھوٹے بھائی محمد امین کو ساتھ لے کر ماموں صاحب کے ہاں پتہ کیا تو معلوم ہوا حضور رات یہیں قیام فرما رہے ہیں اور ابھی ابھی دربار شریف روانہ ہوئے ہیں (تشریف آوری کے پروگرام کی بظاہر کوئی خبر نہیں تھی)

نئی سرحد صوفی محمد رمضان انصاری علی آبادی ثم لاہوری بیان کرتے ہیں "قیام پاکستان کے ابتدائی سالوں کی بات ہے میں اپنے آبائی گاؤں علی آباد نزد جسڑ تحصیل نارووال میں تھا کہ رات کو خواب میں حضور نقش لاثانی تشریف لا کر فرمانے لگے "میاں جی! آج سے نئی سرحد بن رہی ہے" چنانچہ اگلے دن پاکستان اور بھارت کے بعض فوجی افسر اکٹھے ہوئے اور نئی سر حد کا تعین ہوا۔ اس سے ہمیں راوی پار کا کچھ علاقہ بھی مل گیا۔ اسی دن خبر ملی کہ حضور نارووال تشریف لائے ہیں شام کو مسجد شاہ جماعت میں پتہ کیا تو معلوم ہوا صوفی عبدالرشید مرحوم (اسٹامپ فروش) کے ہاں تشریف فرما ہیں۔ زیارت ہوئی' رات کو آرام کیا' تہجد کے وقت حضور نے یاد فرما کر پوچھا بارڈر پر کوئی شکایت تو نہیں ہے؟

غیر موزوں جگہ صوفی محمد شریف نعت خواں ساکن چک ر۔ب ر ۵۵ ضلع فیصل آباد فرماتے ہیں ۸۶-۱۹۸۵ء میں مجھے ایک جگہ امامت کے فرائض سرانجام دینے کے لئے مقرر کیا گیا تھا یہیں ایک رات خواب میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی زیارت ہوئی اپنے مخصوص

پیار بھرے لہجے میں فرمایا' شریفیا! کتھے ہوناں ایں' میں نے جگہ کا نام لیا تو فرمایا' جوتی چوراں کول' اِگلے ہی دن لڑائی جھگڑے کی نوبت آگئی خطیب پاکستان صوفی غلام حسین صاحب گوجروی علیہ الرحمتہ سے مشورہ کیا تو بولے "حضور تو تمہیں پہلے ہی اشارہ فرما گئے ہیں" لہٰذا میں استعفیٰ دے کر واپس گھر آگیا

پیر کامل چودھری غلام فرید صاحب ساکن قطرووال ضلع فیصل آباد حال راولپنڈی فرماتے ہیں

کئی سال پہلے کی بات ہے کہ انوار لاثانی کے مطالعے کے دوران قیوم زمانی حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کا یہ فرمان عالی نظر سے گزرا آپ فرماتے ہیں

" پیر مشرق میں اور مرید مغرب میں بھی کیوں نہ ہو اگر پیر کو مرید کے حال سے آگاہی نہیں تو ایسے پیر کو مرید کا ہاتھ پکڑنا حرام ہے بلکہ وہ پیر میدان حشر میں شرمندہ ہو گا "

اسے پڑھنا تھا کہ دل میں ایک ناپاک وسوسہ پیدا ہوا سوچا یہ تو حضور شاہ لاثانی کی شان ہے کیا خبر میرے شیخ (حضور نقش لاثانی) بھی اس مقام پر فائز ہیں یا نہیں اسی رات آپ خواب میں تشریف لے آئے مجھ سے اور میرے بڑے بھائی عبدالکریم صاحب سے پوچھنے لگے "تم کیا سوچتے تھے۔ مجھے تمھارے حالات معلوم ہو جاتے ہیں"

پیر و مرید یہی صاحب بیان کرتے ہیں

"غالباً ۱۹۸۵ء کے موسم گرما میں تعطیلات گزارنے اپنے گاؤں قطرووال گیا تو کسی دشمن نے یہ جھوٹی افواہ پھیلا دی کہ حضور نقش لاثانی قدس سرہ کو معاذاللہ فالج ہو گیا ہے۔ یہ سنتے ہی مجھے سخت صدمہ ہوا نماز عشا کے بعد بارگاہِ ارحم الرّحمین میں دعا کی مولا! یہ خبر جھوٹی ہو' اگر خدانخواستہ سچی ہو تو میرے پیر و مرشد کو صحت عاجلہ عطا فرما اور ان کے بدلے مجھے مفلوج کر دے۔ اسی رات حضور نقش لاثانی رحمتہ اللہ علیہ خواب میں تشریف لائے اور میرے ساتھ پلنگ پر لیٹ کر یوں پیار

کرنے لگے جیسے ماں بیٹے سے کرتی ہے میں دل ہی دل میں اپنی بلند بختی پر خوش ہو رہا تھا کہ قطب دوراں اس قدر شفقت فرما رہے ہیں آنکھ کھلی تو تہجد کا وقت تھا اور آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری تھے"۔

ایمان کی حفاظت چودھری عظمت علی تتلا ایم اے بی ایڈ صدر بزم لاثانی ضلع بہاولنگر لکھتے ہیں

"میں ایک عرصے سے تبلیغی جماعت سے منسلک تھا۔ اہل کنبہ بالخصوص عم محترم صوفی محمد عارف تتلا میری بد عقیدگی سے سخت پریشان تھے۔ انہوں نے کئی جتن کئے مگر بیکار دسمبر ۱۹۸۴ء میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ نور کوٹ (شکر گڑھ) کے علاقے میں تشریف فرما تھے کہ چچا جان نے حاضر خدمت ہو کر یہی رونا رویا۔ ان کو ڈر تھا کہ کہیں باقی خانوادے کو بھی تباہ نہ کر دے۔ خیر حضور نے فریاد سن کر فرمایا اچھا' اچھا' اچھا' چنانچہ وہ ابھی واپس گھر نہیں پہنچے تھے کہ میرے دل کی کایا پلٹ چکی تھی ہوا یہ کہ حضور نقش لاثانی نے اس دوران ایک رات خواب میں تشریف لا کر سخت تنبیہہ کی اور دل سے بدمذہبوں کی محبت نکال دی"۔

تسلی و تشفی عبدالغنی صاحب ساکن بوعہ کی روایت ہے

"میرا لڑکا ۱۹۷۱ء کی جنگ میں قیدی ہوا اور اس کا کوئی پتہ نہیں چلتا تھا میں سخت پریشان تھا اور یہ بیتابی بڑھتی ہی جا رہی تھی کہ ایک رات حضور نقش لاثانی خواب میں تشریف لے آئے اور فرمانے لگے اپنے والد ماجد حاجی حیات محمد صاحب کا وعدہ پورا کرو تمہارا بیٹا بالکل ٹھیک ہے اور پرسوں اس کا خط بھی مل جائے گا' چنانچہ یونہی ہوا"۔

ایک اور تسلی نور احمد شاہد آف جلو موڑ لکھتے ہیں

"آج سے چند سال پہلے کا قصہ ہے میرے ماموں مستری محمد علی گڑھی خیرو ضلع جیکب آباد میں رہائش پذیر تھے (یعنی علی پور سیداں شریف سے قریباً ساڑھے چھ سو میل دور) انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی کو کسی کام کے لئے کہیں

دور بھیج دیا۔ رات کو وہ ڈاکوؤں سے دو چار ہو گئے تو انہوں نے الٹی میٹم دیتے ہوئے کہا ٹریکٹر چھوڑ دو ورنہ گولی مار دیں گے' اسی وقت ادھر حضور نقش لاثانی رحمتہ اللہ علیہ بڑے ماموں صاحب سے خواب میں فرمانے لگے گھبرانے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا صبح چھوٹے ماموں رات کا طویل سفر پیدل طے کر کے پہنچے تو سخت پریشان تھے۔ بڑے ماموں جان نے تسلی دی کہ خیر جان تو بچ گئی۔ ناشتہ کر کے ڈاکے کی جگہ دونوں بھائی پہنچے تو ٹریکٹر اسی جگہ اسی سمت کھڑا تھا"۔

جہاز خطرے سے باہر مستری لال دین صاحب ولد غلام محمد صاحب ساکن نواب شاہ (سندھ) آپ بیتی سناتے ہیں:۔

"۱۹۹۰ء میں مجھے حج وزیارت کی سعادت نصیب ہوئی واپسی سفر میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ ہوا یہ کہ ہمارا بحری جہاز جب تقریباً آدھی مسافت طے کر آیا تو اچانک طوفانی لہروں سے اس میں پانی بھرنا شروع ہو گیا۔ کپتان نے سب کو دعا و گریہ کی طرف توجہ دلائی۔ میں نے بھی نفل پڑھ کر اپنے مرشد کامل کا تصور کیا تو چند لمحوں میں مجھے نیند آگئی اور خواب میں مجھے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی زیارت نصیب ہوئی جو چادر سر پر رکھے میرے سامنے جلوہ فرما تھے۔ یہ گویا ایک روحانی قسم کی تسلی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ کپتان نے خیر و عافیت کا اعلان کر دیا"۔

کولھا درست ہو گیا حضرت الحاج مولانا منظور احمد (اگوکی) اپنی کہانی بیان کرتے ہیں

"۱۹۸۶ء میں مجھے ایک حادثہ پیش آیا اور نتیجے میں کولھے کا جوڑ اتر گیا مقامی معالجین کامیاب نہ ہو سکے تو امریکن ہسپتال (لاہور) میں ڈاکٹر کو دکھایا گیا اُس نے کہا اپریشن کے بغیر کولھا درست نہیں ہو گا اپریشن کے انتظامات مکمل ہو گئے مگر مقررہ تاریخ سے ایک دن قبل میں نے خواب میں دیکھا جیسے ایک غیبی طاقت مجھے کوئیں کی طرف دھکیل رہی ہے کوئیں کے قریب پہنچا تو سفید چادر میں لپٹے

ہوئے اور منہ ڈھانپے ہوئے حضور نقش لاثانی نمودار ہوئے (رحمتہ اللہ علیہ) اور آپ نے اس غیبی طاقت سے مجھے بچالیا صبح اپریشن تھیٹر میں مجھے لے جایا گیا تو تھوڑی سی کوشش کے بعد ڈاکٹر صاحب نے مبارک باد دی کہ کولھا اپریشن کے بغیر ہی درست ہو گیا۔"

فَالحَمدُ للہ علی ذٰلکَ والصلوٰۃ والسلام علٰی حبیبہٖ الکریم

ایک سالہ مرض جاتا رہا صوفی محمد اشرف خطیب ترگڑی ضلع گوجرانوالہ راوی ہیں

"ہمارے قصبے ترگڑی میں ایک نوجوان عبدالرشید نامی سال بھر سے بیمار تھا۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کے علاج سے افاقہ نہ ہوا تو کسی نے اس کے گھر والوں کو مشورہ دیا کہ صوفی محمد اشرف صاحب کے پیر خانے میں اسے لے جاؤ۔ انہوں نے بھی صبح سویرے دربار شریف حاضر ہونے کا ارادہ کر لیا تو اسی رات کو (جو رمضان المبارک کی انتیسویں تھی) اس کے والد صاحب نے مسجد میں تراویح ادا کر کے گھر جا کر دیکھا کہ عبدالرشید جسے لحاف اوڑھے ہوئے بیہوش لیٹے چھوڑ کر گئے تھے، چارپائی پر بیٹھا ہوا ہے۔ پوچھا گیا تو بولا صوفی محمد اشرف صاحب کے پیر آئے ان کا چہرہ چمک رہا تھا اور انہوں آٹھ دس سونٹے مار کر مجھے فرمایا میں نے تمہارے اندر کی بیماری مار دی ہے۔ اب تم بے فکر ہو جاؤ چنانچہ عیدالفطر سے اگلے دن سارا خاندان دربار شریف حاضر ہو کر وابستہ طریقت ہو گیا۔"

غور فرمایئے مریض کو حاضر نہیں کیا گیا تھا بلکہ صرف حاضری کا قصد تھا کئی سال بیت گئے ہیں اور عبدالرشید بحمدہ تعالیٰ صحیح تندرست ہے۔

ایک مریضہ کی شفایابی محمد حسین ولد مولوی صادق حسین ساکن آہلو لال حال پسرور جو پولیس وائرلیس بلوچستان میں ملازم ہیں' بیان کرتے ہیں:۔

"میں پولیس وائرلیس پوسٹ بارکھان میں قوم و ملک کی خدمات سرانجام دے رہا تھا۔ بال بچے بھی ساتھ تھے۔ ایک دن میری اہلیہ سخت بیماری کا شکار ہو گئی۔ دورہ پڑتا تھا اور بیہوش ہو جاتی تھی۔ ڈاکٹروں کو بیماری کی سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی

۔ چھوٹے بچے بھی اپنی والدہ کی یہ حالت دیکھ کر رو رہے تھے ۔ پردیس ہے گھر کا کوئی سیانا فرد بھی ساتھ نہیں ۔ رات کی ڈیوٹی اپنے ساتھی سے بدل کر میں گھر رہ گیا ۔ رات کو بچوں کو سلانے کی کوشش بھی کر رہا تھا اور حضور نقش لاثانی قدسؒ سرہ سے فریاد بھی ۔ اتنے میں ادھر اونگھ آئی ادھر حضور تشریف لے آئے پوچھا کیوں پریشان ہو؟

میں نے ساری صورت حال عرض کر دی فرمایا "اللہ رحم فرمائے گا ، تمہاری اہلیہ تو تندرست ہے" ۔ آنکھ کھلی تو میری اہلیہ چھوٹی بچی کو گود میں لئے خوش خوش بیٹھی تھی ۔ اس نے بتایا ابھی ابھی حضور نقش لاثانی تشریف لائے مجھ سے حال پوچھا میں نے فریاد کی فرمایا "بی بی اللہ رحم فرمائے گا ، اٹھ اپنے بچوں کو سنبھال" ۔ اٹھی تو ایسی تندرست تھی جیسے کبھی بیمار ہی نہیں ہوئی تھی " یہ فروری ۱۹۸۶ء کا واقعہ ہے

بلاؤں سے نجات حضرت حکیم سید محمد شفیع صاحب اپنے دوست ملک شوکت علی صاحب کا واقعہ انھی کے الفاظ میں سناتے ہیں (یعنی ملک صاحب بیان کرتے ہیں)

" میری شادی ابھی نہیں ہوئی تھی کہ چند جن عورتیں خواب میں بہت پریشان کرتی تھیں ۔ ہفتے عشرے میں ایک بار ضرور ایسا ہوتا تھا ۔ شادی کے بعد میں ایک دن سسرال کے ہاں سویا ہوا تھا کہ وہ خواب میں پھر آگئیں ۔ میں نے ان سے کہا " آج میں تمہیں علی پور شریف لے جاؤں گا اور حضور نقش لاثانی سے سرزنش کراؤں گا " (یہ بات اس لئے کی کہ شادی کے بعد حضور کا غلام بھی بن چکا تھی) میں ابھی ان عورتوں کو جو کبھی دو اور کبھی تین ہو جاتی تھیں دھمکا ہی رہا تھا کہ حضور خود ہی تشریف لے آئے ان سے فرمانے لگے " خبردار! یہاں سے چلی جاؤ ورنہ جوتے لگاؤں گا " ۔ پھر میری آنکھ کھل گئی اس کے بعد آج تک کبھی اس مصیبت سے دوچار نہیں ہوا "

الیکشن میں کامیابی صوفی عبدالستار صاحب جو حضور نقش لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کے

لاڈلے اور مخلص مرید نیز صدر بزم لاثانی ضلع نارووال چودھری محمد الیاس صاحب ایم۔اے ' بی۔ایڈ کے بھائی ہیں' حضور کی نوازش کا قصہ سناتے ہیں

"۱۹۸۳ء کے بلدیاتی انتخابات میں میرے والد مرحوم لوکل کونسل کے امیدوار تھے۔الیکشن سے ایک روز قبل شام کے وقت ہمارے گھر کی خواتین میں تو تکار ہو گئی۔میں نے انہیں سمجھایا تو سہی مگر اس جھگڑے سے کچھ بددل بھی ہوا ۔پریشانی یہ تھی کہ جب اپنا گھر ہی متفق نہیں' الیکشن کیا خاک لڑیں گے۔اسی ذہنی کوفت کے عالم میں الگ جا کر لیٹ گیا۔اونگھ آئی تو سرکار نقش لاثانی قدس سرہ النورانی تشریف لے آئے۔ آپ نے آتے ہی فرمایا "عبدالستار چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہوتے ہو' اللہ کل الیکشن میں کامیابی عطا فرمائے گا' چھوٹا موٹا جھگڑا بھی ہو گا مگر تم پریشان نہ ہو جانا"۔

واقعی الیکشن ہوا اور شام کے وقت جھگڑا بھی مگر اللہ کے فضل سے کامیابی والد ماجد ہی کو ہوئی (یہ سب برکت تھی مرشد کامل علیہ الرحمتہ کی دعا و توجہ کی)

انٹرویو یہی صوفی صاحب مرشد کامل کی ایک اور عنایت بیان کرتے ہیں

"میں محکمہ زراعت میں فیلڈ ورکر بھرتی ہوا۔دو ماہ بعد ہمیں انٹرویو کیلئے سیالکوٹ بلایا گیا۔پریشان تھا کہ سیدھا سادا آدمی ہوں' کیا جواب دے سکوں گا۔ اسی افسردگی کے عالم میں سو گیا کہ صبح پہلی بس سے جانا تھا۔رات کو خواب میں حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ تشریف لے آئے اور فرمانے لگے

"مولوی عبدالستار! کیوں چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہو جاتے ہو۔تم سے انٹرویو والے کچھ نہیں پوچھیں گے سوا سورہ فاتحہ کے' جو تم ہر روز پڑھتے ہو۔

چنانچہ یہی کچھ ہوا شاہ صاحب نے جو ضلع کے بڑے افسر تھے۔فرمایا "صوفی جی سورہ فاتحہ سناؤ" میں نے سنائی تو انہوں نے پیار سے شاباش بھی دی اور اسی وقت واپسی کی اجازت بھی"۔

حرام موت سے بچالیا انھی کا بیان ہے۔

"پہلے میں فوج میں ملازم تھا۔ مگر سخت پابندیؑ سے دل تنگ آگیا تھا۔ آزاد ہونے کی کوششیں کیں مگر بے سود۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بعد جب مقبوصہ علاقوں کی بازیابی ہوئی تو علاقہ پھلورا ضلع سیالکوٹ کی آباد کاری کے سلسلے میں ہمیں بھی یہاں بھیج دیا گیا۔ نوکری سے میری بیزاری اب حد سے زیادہ ہو گئی تھی۔ یہاں سنتری کے طور پر شام ٦ سے ۸ بجے تک میری ڈیوٹی ہوتی تھی۔ میں نے ایک دوست سے باہمی تبادلہ کر کے رات کے گیارہ سے ایک بجے تک ڈیوٹی لے لی۔ پریشانی کے عالم میں یہ سوچ کر سو گیا کہ فوج والے تو چھوڑتے نہیں کیوں نہ آدھی رات کے وقت جب سب گہری نیند میں ہوں' کنوئیں میں چھلانگ لگا کر خود کشی کر لوں۔ پھر کیا ہوا' خواب میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ تشریف لے آئے اور میری پیٹھ پر عصاء مبارک مار کر فرمایا

"حرام موت مرنا ای توبہ کر' توبہ' بدمعاش!

حوصلہ رکھ چند دناں تک گھر دفعہ ہو جائیں گا"

میں نے توبہ کی اور صبح ہی میری فراغت کے کاغذات تیار ہونے شروع ہو گئے چند روز تک واقعی گھر پہنچ گیا"

غفلت سے چھڑالیا پیرو مرشد علیہ الرحمتہ کے پروردہ نگاہ عزیز محترم صوفی شوکت علی عاجز راوی ہیں۔

"سخت مصروفیات وغیرہ کی وجہ سے کبھی کبھی میں عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جاتا تھا اور پھر رات کے کسی حصے میں اٹھ کر ادا کر لیتا تھا۔ ایک رات یونہی سویا تھا کہ خواب میں اپنے آپ کو دربار شریف کی بڑی حویلی میں حضور نقش لاثانی کے روبرو کھڑا دیکھا' حضور میرے متعلق کسی سے فرما رہے تھے' دیکھو جی یہ نماز نہیں پڑھتا'۔ خواب سے بیدار ہوا تو اپنی کوتاہی یاد آگئی نماز ادا کی اور صدق دل سے وعدہ کیا کہ آئندہ عشاء سے پہلے نہیں سویا کروں گا سبحان اللہ!

نماز کے لئے جگا دیا مفکر ملت قبلہ صوفی محمد علی صاحب نقش بندی خلیفہ مجاز حضور

نقش لاثانی سے انداز نگاہ کرم کا حال سنئے

" یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں گنا فیکٹری راہوالی میں ملازم تھا۔ ہوا یہ کہ ایک رات تہجد کے لئے اٹھ سکا نہ اذان صبح سے نیند کا جادو ٹوٹ سکا۔ مسجد میں جماعت ہو رہی تھی اور میں بے خبر اپنے کمرے میں خواب غفلت میں مدہوش۔ اس "عالم بیچارگی" میں مرشد کامل کی رحمت متوجہ ہوئی اور حضور نقش لاثانی قدس سرہ خواب میں تشریف لا کر اپنے مخصوص رحیمانہ و حکیمانہ انداز میں فرمانے لگے

"نماز لئی وی نہ اٹھنا بیتے پہنچے ہوئے ہون دی دلیل اے"

بس ندامت کے بارے پسینے سے شرابور ہو گیا' اٹھا اور نماز پڑھی

نوٹ۔ وہ لوگ جو حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے مخصوص طرز تکلم سے آشنا ہیں جانتے ہیں کہ بیداری میں بھی کسی ایسی کوتاہی پر کسی ایسے غلام کو متنبہ فرماتے تو یہی انداز خطاب ہوتا ۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ اسلوب کلام میں بھی لاثانی تھے۔

حسن تربیت صوفی محمد رفیق صاحب انجینئر راوی ہیں (یاد رہے یہ صاحب کاموں ملی نزد قلعہ دیدار سنگھ کے رہنے والے ہیں)

"جب کبھی حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہو کر واپس جاتا تو قلعہ دیدار سنگھ کا ایک مجذوب جو عموماً کسی سے بات چیت بھی نہیں کرتا تھا' خود سلام کہتا۔ ایک بار تو واپسی کے سفر میں ایسا کرم ہوا کہ جو کچھ بھی دل میں آتا پورا ہو جاتا حتی کہ سخت گرمی سے توحش ہوا تو فوراً ہوا چلنے لگی حالانکہ اس کے آثار تک دکھائی نہیں دیتے تھے۔ رات کو خواب میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی زیارت ہوئی تو سخت ناراض ہوئے چنانچہ کیفیت بھی زائل ہو گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور نفس کی پیروی سے بچانا چاہتے تھے کیونکہ صوفیاء کے نزدیک یہ حرام ہے۔"

صحبت بد سے توبہ حضور قبلہ عالم سرکار نقش لاثانی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز قبلہ صوفی

عبدالرشید صاحب ساکن گنہ جو حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ النورانی کے خلیفہ مجاز صوفی تاجدین صاحب علیہ الرحمتہ کے لخت جگر اور محکمہ نہر میں مدتوں افسری کرتے رہے ہیں اپنا واقعہ یوں سناتے ہیں

"میں ملازمت کے سلسلے میں شیخوپورہ میں متعین تھا۔ یہاں ایک اور افسر جو مجھ سے بہت محبت کرتا تھا شطرنج کا دلدادہ تھا۔ اس نے چند اور دوستوں کے ساتھ اسے کھیلنا شروع کیا تو مجھے بھی ساتھ ملانا چاہا۔ میں بھی اس کی محبت سے متاثر تھا اس لئے قربِ باہمی بڑھنے لگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بعض نمازیں چھوٹنے لگیں مگر ان کے چھوٹنے سے مجھے کوئی پشیمانی یا پریشانی لاحق نہ ہوتی اسی غفلت کا شکار تھا کہ حضور نقش لاثانی خواب میں تشریف لا کر فرمانے لگے

"چلو کسے ہور کم وچ تے سستی ہو گئی نماز وچ سستی کیوں ہووے"

حضور کا فرمانا تھا کہ مجھے سخت ندامت ہوئی سچے دل سے توبہ کی۔ پیرو مرشد علیہ الرحمتہ کی برکت سے اسی سستی سے ہی نہیں صحبت بد سے بھی چھٹکارا ہو گیا یعنی

خواب غفلت سے جگانے والے
یوں بچاتے ہیں بچانے والے

پروگرام کی اطلاع صوفی محمد حسین درباری نعت خوان کے بیان کے مطابق مدتوں یہ صورت حال رہی کہ اگر حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ کو کسی سفر پر روانہ ہونا ہوتا اور یہ صوفی صاحب گھر (ٹرپٹی) میں ہوتے تو رات پہلے خواب میں تشریف لا کر انہیں مطلع فرما دیتے اگرچہ ظاہراً بھی کسی کے ذریعے پیغام بھیج دیتے ایک بار حضور نے ظاہراً پیغام بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو ایک حاسد نے عرض کیا حضور پیغام بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ انہیں خواب میں اطلاع ہو جاتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ نے پیغام بھی نہ بھیجا اور خواب کی اطلاع بھی موقوف فرما دی۔ یوں صوفی صاحب اس سفر رحمت سے محروم ہو گئے۔

اس سے تمہیدی مضمون کی بڑی واضح تصدیق ہو جاتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ محبوبان خدا کو خواب میں جلوہ افروز ہونے کی طاقت بھی خدا نے اسی طرح بخشی ہے جس طرح

بیداری میں۔ پہلے ہمیشہ ایسے موقع پر آگاہ کرتے رہنا اور پھر کسی ایسے موقع پر اطلاع نہ دینا' کتنا صاف اشارہ ہے ان کی وسیع خداداد طاقتوں کی طرف۔

عجیب واقعہ یہی صوفی صاحب راوی ہیں

"میں موضع بوعہ میں حضور قبلہ عالم سرکار نقش لاثانی کی خدمت میں حاضر تھا کہ موضع سراواں کا ایک شخص حاضر ہو کر اپنے خواب بیان کرنے لگا اس نے بہت سے انبیاء کرام اور اولیاء عظام (علیہم السلام والرحمتہ) کے دیدار کا دعوی کیا حضور نے نہایت عجز و انکسار سے فرمایا بڑے خوش بخت ہو اگر اتنے بزرگوں کے دیدار سے مشرف ہوئے ہو۔ مجھے اگر ان زیارتوں کا آدھا حصہ بھی نصیب ہو جائے تو زندگی کی کوئی تمنا نہ رہے۔ پھر آپ نے پوچھا "آج رات تم نے کونسا خواب دیکھا ہے؟" اس نے عرض کیا "کوئی نہیں" حضور نے دوبارہ پوچھا تو اس نے پھر انکار کیا۔ حضور نے فرمایا جب تم دائیں کروٹ لیٹے تھے تو تم نے خواب دیکھا تھا۔ اب اسے یاد آیا اور اس نے بیان بھی کیا مگر افسوس مجھے یاد نہیں رہا۔

بشارت صحت چودھری محمد صدیق صاحب بیان کرتے ہیں

موضع غیاث پور نزد نارووال میں ہمارے برادر طریقت بشیر احمد صاحب انصاری نے ورزش کرتے ہوئے پتھر کندھوں سے گرایا تو بد قسمتی سے ایک پاؤں کے ٹخنے کو چور چور کر گیا۔ چارپائی پر ڈال کر ایک دیسی ماہر کے پاس لیجایا گیا تو اس نے بے بسی ظاہر کی۔ نارووال سول ہسپتال میں داخل کرایا گیا تو ڈاکٹر نے کہا ٹخنے کے اوپر سے ٹانگ کاٹ دینا ہی بہتر ہے ورنہ صحت کی کوئی امید نہیں اور پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہارے کہنے سے پلستر کر دوں مگر آخر کار ٹانگ گھٹنے سے کاٹنی پڑے گی۔ گھر سے کھانا دودھ وغیرہ آتا مگر بشیر احمد صاحب روتے رہتے اور کوئی چیز نہ کھاتے۔ دوسرے لوگ تسلی دیتے تو کہتے میرا پاؤں بے حس ہو گیا ہے ٹانگ کاٹے بغیر چارہ نہیں۔ ایک دن رات یونہی روتے روتے اونگھ آگئی تو حضور قبلہ عالم سرکار نقش لاثانی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے۔ آپ ان دنوں لیہ میں جلوہ

افروز تھے اور حال پوچھا تو بشیر احمد صاحب نے ساری داستان درد کہہ سنائی۔ حضور نے زخمی پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کر ہلایا اور فرمایا فکر مت کرو "پاؤں ٹھیک ہو گیا ہے" بشیر احمد صاحب نے بھی پاؤں میں خون کی گردش محسوس کی اور پھر واقعی صحت ہو گئی"

شفا مل گئی چودھری صاحب موصوف سے اپنے گھر کی بات بھی سنئے "میرے دو بھائی کراچی میں تھے۔ ایک بخار میں مبتلا ہو گیا۔ علاج معالجہ بہت کیا مگر صورتحال بگڑتی گئی حتیٰ کہ آخر کار بخار وبائی صورت اختیار کر گیا۔ ایک دن آنکھ لگ گئی تو حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے خواب میں جلوہ دکھا کر فرمایا "دو آنے کی شکر لے کر پانی میں ملا لو اور خوب سیر ہو کر پیو" جاگا تو ہم نے دوائی لانے کی اجازت مانگی۔ اس نے کہا "دو آنے کی شکر لے آؤ اور مجھے شربت بنا کر پلاؤ" چنانچہ اسی سے اسے آرام ہو گیا پھر اس نے بتایا کہ یہ حضور کا ارشاد فرمودہ نسخہ تھا"

ملازمت کی خوشخبری صوفی محمد رفیق صاحب انجینئر بیان کرتے ہیں "حضور نقش لاثانی قدس سرہ کا ذکر بچپن ہی میں ننھیال سے سنا تھا چنانچہ مڈل کا امتحان دے کر وظیفے کے لئے بذریعہ خط حضور سے دعا کرائی تو وظیفہ ہی نہیں ملا زندگی کا نقشہ بھی بدل گیا۔ حصول تعلیم کے بعد ملازمت ملنے میں تاخیر ہو گئی تو ایک دن سخت دل برداشتہ ہو کر لیٹا تھا کہ حضور خواب میں تشریف لائے اور اپنی مبارک مٹھی کھولتے ہوئے فرمایا "جیسے یہ مٹھی کھل رہی ہے یونہی ملازمت کا دروازہ بھی کھل جائے گا"

تصور شیخ کی عظمت و افادیت

وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں' وہ پھر رہے ہیں' یہ آ رہے ہیں' وہ جا رہے ہیں
جگر مراد آبادی

شب اک جھلک دکھا کر وہ مہ چلا گیا تھا
اب تک وہی سماں ہے غرفے کی جالیوں پر !
مصحفی

محبت کسی سے بھی ہو اور کسی بھی وجہ سے ہو محبوب کا تصور دل پر چھایا رہتا ہے اور اس کی یاد "اندر" کو گرمائے رکھتی ہے پھر جوں جوں محبت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے' تصور میں قوت پیدا ہوتی جاتی ہے اور عاشق اسی ذکرو فکر میں ڈوبتا چلا جاتا ہے۔ آخر کار اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے دنیا میں سوائے محبوب کچھ بھی نہیں۔ وہ اسی کو دیکھتا ہے اسی کی بات کرتا ہے اور اسی سے بات کرتا ہے' اور پھر جب اس میں بھی ترقی ہوتی ہے تو یہ محسوس ہونا بھی ختم ہو جاتا ہے اور گویا وہ حال ہو جاتا ہے کہ "میں وچ توں ہیں' توں وچ تو ہیں' بلھا کون نماناں" پھر یہ "میں" اور "تو" کے امتیازات بھی ختم ہو جاتے ہیں اور یہی مقام فنا ہے۔ حکیم مومن خان مومن نے جو فرمایا تھا

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا !

تصور کی قوت کو واضح کرنے کے بارے میں بہت اچھا شعر ہے۔ یعنی کسی کی موجودگی حائل نہ ہو تو یوں لگتا ہے جیسے محبوب ہی سامنے ہے اسی کے مقابلے میں غالب جیسے عظیم نکتہ شناس شاعر نے اپنے پورے دیوان کو ہلکا سمجھا تھا۔ تاہم اس شعر میں جس کیفیت کا ذکر ہے وہ محبت کے درجۂ اوسط سے تعلق رکھتی ہے' ورنہ آخر میں تو دوسرا موجود بھی ہو تو نظر ہی نہیں آتا اور بھری دنیا میں عاشق بالکل یکہ و تنہا رہتا ہے اور تصور محبوب میں مستغرق۔

بیدم نماز عشق یہی ہے خدا گواہ
ہر دم تصور رخ جانانہ چاہیے !

جگرنے کیا خوب فرمایا تھا

لاکھ آفتاب پاس سے ہوکر گزر گئے
ہم محوِ انتظارِ سحر دیکھتے رہے !
ایسے بھی کچھ فراق کی راتیں گزر گئیں
جیسے اُنہی کو پیشِ نظر دیکھتے رہے

یہ ہیں محبت کی کرشمہ سازیاں۔ اب آیئے دنیائے طریقت کی طرف جس کا اولین تقاضا مرشد کامل سے محبت وارادت کا خلوص ہے۔ یہ خلوص نہیں تو یوں سمجھئے پیری مریدی محض رسماً ہے اور جسمِ بے جان۔ حصول فیض کا دارومدار محبت شیخ پر ہے[ھ]۔ محبت ناتمام یا کمزور ہے تو اسے مضبوط و مکمل کیجئے۔ محترم ڈاکٹر قمر تابش وام اقبالہ کی روایت کے مطابق سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ سے ان کے مرید نے پوچھا "حضور" ہمارا سلسلہ کونسا ہے' فرمایا "بربادیہ" "یعنی شیخ کو دیکھنا اور قربان ہو جانا"۔' محبت ٹھیک ٹھاک ہو تو بیعت کے وقت ہی کئی مراحل طے ہو جاتے ہیں جیسے سیدنا حضور نقش لاثانی قدس سرہٗ نے حضور شاہ لاثانی قدس سرہٗ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تو "عشق کے پروں" سے کہیں کے کہیں پہنچ گئے اور چشم زدن میں کئی بلندیوں پر بلندیاں طے کرتے گئے۔

ھا حضرت سید عبد العزیز دباغ مغربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔
"جب تک مرید کو شیخ سے محبت نہ ہو' محض شیخ کی محبت سے مرید کو فائدہ نہیں پہنچتا"۔
اس سے کچھ آگے فرماتے ہیں:۔
"اگر شیخ کی محبت ہی نفع رساں ہوتی تو ان کا ہر مرید واصل باللہ اور کامل بن جایا کرتا"۔

شیخ کی محبت دل میں رچ بس جائے تو تصور اپنے آپ دل پر قبضہ جمالیتا ہے۔ (بلکہ حق یہ ہے کہ تصور والا خود جلوہ گر ہوجاتا ہے) اور اگر غالب نہ ہو تو کوشش کر کے غالب کیجئے اور دنیا کے سارے تعلقات اور خواہشات کے خس و خاشاک دل سے نکال کر تصور محبوب کو "تشریف آوری" کی دعوت دیجئے۔ تصور آیا تو گویا شیخ خود تشریف لے آیا۔ حضرت اکبرؒ نے اسی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

سب کے سب باہر ہوئے عقل و خرد ' ہوش و تمیز
خانۂ دل میں تم آؤ ہم نے پردہ کر دیا ! !

حق یہ ہے کہ اپنے حجابات (دنیا کے تعلقات ' اپنی آرزوئیں ' اپنے بارے میں خوش گمانیاں وغیرہ) اٹھ جائیں تو وہ "بے حجاب" ملتے ہیں یہ شعر حضرت غوث اعظم شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے اور یہاں بر محل ہے محبوبؐ سے درخواست کرتے ہیں

بے حجابانہ درآ تا در کاشانۂ ما !
کہ کسے نیست بجز درد تو در خانۂ ما

جب "اندر سے سب کچھ" نکل جائے اور یوں گھر بالکل آئینے کی طرح صاف و شفاف ہو جائے تو انہیں آتے کیا تکلف اور کیا ہچکچاہٹ۔ بقول داغؒ

بتانِ ماہ وش اجڑی ہوئی منزل میں رہتے ہیں !!
جسے برباد کرتے ہیں ' اُسی کے دل میں رہتے ہیں

یہ کام ضروری نہیں ' ایک دن میں ہو جائے ' تاہم آپ کوشش تو کیجئے ' رابطہ پیدا کرنے کے لئے تگ و دو تو کیجئے ' آپ جو کچھ بھی ہیں اور جیسے بھی ہیں ' آرزو تو رکھیے۔ آخر ان کی "رحمت" "بیکس نواز بھی تو ہے" نارسا سہی مگر "نارسائی" کا احساس کر کے مایوس تو نہ ہو جایئے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ تو نہ جایئے ۔ عجز و نیاز سے فریاد تو کیجئے اور اپنی حد تک تصور کو ان کے آستان پر کھڑا تو کیجئے '

کون کھڑا دربار ہمارے ' کبھی تو صاحب پوچھیں گے
گو مجرم بدکار بڑے ہیں۔ منہ ڈھانپے سرکار کھڑے ہیں
آپ ہیں بخشنہار ہمارے ' کبھی تو صاحب پوچھیں گے
کون کھڑا دربار ہمارے کبھی تو صاحب پوچھیں گے

سنئے تصور کی برکت حضرت شاہ ولی اللّٰہ محدث دہلوی قدس سرہٗ القوی کی زبانی

اِذَا غَابَ الشَّیْخُ عَنْہُ یَجْعَلُ صُوْرَتَہٗ بَیْنَ عَیْنَیْہِ بِوَصْفِ اَلْمَحَبَّۃِ وَالتَّعْظِیْمِ فَتُفِیْدُ صُوْرَتُہٗ مَاتُفِیْدُ صُحْبَتُہٗ (القول الجمیل)

ترجمہ۔ جب شیخ نظرِ ظاہر کے سامنے نہ ہو تو مرید اسکی صورت کا اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان محبت و تعظیم کے ساتھ خیال جمائے سو اس کی صورت سے وہی فائدہ پہنچے گا جو اس کی محبت سے پہنچتا ہے۔

دنیا کے محبوب کا تصور دل و دماغ پر جس قدر بھی غالب ہو ' اس کا نتیجہ حکیم الاسلام حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی خوشخبری کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ یہ روحانی لوگوں کی لطافت کا کمال ہے کہ کسی نے ان کا نقشہ ادھر ذہن میں جمایا ' ادھر وہ متوجہ ہو گئے ' (بلکہ اِدھر اس نے پکارا ' اُدھر وہ مدد کو آگئے)

اس تصور کی بنیاد پیر و مرید کے روحانی تعلقات پر ہے اور یہ ایسا نقطہ ہے جس پر سب مشائخ طریقت کا اتفاق ہے۔ "علماء دیوبند" جنھیں اللّٰہ والوں سے محض "اللّٰہ واسطے" کا بیر ہوتا ہے ' حیرت ہے اس کوچے میں آتے ہیں تو حقیقت ان کے "قلم" پر بھی غالب آجاتی ہے۔ چنانچہ ان کے ' غوث اعظم ' مولانا رشید احمد گنگوہی اپنی کتاب "امداد السلوک" میں تصریح فرماتے ہیں۔

ھ علماء دیوبند کے ہاں شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوث اعظم کہنا جائز نہیں۔ ان کے نزدیک غوث اعظم بلکہ غوث بھی صرف خدا ہی کی ذات ہے (جیسا کہ ان کی اکثر کتابوں سے ظاہر ہے بلکہ ان کی ایک کتاب کا نام ' غوث اعظم جل جلالہ ' ہے مگر حیرت ہے مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے تذکرۃ الرشید اور مولوی محمود الحسن صاحب نے اپنے مرثیہ میں رشید احمد گنگوہی صاحب کو غوث اعظم لکھا ہے۔)

"ہم مرید بیقین داند کہ روح شیخ مقید بیک مکاں نیست۔ پس ہرجا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگرچہ از شیخ دور است اما روحانیت او دور نیست۔ چوں ایں امر محکم دارد' ہروقت شیخ را بیاد دارد و ربطِ قلب پیدا آید و ہردم مستفید بود۔ مرید در حالِ واقعہ محتاج شیخ بود۔ شیخ را بقلب حاضر آوردہ بلسانِ حال سوال کند۔ البتہ روحِ شیخ باذن اللہ تعالیٰ القا خواہد کرد مگر ربطِ تام شرط است و بسبب ربطِ قلب شیخ را لسان قلب ناطق می شود و بسوئے حق تعالیٰ راہ می کشاید و حق تعالیٰ او را محدث می کند"۔

ترجمہ۔ مرید یہ بھی یقین سے جانے کہ شیخ کی روح ایک جگہ قید نہیں ہے' مرید دور یا نزدیک کہیں بھی ہو' اگرچہ پیر (کے جسم) سے دور ہے' اسکی روحانیت سے دور نہیں۔ جب اس بات کو پکا کرلے' ہروقت شیخ کو یاد رکھے اور دلی تعلق اس سے ظاہر ہو اور ہروقت اس سے فائدہ لیتا رہے۔ واقعی مرید شیخ کا محتاج ہوتا ہے (اس لئے) شیخ کو دل میں حاضر سمجھ کر زبان حال سے سوال کرے (یا کچھ مانگے) پیر کی روح اللہ تعالیٰ کے فضل سے ضرور القا کرے گی مگر شرط یہ ہے کہ پورا تعلق ہو اور شیخ سے اسی تعلق کی بناپر دل کی زبان میں گویائی آجاتی ہے چنانچہ حق تعالیٰ کی طرف راہ کھل جاتی ہے اور حق تعالیٰ اس کو صاحب الہام کردیتا ہے۔

دیکھیے مولانا گنگوہی' حق تعالیٰ کی طرف راہ کھلنے کا کیا طریقہ بتارہے ہیں۔ یہ تھا دیوبندی امام ربانی کا فرمان۔ اب آیئے اپنے امام ربانی مجدد و منور الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سر ہندی قدس سرہ النورانی کے دُربارِ دُربار میں۔ آپ مکتوبات دفتر اول حصہ سوم مکتوب نمبر ۱۸۷ میں فرماتے ہیں۔

"حصولِ رابطۂ شیخ مر مرید را بے تکلف و بے تعمل علامتِ مناسبتِ تام است درمیان پیرو مرید کہ سبب افادہ و استفادہ است و ہیچ طریقے اقرب بوصول از طریق رابطہ نیست تا کدام دولت مند را باآں سعادت مستسعد سازند"

ترجمہ۔ بلا تکلف تصور شیخ کا حاصل ہوجانا' پیرو مرید کے درمیان کامل مناسبت کی نشانی ہے۔ جو فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ و سبب ہے۔ اور رسائی کا کوئی طریقہ اس سے

زیادہ نزدیک کا نہیں۔ جو بہت ہی خوش نصیب ہو' اسی کو یہ سعادت عطا فرماتے ہیں۔

اسی دفتر حصہ کے مکتوب نمبر ۱۹۰ میں فرماتے ہیں

اگر در وقتِ ذکر گفتن صورتِ پیر بے تکلف ظاہر شود آنرا نیز بقلب باید برد ودر قلب نگاہ داشتہ ذکر باید گفت۔ میدانی کہ پیر کیست؟ پیر آنکس است کہ ازو طریقِ وصول بجناب قدس خداوندی جَلّشانُہ استفادہ نمائی ومدد ہا واعانت ہا دریں طریق یابی

ترجمہ۔ اگر ذکر کے وقت شیخ کی صورت خود بخود ظاہر ہو جائے تو اسے بھی دل کے اندر لے جانا چاہیئے اور دل میں محفوظ رکھ کر ذکر کرنا چاہیے۔ کیا تو جانتا ہے کہ پیر کون ہے؟ پیر وہ ہے کہ تو بارگاہ خداوندی تک پہنچنے کا راستہ اس سے حاصل کرتا ہے اور اس راہ میں تو اس سے کئی قسم کی امداد لیتا ہے۔

حضرت مولانا جامی قدس سرہ اپنے رسالہ 'سر رشتۂ دولت' میں فرماتے ہیں

"اگر شیخ غائب ہو تو اس کی صورت کو خیال میں لے کر تمام ظاہری و باطنی قوتوں کے ساتھ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو اور جو خطرہ (یعنی وسوسہ) آئے اس کو دور کرے، یہاں تک کہ غیبت و بے خودی ظاہر ہو جائے یعنی اسی تصور میں ایسا کھو جائے کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جائے)۔ ایسا بار بار کرنے سے تصور کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے اور (خدا تک رسائی کے لئے) اس سے نزدیک کا کوئی راستہ نہیں ہے (معمولات الابرار بحوالہ معمولات مظہریہ) یقیناً خدا تک پہنچنے والے ہی اس کی راہ سے زیادہ واقف ہو سکتے ہیں اور جب وہ بیک زبان تصور شیخ کو نزدیک ترین راستہ قرار دیتے ہیں تو مان لینا چاہیے۔ اس سلسلے میں حضرت شیخ مجدد الف ثانی اور دوسرے بزرگان دین علیھم الرضوان کا یہ فرمانا کہ مردان حق کا سایہ (خالی و زبانی) ذکر الٰہی سے بہتر ہے اس کی بنیاد ان کے تجربے پر ہی نہیں بلکہ حدیث نبوی ﷺ پر بھی ہے کائنات کے سب سے بڑے نبی' رسول' معلم اور ہادی ﷺ فرماتے ہیں۔

× خِیَارُ عِبَادِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ اِذَا رُؤُا ذُکِرَ اللّٰہُ (احمد۔ ابن ماجہ)

ترجمہ۔ اللہ کے بندوں میں بہترین وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے اللہ یاد آجائے۔

فرمایئے' مرشد کامل کو اگر انسان دیکھے تو اسے اللہ کی یاد میسر ہو اور اگر انسان کا دل دیکھے تو کیا

وہ "دل" ذاکر ہو گا کہ نہیں۔ زبانی ذکر سے قلبی ذکر بہتر ہے۔ اس حدیث پاک کی رو سے دل کو خدا کی یاد سے روشن کرنے کا بہترین اور حتمی طریقہ یہی ہے کہ اس میں اہل حق کا تصور جاگزین رہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اپنی اپنی حد تک سب کے سب فنا فی الرسول تھے اور ہمیشہ محبوب خدا حضور سرور انبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تصور میں ڈوبے رہتے تھے اور ڈوبے رہنے کو پسند کرتے تھے چنانچہ سیدنا حضرت امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو حضور پر نور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وصال شریف کے وقت کمسن تھے نے اپنے ماموں حضرت ہند[1] بن ابی ہالہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا

اَنَا اَشْتَهِیْ اَنْ یَّصِفَ لِیْ شَیْئًا اَتَعَلَّقُ بِهٖ

ترجمہ۔ میری خواہش ہے کہ (رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حلیہ شریف کے سلسلے میں) کچھ بیاں ہو جائے تاکہ میں اس سے تعلق رکھوں۔

یہ لفظ اتعلق بہ (اس سے تعلق رکھوں یا اسے دل میں محفوظ رکھوں) اسی تصور کا اہتمام ہے[2]'

---

[1] حضرت ہند (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت ام المومنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے شوہر سے لخت جگر تھے۔

[2] صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تصور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بیسیوں روایت سے ظاہر ہے' یہاں اس سلسلے میں علامہ مولانا شاہ ابو الحسن زید فاروقی مدظلہ العالی کا ایک واقعہ انہی کی زبانی سنئے:۔

ابھی دو سال کا واقعہ ہے کہ دہلی میں ایک جگہ نجد و کویت اور شام کے چار فضلا کے ساتھ ہندوستان کے چار علماء کا اجتماع تھا۔ اس مختصر مگر موثر اجتماع میں میری شرکت بھی ہوئی۔ ہندوستان کے علماء میں سے دو صاحبان کا تعلق طریقہ طیبہ چشتیہ سے تھا۔ مجھ کو بعد میں معلوم ہوا کہ کویت کے فاضل کا تعلق حضرات مشائخ کے کسی سلسلے سے تھا۔ اس پاکیزہ اور باوقار محفل میں سلاسل مبارکہ کا ذکر آیا اور فاضل کویت نے "رابطہ" کے متعلق کچھ کہا۔ فاضل نجد نے رابطہ کے متعلق دریافت فرمایا اور جب ان کو معلوم ہوا کہ رابطہ تصور شیخ کو کہتے ہیں تو انہوں نے کہا' **ہذا حرام** (یہ حرام ہے)۔ میں نے ان سے کہا (بہ عربی) "جناب من! رابطہ تو حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول رہا ہے۔ وہ سالہا سال بعد سرور دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مبارک ذکر شریف کرتے وقت کس شوق و محبت سے کہا کرتے تھے **کانی انظر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)** گویا کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھ رہا ہوں۔ جس وقت وہ یہ الفاظ فرماتے تھے' وہ اس مبارک "خیال" کو دیکھا کرتے تھے جو ان کے نہاں خانہ دل میں محفوظ تھا۔ یہی وہ رابطہ ہے جو موصل الی اللہ ہے (یعنی اللہ تک پہنچانے والا) اور حضرات نقشبندیہ اس پر عامل ہیں"۔ میری بات سن کر فاضل نجد خاموش بیٹھ گئے' ان کے بشرہ سے ظاہر ہو رہا تھا کہ ان کی خاموشی جامہ تفکر پہنے ہوئے ہے اور فاضل کویت کے چہرے پر آثار مسرت ظاہر تھے۔ حسن اتفاق سے دوسرے دن ایک بڑے اجتماع میں یہ دونوں صاحبان بہت مسرت سے ملے اور کچھ علمی گفتگو ہوئی۔ (حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے ناقدین ص ۵۹)

محبت دل کے تعلق اور لگاؤ کو کہتے ہیں تو اب اس حدیث پاک پر غور فرمائیے:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (بخاری ومسلم)

ترجمہ۔ آدمی اس کے ساتھ ہو گا، جس کے ساتھ اسے محبت ہے۔

یا بالفاظ دگر "قلبی لگاؤ" ہے اور اس کا اولین تقاضا دل میں محبوب کی یاد اور (ہو سکے تو) تصور ہے حضرت اختر الحامدی نے خوب فرمایا

ان کی دھن ، ان کی لگن ، ان کی تمنا ، ان کی یاد
مختصر سا ہے مگر کافی ہے سامان حیات !!!

انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد رشید حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشق رسول ﷺ کا انداز دیکھیے محبوب خدا ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں

فَاِذَا سَکَتُّ فَفِیْکَ صَمْتِیْ کُلُّہٗ
وَاِذَا سَمِعْتُ فَعَنْکَ قَوْلًا طَیِّبًا
وَاِذَا نَطَقْتُ فَمَادِحًا عُلْیَاکَ
وَاِذَا نَظَرْتُ فَمَا اَرٰی اِلَّاکَ ص۱

اللہ رے! شان امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ خاموشی میں خیال آپ ﷺ کا، گویائی میں ذکر آپ ﷺ کا، شنوائی میں قول طیب آپ ﷺ کا اور بینائی میں دیدار جمال ...

ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے:۔

"یا رسول اللہ ﷺ! سو جب میں خاموش ہوتا ہوں تو میری یہ خاموشی پوری طرح حضور کی یاد میں محو ہوتی ہے اور جب میں بولتا ہوں تو آپ کی عظمتوں کے گیت گاتا ہوں اور جب سنتا ہوں تو آپ ہی کے بارے میں پیاری پیاری باتیں سنتا ہوں اور جب میں دیکھتا ہوں تو آپ کے سوا مجھے کچھ نظر نہیں آتا

آپ ﷺ کا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے (اور اسی کی وضاحت پر اس تمہیدی مضمون کو ختم کرتا ہوں)

کہ آخر تصور شیخ جسے بزرگان دین ' اللہ تک پہنچنے کے لئے سب سے نزدیک والا راستہ بیان فرما رہے ہیں اور کتب حدیث اور معمولات صحابہ رضی اللہ عنہم سے ان کی تائید کی جا رہی ہے ' فرمایئے کیا قرآن پاک بھی جو سب سے پہلا ' اونچا اور یقینی معیار ہے اس طرف رہنمائی کرتا ہے؟ سو گزارش یہ ہے کہ ایک دو نہیں متعدد آیات سے یہ مضمون اخذ ہوتا ہے مثلاً

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ہ (التوبہ۔۱۱۹)

ترجمہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو (التوبہ۔۱۱۹)

یہاں ایمان والوں کو خدا سے ڈرنے اور صادقین کے ساتھ ہونے کی تاکید کی گئی ہے۔ ساتھ ہونا ' ظاہراً تو بالکل واضح ہے البتہ صادقین سامنے نہ ہوں تو دل میں ان کا تصور بھی گویا اسی (ساتھ ہونے) کی باطنی اور معنوی صورت ہے پھر اسے خوف خدا کے ساتھ لانا بھی اس کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے۔

جہاں تک اس تصور کی قوت کا تعلق ہے اس بارے میں حضرت یوسف علیہ اسلام کا واقعہ قرآن حکیم میں مذکور ہے یعنی حضرت زلیخا نے برا قصد کرلیا اور دروازے بند کرلئے مگر حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت نبوت نے ان کو ارادہ بد سے بچالیا اور اس کی ظاہری صورت یہ ہوئی کہ آپ نے برہان ربی دیکھ لی۔ قرآن پاک کے الفاظ یوں ہیں

وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ط (یوسف۔۲۴)

ترجمہ۔ اور وہ بھی ارادہ کرلیتا اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتا۔

یہ برہان کیا تھی حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام کی صورت مبارکہ۔ حضرت ابوالحسن زید فاروقی مدظلہ (فاضل ازہر) لکھتے ہیں

"اس آیت کی تفسیر میں عبدالرزاق ' ابن جریر ' ابن منذر ' ابن ابی حاتم ' ابوالشیخ اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت یوسف نے اپنے والد حضرت یعقوب کی صورت دیکھی۔ حاکم نے اس روایت کی تصحیح کی ہے (یعنی اسے صحیح کہا ہے) اور

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں 'ابن عباس 'سعید، مجاہد، ابن جبیرؒ ابن سیرین، حسن' قتادہؒ ابو صالح، ضحاک' ابن اسحاق وغیرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت یوسف نے اپنے والد حضرت یعقوب کو دیکھا کہ انگلی دانت سے پکڑے ہوئے ہیں 'اور یہی رابطہ ہے"۔

حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے

تصور کی برکات

سیدی حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے مبارک تصور کی برکات سمجھنے کے لئے مندرجہ بالا تمہیدی گزارشات کو پھر ملاحظہ فرمالیں۔ حقیقت یہی ہے کہ آپ دور حاضر میں سلف صالحین کی سچی یادگار اور انکے کمالات کے کامل وارث تھے۔ ذیل میں چند واقعات درج کئے جاتے ہیں جن سے آپ کی بعض روحانی قوتوں کا کچھ اندازہ ہوسکے گا اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کے اس ارشاد کی عملی تصدیق سامنے آجائے گی کہ

کہ تُفِیْدُ صُوْرَتُہٗ مَاتُفِیْدُ صُحْبَتُہٗ"

ترجمہ: جو فائدہ شیخ کامل کی صحبت دیتی ہے' وہی اس کے تصور سے ہوتا ہے۔

دوا تجویز (مصنف کی گواہی):۔ ۱۹۷۸ء کے لگ بھگ کی بات ہے محترم محمد نسیم القادری سیالکوٹی (حال کراچی) نے اپنے قیام سیالکوٹ کے دوران صوفی محمد علی صاحب نقشبندی کو اور مجھے رمضان شریف میں دعوت افطار دی۔ افطار کے وقت جناب قادری صاحب نے بر سبیل تذکرہ بتایا کہ میرے پاؤں میں درد ہو رہا ہے۔ ایک ہفتے کے بعد دوبارہ ملے تو فرمایا

"تمہارے آنے کے بعد درد زیادہ ہوگیا تھا۔ مختلف ڈاکٹروں کو دکھایا مگر کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ ایکس ریز نے بھی کوئی رہنمائی نہ کی۔ البتہ ایک ڈاکٹر صاحب نے کچھ گولیاں دیں اور اندازے سے بتایا کہ دو ہفتے تک امید ہے' افاقہ ہوجائے گا۔ جب صورت حال زیادہ بگڑ گئی تو میں نے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کا تصور کرکے عرض کی 'حضور! اب تو گھر میں نماز پڑھنا بھی مشکل ہے لہٰذا کرم فرمایئے" ارشاد ہوا ..... کالیپ لگا کر گرم پانی سے ٹکور کرتے رہیے۔ حکم کی تعمیل کی اور سحری تک پاؤں ٹھیک ہوچکا تھا"۔

ملازمت:۔ یہی قادری صاحب بعض اعزہ کی جادوگری کے باعث افریقہ میں ایک اچھی ملازمت سے محروم کردئے گئے تھے۔ پاکستان آکر بے روزگار تھے اور جس کاروبار کی بھی ابتدا کرتے ناکام ہوجاتے تھے۔ یوں قرض بڑھتا گیا اور آمدنی کی کوئی صورت نظر نہیں

آتی تھی۔ اس پریشانی کے ازالے کے لئے سیدنا حضور داتا گنج بخش علیہ الرحمتہ کے آستانے پر اور یہاں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ کچھ عرصہ بعد ایک درخواست کے جواب میں بحرین کی ایک کمپنی نے کال بھیج دی وہاں جاکر صبح انٹرویو کے لئے روانگی سے پہلے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کا تصور کیا تو دیکھا جیسے آپ توجہ نہیں فرمارہے۔ نسیم صاحب کا وہیں ماتھا ٹھنکا کہ کامیابی مشکل ہے۔ انٹرویو دیا مگر نتیجہ صبح کے خدشے کے مطابق تھا۔

یہیں ایک اور کمپنی کے بارے میں معلوم ہوا کہ اسامی خالی ہے 'یہاں درخواست دی۔ انٹرویو کے دن روانگی سے پہلے تصور کیا تو آپ خوش خوش نظر آئے۔ امید بندھ گئی کہ کامیاب ہوں گے۔ چنانچہ انٹرویو کے بعد وہی ہوا جو اس سے پہلے تصور نے سمجھایا تھا۔

خیال رہے کہ پہلی جگہ مبلغ تین صد دینار مشاہرہ تھا اور یہاں ساڑھے تین صد دینار۔

دعا میں شمولیت (مصنف کی روایت):۔ جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں تدریس کے دوران ایک نوجوان (جس کے نام کا ذکر مناسب نہیں) راقم الحروف سے قریب ہو گیا میں نے اسے حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے بیعت کرادیا۔ چونکہ دل کا نہایت صاف اور نیت کا مخلص تھا' اس لئے مرشد کامل کے انوار کی شعاعیں جلد ہی نوازنے لگیں۔ وہ جونہی تصور کرتا' حضور تشریف لے آتے۔ ایک دفعہ اپنے ایک بردار طریقت کی والدہ کے چہلم میں ہم بیٹھے تھے کہ اس نے تصور کرکے دعا کے لئے عرض کیا۔ ارشاد ہوا ختم شریف کے وقت جب دعا کرو گے، یاد کرانا۔ چنانچہ دعا کے وقت دوبارہ گزارش کی تو نوجوان کے بقول حضور نقش لاثانی نے باقاعدہ شرکت فرمائی۔

نکسیر بند ہو گئی (مصنف کا بیان):۔ مجھے نکسیر کا عارضہ بچپن سے شروع ہوا اور گرمیوں میں سالہا سال پریشان کرتا رہا۔ سر پر گھڑوں پانی انڈیلا جاتا پھر کہیں جاکر سکون ہوتا۔ سیالکوٹ میں ایک بار اس نے سارے سابقہ ریکارڈ توڑ دئے۔ ہوا یوں کہ گرمیوں کی ایک صبح اٹھا تو اچانک شروع ہو گئی۔ بار بار وضو کرتا مگر ناکام' آخر بڑی مشکل سے کچھ توقف ہوا تو وضو

کر کے دو سنتوں کی نیت باندھی' سجدے میں تھا کہ پھر شروع ہو گئی۔ بے اختیار ہو کر چارپائی پر لیٹ گیا مگر خون آہستہ آہستہ بہتا رہا۔ عزیز القدر نسیم قمر کو ساتھ لے کر ڈاکٹر عبدالرشید مرحوم کے کلینک پر جا کر ٹیکہ لگوایا اور بظاہر مطمئن ہو کر واپس آیا ہی تھا کہ پھر شروع ہو گئی۔ کیپٹن ڈاکٹر عتیق افضل صاحب کو بلایا گیا مگر زیادہ افاقہ نہ ہوا۔ ظہر کے وقت دیر سے پھر وضو کے لئے اٹھا مگر نکسیر نے پھر پوزیشن سمبھال لی۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ معلوم ہوا وہی نوجوان (جس کا اوپر ذکر ہوا ہے) آیا ہے۔ میں نے وہیں سے بیٹھے بیٹھے اسے صورت حال بتائی اور ساتھ مسجد جا کر تصور سے مسئلہ حل کرانے کی گزارش کی۔ چند لمحوں بعد وہ واپس ہوا اور آ کر کہنے لگا کہ حضور نے فرمایا ہے (انشاء اللہ آئندہ نہیں ہوگی)۔ بحمدہ تعالیٰ مرشد کامل کی دعا سے پھر آج تک نہیں ہوئی اور تصور کی برکت سے عمر بھر کی مصیبت ایک لمحے میں دور ہو گئی۔

تبادلہ رک گیا (مصنف راوی ہے کہ):۔ ایک بار گناہوں کی ایسی شامت سر پر سوار ہوئی کہ دس بارہ دن دربار شریف میں حاضری سے محروم ہو رہا۔ آخر خدمت اقدس میں پہنچا تو حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے پوچھا "اتنے دن کہاں تھا؟" عرض کیا' ہر روز حاضری کا پروگرام بناتا مگر پھر کسی وجہ سے رہ جاتا۔' فرمایا تجھے کسی نے باندھ لیا تھا؟' سخت پریشان ہوا اور دل نے گواہی دی کہ کوئی آفت آنے والی ہے۔ اگلے روز صبح سویرے میں صوفی محمد حسین صاحب نعت خواں کو لے کر اپنے تایا جان اور ڈاکٹر ظفر اقبال نوری سابق صدر انجمن طلبہ اسلام کے دادا جان کے ختم چہلم میں شرکت کے لئے شیخوپورہ چلا گیا (اور یہ دوسری غلطی تھی' مرکز سے ہلنا نہیں چاہئے تھا) وہاں جا کر معلوم ہوا کہ ختم اگلی جمعرات کو ہے۔ سیالکوٹ آیا تو نارووال تبادلے کے احکام آ چکے تھے۔ بڑی پریشانی ہوئی۔ اب اپنی غلطی کا احساس زیادہ ہو گیا۔ اسی عزیز کو بلایا اور سفارش کے لئے کہا۔ میں نے عرض کیا کہ "حضور سے (تصور میں) التجا کرنا کہ تبادلہ رک جائے اور یہ بھی وعدہ کرنا کہ انشاء اللہ آئندہ کوتاہی نہیں ہوگی"۔ چنانچہ اس نے مسجد میں جا کر تصور کیا تو حضور قبلہ عالم حضرت نقش لاثانی علیہ الرحمتہ نے پوچھا خیر تو ہے؟ عرض کی' آسی کا تبادلہ نارووال ہو گیا ہے' حضور نے فرمایا' اچھا ہوا۔ اب تو آجایا کرے گا۔"

عرض کیا" حضور! سیالکوٹ سے بھی وہ آجایا کرے گا اور آئندہ انشاءاللہ کبھی غیر حاضر نہیں ہو گا"۔ فرمایا تمہیں کیوں دلچسپی ہے؟' بولا حضور! ہم سال دوم میں ہیں اور ہمارا امتحان سر پر ہے۔' فرمایا اچھا! اگر تم کہتے ہو تو خدا کے فضل سے تبادلہ رک جائے گا'۔ چنانچہ چند روز میں تبادلہ منسوخ ہو گیا اور بڑی عزت سے منسوخ ہوا۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت (بیان مصنف) :۔ ایک دفعہ دربار شریف سے جمعتہ المبارک کے خطبے کے لئے اجازت لیکر سیالکوٹ آیا۔ خیال یہ تھا کہ نماز جمعہ کے بعد واپس دربار شریف آجاؤں گا مگر کسی وجہ سے رک گیا۔ مغرب کا وقت قریب آیا تو پریشانی بڑھنے لگی اور حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی ناراضی کا خوف دل پر مسلط ہونے لگا۔ اب پھر اسی عزیز کو بلایا اور کہا کہ" تصور میں حضور قبلہ عالم سے عرض کرو اور مجھے معافی لے دو' چونکہ یہ سخت غلطی ہوئی ہے لہذا عرض کرنا' حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے صدقے خطا معاف فرمائی جائے۔"

عزیز مسجد (جو گھر کے پاس ہی تھی) میں گیا اور واپس آکر کہنے لگا" آج مجھے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت بھی ہوئی۔ ساتھ ہی حضور نقش لاثانی بھی تھے۔ دونوں تاجداروں کی خدمت میں مجھے سلام کرنے کا شرف حاصل ہوا تو گزارش کی۔ حضرت نے فرمایا اسے تو یونہی وہم ہو جاتا ہے' اتنی معمولی سی بات کے لئے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کو تکلیف دی۔ اسے (آسی کو) کہہ دینا کوئی بات نہیں' بلکہ سیالکوٹ ہی میں رہے۔ صبح آٹھ نو بجے میں خود آرہا ہوں۔

چنانچہ حضور قبلہ عالم علیہ الرحمتہ صبح تشریف لے آئے (اور سوائے تصور' تشریف آوری کی اطلاع کسی اور طریقے سے نہیں ہو سکی تھی) آج کل اس نوجوان کا سیالکوٹ میں بڑا وسیع کاروبار ہے۔

قدم بوسی :۔ بھائی فضل کریم صاحب (آف ساہو چک نزد بڈیانہ) بیان کرتے ہیں : میں ایک دفعہ دربار شریف حاضر ہوا تو پہلے مسجد میں ظہر کی نماز ادا کرکے مراقبے میں حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ کی قدمبوسی کرلی۔ پھر حجرہ مقدسہ میں جسما" حاضر ہوا' دست بوسی کرنے

کے بعد قدم بوسی کرنے لگا تو فرمایا! "کیا کر کے نہیں آئے" (یعنی تصور میں جو قدم بوسی کی تھی، وہی کافی ہے) احباب اس واقع پر غور فرمائیں اور بتائیں کہ کیا سائنسی کمالات ایمانی کمالات کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کے ارشاد کی کتنی واضح اور مکمل عملی تصدیق ہے۔

اژدہے سے حفاظت:۔ انہی کا ایک اور واقعہ انہی کی زبانی سنئے اور سر دھنئے۔

"کئی سال کی بات ہے کہ مجھے ایک گاؤں 'فتے دیاں بیریاں' جانا تھا درمان (تحصیل شکر گڑھ) سے آگے بڑھا تو چلتے چلتے ایک نالے پر پہنچا۔ یہاں وضو کیا تو خود بخود حضور اوپر ہوا میں نظر آئے۔ نالے سے آگے پھر آپ کا (تصور میں) دیدار ہوا۔ معاً بعد دیکھا کہ بہت سے نیولے میری طرف آ رہے ہیں۔ دل ہی دل میں ڈرا کہ کہیں مجھ پر حملہ نہ کر دیں مگر ایسا تو نہ ہوا' البتہ تھوڑے سے فاصلے پر وہ ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ جوں جوں میں آگے بڑھتا گیا' ارد گرد سے مزید نیولے ان سے ملتے رہے اور یوں ان کی تعداد میں برابر اضافہ ہوتا گیا۔ میں چلتا تو وہ چلنا شروع ہو جاتے اور میں رکتا تو وہ بھی رک جاتے۔ ان میں سے بعض میرے آگے' بعض پیچھے اور بعض دائیں بائیں تھے۔ آگے جا کر دیکھا تو فوجیوں کے بنائے ہوئے بند پر ایک بہت بڑا اژدھا بیٹھا تھا۔ میری نظر اس کی طرف بعد میں اٹھی اور نیولوں نے اس پر پہلے حملہ کر دیا۔ میں نے گھبرا کر نالے کی طرف چھلانگ لگا دی اور دوسرے پار پہنچ گیا (جسے ابھی طاقت بدنی سے پھلانگنا ممکن نہ تھا) اب اطمینان سے اژدھے کا انجام دیکھ رہا تھا جسے نیولوں نے چند لمحوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

یہ واقعہ موضع کانا بھگور کے نزدیک رونما ہوا۔ لوگ حیران بھی تھے اور خوش بھی کیونکہ اس سے پہلے کسی کو ادھر آنے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔

یہ واقعہ بھی غور طلب ہے اور کئی نتائج و فوائد کا حامل ہے۔ ایک یہ کہ اللہ ہی حقیقت میں نافع اور ضار ہے۔ یعنی نفع و نقصان کا حقیقی مالک وہی ہے۔ وہ بچانا چاہے تو کوئی ہلاک

نہیں کر سکتا اور وہ مارنا چاہے تو کوئی بچا نہیں سکتا۔ دوسرا یہ کہ اس کی قدرت کے یہ کمالات اس کے محبوبوں کے ذریعے ہی ظاہر ہوتے ہیں جنھیں اس نے ان کے مخصوص مرتبے کے مطابق اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا ہوتا ہے۔ اس خلافت کا سیدھا مفہوم وہی ہے جو حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے ایک شعر کے اندر سمو دیا ہے۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

(یعنی۔ اے انسان تو خدا کی نافرمانی نہ کر تا کہ کوئی تیری نافرمانی نہ کرے۔)[1] تیسرا یہ کہ شیخ کامل

---

[1] اس واقع سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفۂ ربانی حشرات الارض پر بھی اپنا حکم نافذ کر سکتا ہے۔ حضرت علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمہ کی کتاب کرامات اولیاء میں اس موضوع پر تفصیلی بحث دیکھئے۔ اس عظیم کتاب کا ترجمہ پروفیسر محمد ذاکر شاہ صاحب چشتی مدظلہ نے کیا ہے۔ ترجمے کے صفحہ نمبر ۴۵۷ پر سیدنا مسلمہ بن مخلد انصاری (صحابی) رضی اللہ عنہ کی کرامات کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

"آپ جب افریقہ تشریف لے گئے اور ایک وادی کو قیام سے منور فرمایا تو لوگوں نے اطلاع دی کہ اس وادی میں لاتعداد درندے اور سانپ ہیں۔ آپ نے درندوں اور سانپوں کو خطاب کرتے ہوئے حکم دیا اس وادی سے نکل جاؤ۔ درندوں نے اپنے بچوں اور سانپوں نے اپنی اولاد کو اٹھایا اور وادی سے بھاگ کھڑے ہوئے"۔

اس کے حاشے میں لکھتے ہیں،

"ایسے واقعات سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے کہ غلامان سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو حکم دیا تو انہوں نے سر تسلیم خم کر لیا۔ آج جہاں خرطوم واقع ہے۔ یہ جگہ ویرانہ تھی۔ زمین دلدلی تھی۔ جنگلات سے ڈھکی ہوئی تھی۔ یہاں اسلامی جرنیل نے پڑاؤ کیا تو اطلاع ملی کہ یہاں بے شمار درندے ہیں اور زمین پر تو بچھو بیٹھنے تک نہیں دیتے، کیا کیا جائے؟ پھر دیدۂ چشم فلک نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ جرنیل ٹیلے پر کھڑے ہو کر درندوں کو حکم دے رہا ہے گویا وہ اس کے سپاہی ہیں وہ کہہ رہا تھا "اے شیرو! اے ریچھو! اے انسان کے دشمن درندو! یہاں سے نکل جاؤ کہ اسلام کا لشکر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام پر مشتمل یہاں چھاؤنی ڈالنے والا ہے۔ بچھوؤ! آج سے اپنی عادت بدل لو، اب کسی کو نہیں کاٹنا ہے"۔ اعلان سن کر درندے اپنے بچوں کو مونہوں میں لئے جھاڑیوں سے نکل بھاگے، میدان خالی کر گئے اور بچھوؤں نے اپنی عادت بدل لی۔ وہ دن گیا اور آج کا دن ... تیرہ چودہ سو سال کے طویل عرصہ میں پھر خرطوم کے بچھوؤں نے بھول کر بھی کاٹنے والی عادت کا اعادہ نہیں کیا"۔

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کا بھی تاریخ اسلام میں محفوظ ہے۔ (آسی)

حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ کی سجادہ نشینی کے ابتدائی دور میں بعض واقعات کا ذکر آ چکا ہے، انہیں پھر دیکھ لیں۔ یہاں مقصود اسی قدر ہے کہ رب کریم و قادر کے سچے بندے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں جب مقام خلافت پر فائز ہوتے ہیں، زمانے کی ہر شے ان کی تابع فرماں ہوتی ہے۔ زبان سے کہنا تو بعض دفعہ دوسروں کو اسلام کی صداقت باور کرانے کے لئے ہوتا ہے ورنہ ارادے سے سب کچھ کر لیتے ہیں۔

بالیقیں خلافت کے منصب پر فائز ہو کر دور و نزدیک کے حالات سے بے خبر نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہاں صوفی فضل کریم صاحب نے نہ از خود تصور کیا اور نہ کسی قسم کی امداد طلب کی بلکہ انہیں آنے والے خطرات کا علم ہی نہیں تھا۔ خود شیخ کامل انہیں نظر آئے اور خود اپنی خداداد قوت سے سارے انتظام کئے۔ نظر نہ آتے اور چھپ چھپا کر یہ سب کچھ کرتے تو خلافت ربانی کی مندرجہ بالا توجیہ سامنے نہ آتی۔ شیخ فضل خدا اور فیض قدرت کے حصول کا وسیلہ ہے اور یہ واقعہ اس توسل کی عملی دلیل ہے۔ سچ فرمایا ہے حضرت مولائے روم رحمۃ القیوم نے۔

دست پیراز غائباں کوتاہ نیست
دست او جز قبضۂ اللہ نیست

چوتھا یہ کہ اللہ والوں کے طفیل اپنے بیگانے سب فیض پاتے ہیں۔ یہاں ایک شیخ کامل نہیں، بلکہ اس کے مخلص مرید کو اپنے کسی کام دوسرے علاقے میں ایک بار جانا پڑا تو سارے علاقے کی مصیبت دور ہو گئی۔ لوگ کہتے ہیں "قدم درویشاں رد بلا"۔ مگر یہ لوگوں کا مقولہ ہی نہیں۔ حدیث پاک کا مضمون بھی تو ہے۔

اَلْاَبْدَالُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلٰثُوْنَ بِهِمْ تَقُوْمُ الْاَرْضُ وَبِهِمْ تُمْطَرُوْنَ وَبِهِمْ تُنْصَرُوْنَ (طبرانی کبیر، سند صحیح کے ساتھ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی)

ترجمہ۔ ابدال میری امت میں تیس ہیں، انہی سے زمین قائم ہے۔ انہی کے سبب تم پر مینہ اترتا ہے۔ انہی کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔ مرید صادق کی برکت کا یہ حال ہو تو شیخ کامل کی برکات کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

تصور اور سکون:۔ ڈاکٹر محمد انور (فیصل آبادی) حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ النورانی پر دل و جان سے فدا تھے۔ ان کی یہ خود نوشت ہمیں الحاج شیخ ذوالفقار علی دام اقبالہ کے ذریعے موصول ہوئی ہے۔ اس میں مرشد کامل علیہ الرحمتہ کی دعا، توجہ اور تصور کی برکات کا ذکر ہے۔ لکھتے ہیں۔

"موسم بہار ۱۹۷۶ء کا ذکر ہے۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ حکیم عبدالخالق صاحب کے ہاں تشریف فرما تھے مگر مجھے علم نہیں تھا۔ میں اچانک حکیم صاحب کے

ہاں حاضر ہوا تو حضور واپسی کے لئے کار میں سوار ہونے ہی والے تھے۔ میں نے جلدی سے قدم بوسی کی اور التجا کی کہ 'سرکار! مجھے حضور رسول پاک سرور لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا کیجئے'۔ آپ بہت خوش ہوئے۔ تبسم فرمایا اور کہا "آمین"۔ ان دنوں میرے مالی وسائل زیادہ نہیں تھے مگر پھر بھی اچانک غیب سے اسباب پیدا ہوگئے اور میں سعودی عرب روانہ ہوگیا۔ دو دفعہ گنبد خضراء کی زیارت نصیب ہوئی اور روضہ مقدس کی جالیوں کے سامنے صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کی سعادت ملی۔ یہاں چونکہ مرشد کامل کی "آمین" کے صدقے آیا تھا' لٰہذا اس پاک در کی دوہری حاضری کے بعد واپسی ہو گئی"۔

ابھی دو مہینے ہی گزرے تھے کہ جرمنی جانے کا حکم ہوگیا۔ وہاں دسمبر میں جب پارہ نقطہ انجماد سے بھی بیس درجے نیچے چلا گیا تھا' دل کی تکلیف (پہلی بار) محسوس ہوئی۔ تشخیص سے پتہ چلا کہ دل میں پیدائشی طور پر روپیہ بھر سوراخ ہے اور چار جگہ سے دل کی شریان بند ہو چکی تھی۔ جرمن زبان نہ جاننے کے باوجود مجھے اپنے ہی پیشے میں دس ہزار مشاہرے پر ملازمت مل گئی اور علاج کا بھی خاطر خواہ بندوبست ہوگیا۔ چودہ گھنٹے دل کا آپریشن رہا۔ دل کا سوراخ بھی بند کیا گیا اور دونوں ٹانگوں کے اندر سے وریدیں نکال کر دل کی شریان پر چار بائی پاس تعمیر کئے گئے۔ ہوش آیا تو معلوم ہوا آپریشن کامیاب ہے۔ اگلے دن صبح میں نے خود اپنا کام کیا۔ سارا سینہ کھولا گیا تھا اور دونوں ٹانگیں چیری گئی تھیں مگر ذرا درد کا احساس نہیں ہوا پھر صحت کی بحالی اس سرعت سے ہوئی کہ دو ہفتے بعد ہی دو دو میل لمبی سیر کرنے کے قابل ہوگیا۔ مرشد کامل کے تصور نے ایسی دستگیری فرمائی کہ آپریشن سے مکمل شفایابی تک کسی قسم کا درد یا پریشانی لاحق نہ ہوئی۔ عزیزوں کی دوری سے اور خود اس خطرناک آپریشن سے کسی قسم کی گھبراہٹ نہ ہوئی۔ آپریشن ہوئے آٹھ سال گزر چکے ہیں۔ لیکن شیخ کامل کے فیض سے بھرپور اور مصروف زندگی گزار رہا ہوں۔ میری دعا ہے کہ یہ چشمہ فیض تا ابد جاری رہے اور

مجھ ایسے بے سہارا لوگ اس سے اپنے دامن گوہر مراد سے بھرتے رہیں۔ (ڈاکٹر صاحب مرحوم نے یہ واقعہ حضور قبلہ عالم نقش لاثانی علیہ الرحمتہ کے وصال شریف کے بعد لکھا تھا۔ کچھ عرصہ بعد خود بھی سدھار گئے)

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جن بھاگ گیا:۔ صوفی عبدالستار صاحب ساکن موضع پنڈوری سیدی حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ کے مخلص اور لاڈلے مرید ہیں۔ نہایت سیدھے سادے اور از حد متواضع، چوہدری ہونے کے باوجود طبیعت پر درویشی غالب ہے۔ حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ کے وصال سے چند سال پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ (رحمتہ اللہ علیہ) شکر گڑھ کے ایک علاقے میں تبلیغی دورہ فرمارہے تھے۔ یاران طریقت کا جم غفیر ساتھ تھا کہ ایک شخص اپنے بیمار بچے کو اٹھائے ہوئے صوفی صاحب کی طرف بڑھا اور کہنے لگا مولوی جی! اس بچے کو ذرا دم کردیں۔ صوفی صاحب نے نہایت لجاجت سے فرمایا مجھے دم کرنا نہیں آتا، اس نے آہستہ آہستہ ایک دو سخت باتیں بھی کہہ دیں مگر صوفی صاحب نے پھر بھی بڑی نرمی سے ہی جواب دیا۔ چند لمحے بعد حضور بھی قریب تشریف لے آئے اور فرمانے لگے ' عبدالستار! وہ کیا کہتا تھا۔' صوفی صاحب نے تو یہی عرض کیا حضور! اس نے کچھ نہیں کہا' (تاکہ شکایت سے گستاخ آدمی کی بربادی نہ ہوجائے) تاہم ایک دوسرے ساتھی نے سارا مکالمہ بیان کردیا۔ حضور کچھ جلال میں آکر فرمانے لگے ' آئندہ جو بھی کہے' دم کردیا کرو'

صوفی صاحب نے حسب الارشاد دم کرنا شروع کردیا حتیٰ کہ ارد گرد اس دم کے فیضان کا چرچا ہوگیا۔ چند ماہ بعد برادری میں ایک نوجوان لڑکی کو جن کا سایہ ہوگیا۔ گھر والے علاقے کے ایک مشہور آستانے سے وابستہ تھے۔ انہوں نے گاؤں کے ایک اور صاحب کو بلالیا مگر صوفی صاحب ترس کھاکر خود تشریف لے گئے۔ اب تک انہیں جن وغیرہ کا معاملہ درپیش نہیں آیا تھا' پریشان ہوگئے۔ جانا اس لئے بھی ضروری تھا کہ کہیں بیمار کے وارث نہ جانے کو خاندانی چپقلش کا نتیجہ نہ سمجھ لیں۔ بہرحال صوفی صاحب مریض کے پاس پہنچے مگر ڈرتے ڈرتے اور حضور نقش لاثانی کے تصور کے ساتھ۔ جن آپ کو دیکھتے ہی کہنے لگا۔ صوفی

صاحب! کل آپ کو میں نے حضور داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کے دربار میں دیکھا تھا، کتنے بھلے لگتے تھے! مجھے تو آپ کا احترام کافی تھا۔ آپ نے حضور (نقش لاثانی) کو کیوں زحمت دی۔ (گویا صوفی صاحب قبلہ کے تصور میں حضور کا جلوہ گر ہونا اسے نظر آرہا تھا) یہ گھر والے فلاں صاحب کو بلا کر مجھے نکلوانا چاہتے تھے 'بھلا میں ایسے لوگوں کی بات مانتا ہوں۔' یہ بات کر کے جن بھاگ گیا اور مریضہ تندرست ہو گئی۔

لیبیا کا قیدی:۔ آپ نے تمہیدی سطور میں حضرت سیدنا یوسف کے قید خانے میں جناب سیدنا یعقوب علیٰ نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کا واقعہ تفاسیر کی روشنی میں ملاحظہ فرمایا۔ اب سرکار رحمتہ للعالمین ﷺ کی امت کے ایک ولی کامل (علیہ الرحمہ) کی کرامت ملاحظہ فرمائیے۔ ناصر خان صاحب جو ہمارے محترم بزرگ جناب محمد یوسف خان خلیفہ مجاز حضور نقشہ نقش لاثانی حضرت پیر سید عابد حسین شاہ صاحب مدظلہما کے داماد اور بھانجے ہیں' بیان کرتے ہیں۔

"چند سال پہلے کی بات ہے میں ویزا لے کر لیبیا پہنچا۔ جو وہاں تحقیق کے بعد جعلی ثابت ہوا اور مجھے جیل بھیج دیا گیا۔ پانچ چھ روز کے بعد میں از حد پریشان ہو گیا اور اسی عالم میں میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں اپنے پیر کو یاد کرنے لگا ہوں۔ ساتھیوں نے مذاق اڑایا اور بولے پیر جیل خانوں میں کہاں پہنچتے ہیں۔ یہ سن کر میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور قبلہ دوعالم نقش لاثانی قدس سرہ جیل خانے کے دروازے کے سامنے تشریف فرما ہیں۔ دو تین منٹ تک زیارت سے محظوظ و مشرف ہوتا رہا۔ دوسرے روز لیبیا کا ایک شخص خود بخود آگیا اور اس نے اپنی گرہ سے مبلغ تیس ہزار روپے خرچ کر کے مجھے پاکستان پہنچانے کا سارا بندوبست کر دیا اور یوں میری بگڑی بن گئی۔"

میں نے عرض کیا ہے (اور خاص حضور نقش لاثانی ہی سے عرض کیا ہے)

دیکھیں تو اک اشارۂ تقدیر گر ترا
وہ لوگ شاخ آہو پہ جن کی برات ہے

عزیزہ شفایاب ہو گئی:۔ اس مضمون کی تمہید میں بڑی تفصیل سے شیخ کامل کے

تصور کی افادیت پر بحث کی گئی ہے اس کے بعد حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی سیرت طیبہ کے واقعات بطور دلائل پیش کیے گئے۔ اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے جو حضرت پیر سید عباس علی شاہ صاحب خلیفہ مجاز حضور نقش لاثانی قدس سرھما نے بیان کی۔ ذیل میں اسی کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

"ہمارے یہاں فاروق آباد ضلع شیخوپورہ میں بلدیہ کے وائس چیئرمین چودھری بشیر احمد صاحب کی بیٹی سخت بیمار ہو گئی۔ لاہور میں بڑے بڑے ماہر ڈاکٹروں سے علاج کرایا مگر آخر ایک مدت کی تگ و دو کے بعد انہوں نے مایوسی کا اظہار کیا۔ واپس فاروق آباد لا کر امریکن ہسپتال میں داخل کرایا گیا مگر ان کی پیش بھی نہ گئی تو آخر کار انہوں نے مریضہ کو ہسپتال سے جلد از جلد فارغ کرنے میں عافیت محسوس کی۔ تاکہ یہاں اس کی موت علاج کی ناکامی اور یوں ان کے خیال کے مطابق ڈاکٹروں کی رسوائی کا باعث نہ بنے۔ چودھری صاحب اپنی لخت جگر کو گھر لے آئے اور جملہ اہل کنبہ نے اس بیچارگی کے عالم میں رونا شروع کر دیا۔ اسی حال میں مجھے بھی مسجد سے بلا لیا گیا۔ میں نے آکر سب سے یہی کہا کہ حضور قبلہ عالم نقش لاثانی (علیہ الرحمۃ) کو یاد کرو۔ چنانچہ سب بیمار کی چارپائی کے اردگرد کھڑے تھے اور یا پیر سید علی حسین شاہ صاحب المدد کا وظیفہ کر رہے تھے۔ عزیزہ نے جو کئی روز سے بے ہوش تھی۔ چند لمحوں بعد اپنی دائیں آنکھ کھول دی اور پھر بائیں آنکھ بھی۔ نیز کہنے لگی حضور قبلہ عالم تشریف لائے ہوئے ہیں۔ الحمد للہ! دیکھتے ہی دیکھتے بیٹی بالکل صحت یاب ہو گئی اور پھر جلد ہی نقاہت بھی جاتی رہی۔

اس واقعے کا اہل خانہ پر بڑا اثر تھا اور چودھری صاحب کی طبیعت میں بھی سوز و گداز کی کیفیت کافی دنوں تک رہی۔ میں نے یہ واقعہ خود ان سے بھی سنا تھا۔

ذکر میں جوش و حلاوت:۔ صوفی مقبول حسین نقشبندی دولت پوری راوی ہیں۔

"۱۹۸۷ء کی بات ہے کہ ایک دن نماز عصر کے بعد چند آدمی مسجد کے قریب گولیاں کھیل رہے تھے' ان میں دو لڑکے اپنے پیر بھائی بھی تھے محمد جاوید باجوہ' مظفر اقبال (نو مسلم)

میں نے ان دونوں کو بلایا ان سے گولیاں لے لیں اور باہر پھینک دیں اور نماز کی تلقین

کی۔ پھر عشا کی نماز کے لئے آئے تو فارغ ہو کر جی میں آیا کہ اکٹھے ذکر کر لیں۔ میں نے ان سے اور دوسرے نمازیوں سے کہا کہ آنکھیں بند کر کے حضور نقش لاثانی کا تصور کریں اور درود شریف پڑھنا شروع کر دیں۔ ذکر میں بچے ایسے محو ہوئے کہ انہیں بند کرنا مشکل ہو گیا۔ یہ سلسلہ کافی دنوں تک جاری رہا۔ ایک دن تو چھوٹے بڑے قابو سے باہر ہو گئے۔ میں نے تین بار حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ سے فریاد کی تو سکون ہوا۔ پروگرام کے بعد بچوں سے پوچھتا کہ تم کہاں گئے تھے تو جواب دیتے' پہلے دربار لاثانی علی پور سیداں شریف میں اور پھر مدینہ شریف حاضر ہوئے۔ ایک دن تبلیغی جماعت کے تین آدمی بھی شامل ہو گئے۔ ان کا بھی یہی حال ہوا (یعنی وجد و حال میں کھو گئے) تو ان کے باہوش' ساتھی یہ کہہ کر انہیں لے گئے کہ کہیں مر نہ جائیں۔ (تبلیغی جماعت موت سے بہت گھبراتی ہے)

چند مزید واقعات:۔ تصور کی برکات دوسرے ابواب کے بعض مضامین میں بھی آ گئی ہیں' انہیں بھی ساتھ ملا لیں۔ مثلاً ہم بیعت کیوں کرہوئے میں عزیز القدر شہزاد حسین کی بیعت کا واقعہ۔ یونہی عزیزم ظفر علی منہاس سے تبلیغی جماعت کی مٹھ بھیڑ کا واقعہ بھی اجمالاً بیعت کی برکات میں بیان ہو چکا ہے۔ میں نے واقعے کے بعد منہاس صاحب سے پوچھا کہ ان دنوں کوئی خاص بات بھی نظر آئی تھی؟ کہنے لگے تین دن پہلے سے حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ کا تصور خود بخود آتا تھا اور ہر بار آپ مسکراتے نظر آتے تھے (جیسے کسی عظیم کامیابی کی خوشخبری ہو)۔

پکار کی برکت:۔ مندرجہ بالا کہانی میں پکار بھی تھی اور تصور بھی۔ اب سُنیئے تصور کے بغیر صرف پکار کا نتیجہ' عبدالحمید ولد مہردین ساکن چک نمبر ۵۵ ضلع فیصل آباد کی اہلیہ محترمہ بیان کرتی ہیں (بوساطت ماسٹر اللہ دین صاحب)

"میں اک بار ہڑتال کے دنوں میں صبح ۹ بجے سے ایک بجے دوپہر تک سڑک (گوجرانوالہ) پر کھڑی رہی۔ کوئی ذریعہ آمد و رفت میسر نہ آسکا تو آخر سوچا' مرشدان کامل مشکل میں مریدوں کے کام آتے ہیں' کیوں نہ اپنے ہادی سے فریاد کروں۔ چنانچہ چند منٹ ہی گزرے تھے بس آ گئی۔ کنڈیکٹر نے میری طرف توجہ کر کے فیصل آباد' شاہکوٹ کا نام لیا۔ بس بالکل خالی تھی۔

اچانک میرے ساتھ سات آٹھ دوسرے مسافر بھی سوار ہو گئے۔ راستے میں کوئی اور بس کسی طرف آتے جاتے نہ دیکھی۔ بس چلتی رہی اور بس والوں نے سواریوں کا بھی زیادہ لالچ نہ کیا۔ بمشکل گوجرانوالہ سے شاہکوٹ تک پندرہ سولہ سواریاں ہوگی۔ ہڑتال ہو تو تانگے بھی نہیں ملتے کیونکہ بسوں کی سواریاں ہی انہیں ملتی ہیں۔ یہاں بھی شیخ کی نظر کرم ہی کام آئی۔ شاہکوٹ اترتے ہی سرہالی تک تانگہ پانچ روپے میں مل گیا۔ شام سے پہلے گھر پہنچی تو اہل خانہ حیران تھے کہ ہڑتال کے دن کیسے پہنچ گئیں۔"

اس واقعے پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے ادھر مرشد کامل کو یاد کیا ادھر اللہ تعالیٰ نے کسی قریب سے کھڑی ہونے والی بس کے ڈرائیور اور کنڈیکٹر کو اپنی "قوم" کی مخالفت کے خطرات سے بے نیاز کر کے آمادۂ سفر کر دیا[ص۱]

ص۱ ان دو تین واقعات میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کو پکارنے کے اثرات بیان ہوئے ہیں۔ وہ لوگ جو اولیاء اللہ کے عقید تمند ہیں' ان باتوں کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں' کیونکہ بزرگان دین کے تذکروں میں یہ حقائق روز مرہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہر سلسلے کے متوسلین اپنے مرشدان ذی وقار کو مشکل کے وقت پکارتے اور فیوض و برکات حاصل کرتے آئے ہیں۔ غیر مقلد اور دیوبندی اکابر نے کئی مقامات پر اس کے جواز کا اعتراف کیا ہے۔آپ اسی مضمون کی تمہید میں مولانا رشید احمد گنگوہی دیوبندی کا ارشاد گرامی ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ مرید اپنے پیر کو قریب یقین کرے کیونکہ اس کی روحانیت ضرور قریب ہے۔ اگر یہ بات درست ہے تو شیخ کو پکارنے والا کہیں سے بھی پکارے' قریب سے ہی پکارنے والا ہو گا۔ لہٰذا شرک کا شائبہ جاتا رہا (جیسا کہ بعض لوگوں کو مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ لگانے کے لئے یہی بہانہ ہاتھ آیا ہے کہ دور سے پکارنا شرک ہے اگرچہ اس کی بھی کوئی بنیاد نہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ کسی کو خدا سمجھ کر پکارنا شرک ہے دور سے پکارے یا قریب سے' پھر یہ بھی سوچئے کہ خدا کو دور سے پکارنا ہی ناممکن ہے۔ وہ ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے پھر یہاں دوری کا کیا سوال رہا)

یونہی غیر مقلدین کے امام جناب وحید الزماں نے اپنی مشہور و معروف کتاب ہدیۃ

المہدی میں بھی شرک کے اس فتوے پر بڑا احتجاج کیا ہے۔ انہوں نے کئی حدیثوں سے اس پکار کو جائز ثابت کیا ہے۔ مثلا ایک حدیث یہ ہے (جو انہوں نے حصن حصین شریف کے حوالے سے لکھی ہے)

اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ اَحَدِكُمْ فَلْيُنَادِ اَعِيْنُوْنِيْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ

ترجمہ۔ جب تم میں سے کسی کا جانور (جنگل میں) بھاگ جائے تو اسے یوں پکارنا چاہئے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔

غور کیجئے جب اہل سنت کے علاوہ دیو بندی اور غیر مقلد اکابر بھی جواز کا اقرار کر رہے ہیں۔ پھر اسے شرک قرار دینا کتنی بڑی زیادتی ہے۔

یاد رہے اولیا اللہ کو یوں پکارنا بھی توسل ہی کی ایک صورت ہے۔ کارساز حقیقی اللہ ذوالجلال ہی کی ذات ہے' باقی سب اپنی اپنی شان کے لائق اسی کی کارسازی کے مظہر ہیں۔ جب دینوی امور میں کسی استاد' بھائی' بیٹے' یا بھتیجے کو پکارتے ہیں تو بھی انہیں کارساز حقیقی سمجھ کر نہیں پکارتے بلکہ مرد مومن کی حیثیت سے آپ کا یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ جسے پکارا جا رہا ہے' خدا کے فضل و قدرت ہی سے مدد کر سکتا ہے۔ اپنی ذاتی طاقت سے نہیں اور اپنی ذاتی طاقت خدا کے سوا کسی کی ہو ہی نہیں سکتی۔ جب کسی کی ذات' خود بخود نہیں بن سکی بلکہ اللہ کے بنانے سے بنی ہے تو اس کی طاقت خود بخود کہاں سے آگئی' یہ طاقت بھی اللہ کی بخشی ہوئی ہے۔ جس رب نے عام لوگوں کو بعض طاقتیں عطا فرمائی ہیں وہی اگر اپنے مقبول و مقرب بندوں کو بعض خاص طاقتیں عطا فرمائے تو اسے کون روک سکتا ہے۔ محدود طاقت والے محدود مدد کر سکتے ہیں اور مخصوص طاقت والے مخصوص مدد پر قادر ہیں۔ وہ بھی خدا کے فضل سے' یہ بھی اسی کے کرم سے۔

اولیا اللہ کو پکارنے کی ایک حکمت وہ ہے جو حضرت سیدنا ابوالحسن خرقانی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ہے۔ ہوا یہ کہ ایک جماعت کسی مخدوش راستے پر سفر کرنا چاہتی تھی لوگوں نے آپ سے عرض کیا "ہمیں کوئی ایسی دعا بتا دیجئے جس کی وجہ سے ہم راستے کے مصائب سے محفوظ رہ سکیں"۔ آپ نے فرمایا کہ "جب تمہیں کوئی مصیبت پیش آئے تو مجھ کو یاد کر لینا"۔ لیکن

لوگوں نے آپ کے اس قول پر کوئی توجہ نہیں دی اور اپنا سفر شروع کردیا۔ راستے میں ان کو ڈاکوؤں نے گھیر لیا تو ایک شخص جس کے پاس مال اسباب بہت زیادہ تھا' جب ڈاکو اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے صدق دل سے آپ کا نام لیا جس کے نتیجے میں مال اسباب سمیت وہ لوگوں کی نظر سے غائب ہوگیا۔ یہ دیکھ کر ڈاکوؤں کو بہت تعجب ہوا مگر جن لوگوں نے آپ کو یاد نہیں کیا تھا وہ سب لوٹ لئے گئے۔ پھر ڈاکوؤں کی واپسی کے بعد وہ شخص سب کی نظروں کے سامنے آگیا۔ اور جب اس سے پوچھا گیا کہ تو کہاں غائب ہوگیا تھا تو اس نے کہا کہ میں نے سچے دل سے شیخ کو یاد کیا تھا اور خدا نے اپنی قدرت سے مجھے سب کی نگاہوں سے پوشیدہ فرمادیا۔ اس واقعے کے بعد جب وہ جماعت خرقان واپس آئی تو حضرت ابوالحسن رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ ہم صدق دل سے خدا کو یاد کرتے رہے' اس کے باوجود بھی ہمارا مال لوٹ لیا گیا۔ لیکن جس شخص نے آپ کو یاد کیا وہ بچ گیا' اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم صرف زبانی طور پر خدا کو یاد کرتے تھے اور ابوالحسن خلوص قلب سے خدا کو یاد کرتا ہے۔ لہٰذا تمہیں چاہئے کہ تم ابوالحسن کو یاد کیا کرو تاکہ ابوالحسن تمہارے لئے خدا کو یاد کرے اور خدا کو صرف زبانی یاد کرنا بے سود ہوتا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

حصہ دوئم

کرامات اور تصرفات

مقام ولایت اور اس کے متعلقات

(اکابر ملت کے ارشادات کی روشنی میں)

حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی چند کراما ۔

(مختلف عنوانات کے تحت)

مردہ زندہ ہو گیا۔ زمین سمٹ گئی

بیمار شفایاب ہو گئے

دلوں کے ارادے ہیں ان کی نظر میں

خدا کے نور سے وہ دیکھتے ہیں

چند تصرفات

نذرانے قبول ' کیونکر ؟

دلوں پر قبضہ ' زبانوں پر قابو

مقدمات میں نگاہ کرم ' جنات پر حکومت

جانوروں کی اطاعت و نیازمندی

متفرقات

حرف آخر و دعا

حضور نقش لاثانی قدس سرہ

شاعرِ دیارِ خودی 'سیف الاسلام جناب ڈاکٹر قمر تابش مدظلہ

مہک اٹھی ہے پھر دل میں ولائے نقش لاثانی !!
ہے جی میں حشر تک لکھوں ثنائے نقش لاثانی !
شکوہِ دولت و ثروت ' عروج عظمت و سطوت !
مرا جو کچھ بھی ہے یا رب فدائے نقش لاثانی
میں ٹھوکر میں نہیں رکھتا وقارِ دارا وجم کو !
ہے کافی مجھ گداگر کو عطائے نقش لاثانی !!!
سحابِ رحمتِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے مرے سر پر !!!!
مرے سر پر تنی ہے جو روائے نقش لاثانی !
مرا جو نام ہے معدوم ہو جائے زبانوں سے !
مری پہچان بن جائے گدائے نقش لاثانی !!!!
علی پور کی حدوں میں جب بھی جاتا ہوں تو لگتا ہے
وہ آئے نقش لاثانی ' وہ آئے نقش لاثانی !!
میں تیرا نام لکھ کر آنسوؤں سے چوم لیتا ہوں
تری یادِ مقدس جب ستائے نقش لاثانی !!!!
خداوندا مرا ادراک مہکا دے عقیدت سے !!
مجھے لکھنا ہے شعروں میں ثنائے نقش لاثانی
گرا سکتا نہیں اس کو کوئی شدّادِ دوراں پھر !
جسے نظرِ عنایت سے اٹھائے نقش لاثانی !!
میں اس کو بادشہ لکھوں ' شہنشاہِ زماں لکھوں
جسے بہرِ غلامی خود بلائے نقش لاثانی !!!

مجھے کچھ ڈر نہیں ہے حدّتِ خورشید محشر کا !!
مرے سر پر تنی ہے اب ردائے نقش لاثانی !!!!
وہی تو کامیاب و کامراں ہے ہر زمانے میں !!!
جسے آداب جینے کے سکھائے نقش لاثانی !!!!!
اُنھی کا ہے مرا سب کچھ ' مرا سب کچھ انھی کا ہے
میری جاں بھی ' مرا دل بھی برائے نقش لاثانی !!!!
فصاحت ' یہ بلاغت ' یہ خطابت ' یہ سخندانی !!!
یہ سب کچھ ہے عطائے نقش پائے نقش لاثانی !!
وہی دیں گے ' انھی سے مانگ ہر نعمت قمر تابش
رضائے مصطفیٰ ہے در رضائے نقش لاثانی !!!!

گلدستہ عقیدت

گلِ زہرا ، دلِ حیدر جناب نقش لاثانی !
رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر جناب نقش لاثانی
سراب عالمِ فانی مجھے بہکا سکے کیونکر
مرے دنیا میں ہیں رہبر جنابِ نقش لاثانی
زبانِ حضرتِ آسی کہا کرتی ہے یہ اکثر !!
نظر والوں کے ہیں افسر جناب نقش لاثانی
مرے زخموں کا مرہم میرے رنج و غم کا درماں ہے
نگاہِ مرحمت پرور جنابِ نقش لاثانی !!!!
کھلا دو غنچۂ دلِ کو مٹا دو حسرتِ جاں کو !!
کہ ہوں میں بھی گدائے درجنابِ نقشِ لاثانی
سخاوت کا نظر کا آپ کی ذرّہ نوازی کا !
ہے سکّہ سب زمانے پر جنابِ نقشِ لاثانی
قیامت ہے سراسر آپ کا نظروں سے چھپ جانا
پڑے اُجڑے ہیں بام و در جنابِ نقشِ لاثانی !
غلام مصطفٰے کو دعویٰ تو صیف کیونکر ہو !
تصور سے بھی ہیں برتر جنابِ نقشِ لاثانی
(رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ)

کرامات و تصرفات

کتاب مستطاب "انوار لاثانی" میں کرامات و تصرفات کی حقیقت پر مفصل بحث کی گئی ہے اور کتاب و سنت کی روشنی میں انسان کامل کی شان خلافت کی تشریح کرتے ہوئے اس کی خدا داد عظمتوں، قوتوں اور کرامتوں کا اثبات کیا گیا ہے۔ یہاں بھی بائیس صفحات پر مشتمل اسی تمہیدی مقالے کو دوبارہ پیش نظر رکھ لیجئے۔ تاہم حصول برکت کے لئے اسی موضوع پر ایک اور پہلو سے کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔ رب اکرم اپنے حبیب اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل حق بیانی و حق نگاری کی توفیق بخشے اور جس عظیم شخصیت کی کرامات و تصرفات کے بیان کی اسے تمہید بنایا جا رہا ہے۔ اس کی اپنی توجہ کارسازی فرمائے۔ آمین۔

ولی اور ولایت کا مفہوم:۔ حضرت سیدنا داتا گنج بخش ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب لاجواب کشف المحجوب میں فرماتے ہیں۔ (مختلف عبارات و اشارات)

"ولایت (واؤ پر زبر) لغت کی رو سے تصرف کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور ولایت (واؤ کے نیچے زیر) امارت (و حکومت) کا مفہوم رکھتا ہے۔

(تو ولی کا معنی ہوا متصرف و مختار یا امیر و حاکم)

ولایت کا معنی ربوبیت بھی ہے۔

(هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ــــ الکہف۔ ۴۴)

(یعنی یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ اختیار سچے اللہ کا ہے)

اس معنی کا اطلاق ذات باری کے لئے مخصوص ہے اور اس اعتبار سے ولی صرف خدائے واحد و لاشریک ہی ہے۔

ولایت کا معنی "محبت و دوستی" بھی مستعمل ہے، تو یوں ولی، فعیل (بمعنی مفعول) کے وزن پر آکر محبوب و دوست بھی ہے۔ اس محبت و دوستی کا تقاضا ہے کہ رب کریم اپنے ولی کی حفاظت و مدد فرماتا ہے اور وہ نصرت خداندی سے شیطان و نفس

پر غالب رہتا ہے۔ ولی (فعیل بمعنی فاعل کے وزن پر ہو تو اس) کا معنی محب یعنی محبت کرنے والا بھی ہو سکتا ہے۔ (قرآن پاک میں ہے یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ

یعنی خدا ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ المائدہ۔

(۵۴

ان تمام معانی کی روشنی میں یہ بات درست ہے کہ خدا کسی کو اطاعت و فرمانبرداری کی بناء پر ولایت عطا کرے یا کسی کی اطاعت کو شیطان و نفسانیت سے محفوظ رکھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی کو ولی بنا کر بست و کشاد اس کے تصرف میں کر دے' اس کی دعائیں قبول ہوں اور اس کی ہر سانس مقبول۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِیْ طِمْرَیْنِ لَایُؤْبَهُ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ

ترجمہ۔ بہت سے بکھرے بالوں اور غبار آلود چہروں والے ایسے

ایسے بھی ہیں جن کی پرواہ نہیں کی جاتی حالانکہ وہ اگر اللہ کی قسم کھائیں تو وہ ضرور پوری کرتا ہے

"چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں دریائے نیل اپنی عادت کے مطابق خشک ہو گیا۔ عہد جہالت میں ہر سال ایک خوبصورت لونڈی کو سجا کر دریا میں ڈالا کرتے تھے تاکہ پانی جاری ہو جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاغذ کے ایک ٹکڑے پر تحریر کیا کہ اے دریا اگر تو خود رکتا ہے تو ہرگز جاری نہ ہو اور اگر خدا کے حکم سے ٹھہرا ہے تو عمر حکم دیتا ہے کہ جاری ہو جا۔ یہ رقعہ دریا میں ڈال دیا گیا۔ پانی جاری ہو گیا۔ یہ بھی امارت تھی"۔ (جس کی طرف ولایت کا لفظ اشارہ کرتا ہے)

"مقصد یہ کہ خدائے عزوجل کے ولی وہ ہیں جن کو دوستی و محبت سے سرفراز کیا گیا ہے۔ جو اس کی قلمرو کے حاکم ہیں۔ برگزیدہ ہیں۔ آفات طبعی سے پاک ہیں۔ خدائی افعال کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔ مختلف کرامات کی طاقت رکھتے ہیں۔ پیروی

نفس سے محفوظ ہیں۔ جن کی ہمت بجز تائید حق نہیں اور جن کی روش بجز راہ حق نہیں "۔

"الغرض ایمان کا مقام عام ہے اور ولایت کا خاص۔ خصوصیت کا انکار صریح کج بحثی ہے۔ شاہی دربار میں چوکیدار' دربان' اردلی اور وزیر سب ہوتے ہیں۔ نوکر ہونے کی حیثیت سے سب برابر ہیں مگر مقام سب کا جداگانہ ہے۔ اسی طرح حقیقت (ایمان) میں مومن یکساں نظر آتے ہیں۔ لیکن کچھ گنہگار' کچھ طاعت گزار' کچھ عالم و عابد' کچھ جاہل و کاہل' (یونہی ولی عام مومن کی طرح نہیں اور کرامات سے ولی مخصوص ہیں' ہر مومن کو یہ مقام حاصل نہیں)۔"

"جب تک اولیاء کی بشریت قائم ہو' وہ محجوب ہوتے ہیں (یعنی پردے اسی وقت اٹھتے ہیں' جب اہل ایمان بشری حدود و قیود سے بالاتر ہو جائیں)"

"جنید' ابوالعباس سیاری' ابوبکر واسطی اور محمد بن علی ترمذی رضی اللہ عنہم جملہ بزرگان دین کا خیال ہے کہ کرامت صحو تمکین کے عالم میں ظاہر ہوتی ہے اور سکر (و مدہوشی) کو اس میں دخل نہیں۔ ان کے نزدیک اولیاء کرام حاکمان وقت ہوتے ہیں۔ خدائے عز و جل ان کو جہان کا کارپرداز اور والی بناتا ہے۔ بندوبست عالم ان کی تحویل میں دے دیتا ہے۔ کوائف حیات ان کی ہمت سے وابستہ ہوتے ہیں"۔

"اہل تصوف میں مشہور ہے کہ اوتاد کو ہر شب جہان کے گرد چکر لگانا ہوتا ہے۔ اگر کوئی جگہ نظر انداز ہو جائے اور وہاں خلل رونما ہو تو یہ قطب کو اطلاع دیتے ہیں تاکہ وہ توجہ دے اور اس کی برکت سے وہ خلل یا فساد رفع ہو جائے"۔

اولیاء اللہ کا علم و اختیار:۔ حضور غوث الوریٰ' غوث الثقلین' غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔

يُكْشَفُ لَهُمْ عَنِ الْمَلَكُوْتِ تَضِيْءُ لَهُمْ اَنْوَاعُ الْعُلُوْمِ
مِنَ الْجَبَرُوْتِ وَيُلْقَوْنَ غَرَائِبَ الْحِكَمِ وَالْعُلُوْمِ

وَيَطَّلِعُونَ عَلٰى مَا غَابَ عَنْهُمْ مِنَ الْاَقْسَامِ وَالْحُظُوْظِ (غنیتہ الطالبین)

ترجمہ۔ اولیاء اللہ پر عالم ملکوت منکشف ہو جاتا ہے۔ اور ان پر عالم جبروت کے کئی قسم کے علوم روشن ہو جاتے ہیں۔ عجیب و غریب علوم اور حکمتیں ان پر القا کی جاتی ہیں اور کئی قسم کی غیبی خبروں پر مطلع ہوتے ہیں۔

اِذَا طَلَبْتَ اللّٰہَ بِالصِّدْقِ اَعْطَاكَ مِرْاٰةً تُبْصِرُ فِيْهَا كُلَّ شَيْءٍ مِنْ عَجَائِبِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (غنیتہ الطالبین)

ترجمہ۔ جب تو اللہ تعالیٰ کا سچا طالب بن جائیگا تو اللہ تعالیٰ تجھے ایک ایسا آئینہ عطا فرمائے گا جس میں تجھے دنیا و آخرت کے عجائبات نظر آئیں گے۔

هُوَ عَزَّ وَجَلَّ اِطَّلَعَهُمْ عَلٰى مَا اَضْمَرَتْ قُلُوْبُ الْعِبَادِ وَانْطَوَتْ عَلَيْهِ النِّيَّاتُ اِذْ جَعَلَهُمْ رَبِّيْ جَوَاسِيْسَ الْقُلُوْبِ وَالْاُمَنَاءَ عَلَى السَّرَائِرِ وَالْخَفِيَّاتِ

ترجمہ۔ اللہ عزوجل نے اولیاء اللہ کو لوگوں کے دلوں کے بھیدوں اور نیتوں پر مطلع فرمایا ہے کیونکہ انہیں دلوں کا جاسوس اور پوشیدہ باتوں کا امین بنایا ہے۔

مقام ولایت پر فائز ہونے والے کو فرماتے ہیں۔

فَحِيْنَئِذٍ تُؤْمَنُ عَلَى الْاَسْرَارِ وَالْعُلُوْمِ اللَّدُنِّيَّةِ وَغَرَائِبِهَا وَيُرَدُّ اِلَيْكَ التَّكْوِيْنُ وَخَرْقُ الْعَادَاتِ الَّتِيْ هِيَ مِنْ قَبِيْلِ الْقُدْرَةِ الَّتِيْ تَكُوْنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْجَنَّةِ فَتَكُوْنُ فِيْ هٰذِهِ الْحَالَةِ كَاَنَّكَ اُحْيِيْتَ بَعْدَ الْمَوْتِ فِي الْاٰخِرَةِ فَتَكُوْنُ كُلِّيَّتُكَ قُدْرَةً تَسْمَعُ بِاللّٰهِ وَتَنْطِقُ بِاللّٰهِ وَتُبْصِرُ بِاللّٰهِ وَتَبْطِشُ بِاللّٰهِ وَتَسْعٰى بِاللّٰهِ وَتَعْقِلُ بِاللّٰهِ

(فتوح الغیب مقالہ نمبر ۴)

خارق عادت طاقت عطا ہو جائے گی جیسی مومنوں کو جنت میں حاصل ہو گی۔ اس وقت تو ایسا ہو جائے گا گویا موت کے بعد آخرت میں تجھے زندہ کیا گیا ہو۔ تو تو سراپا قدرت بن جائے گا۔ اللہ (کے نور) کے ساتھ سنے گا۔ اللہ (کے نور) کے ساتھ بولے گا' اللہ (کے نور) کے ساتھ دیکھے گا' اللہ (کے نور) کے ساتھ پکڑے گا' اللہ (کے نور) کے ساتھ دوڑے گا اور اللہ (کے نور) کے ساتھ ہی سمجھے گا۔

بِكَ تَنْكَشِفُ الْكُرُوْبُ وَبِكَ تُسْقَى الْغُيُوْثُ وَبِكَ تُنْبَتُ الزُّرُوْعُ وَبِكَ تُدْفَعُ الْبَلَايَا وَالْمِحَنُ عَنِ الْخَاصِّ وَالْعَامِّ (فتوح الغیب مقالہ نمبر ۴)

ترجمہ۔ تیرے طفیل لوگوں کے دکھ دور ہوں گا' تیرے صدقے بارشیں ہونگی اور کھیتیاں اگائی جائیں گی اور تیرے ہی وسیلے سے خاص وعام کی بلائیں اور سختیاں دور کی جائیں گی۔

بندگاں خاص :۔ حضرت مولائے روم رحمہ القیوم نے اپنی مثنوی شریف میں بار بار اولیاء کرام علیہم الرحمہ کی روحانی عظمتوں' علمی وسعتوں اور باطنی قوتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

بند گان خاص علام الغیوب
درجہان جاں جواسیس القلوب

ترجمہ۔ غیبوں کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے خدا کے خاص بندے جان کی دنیا میں دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔

کہیں ارشاد ہوتا ہے

لوح محفوظ است پیش اولیاء !!
ازچہ محفوظ است محفوظ از خطا

ترجمہ۔ لوح محفوظ اولیاء اللہ کے سامنے رہتی ہے اور اسے محفوظ اسی لئے کہتے ہیں کہ یہ خطا سے محفوظ ہے (گویا اللہ والوں کا علم یقینی ہوتا ہے۔)

ترجمہ۔ پس تو اس وقت پوشیدہ اسرار' علوم لدنی اور اس کے عجائب وغرائب کا

جسم کے ڈاکٹروں کے مقابلے میں روحانی طبیبوں کی فوقیت یوں ظاہر کرتے ہیں

زانکہ پر ہستند از اسرار ہو !
حال تو دانند یک یک موبمو !
بلکہ پیش از زادن تو سالہا !
دیدہ باشندت بچندیں حالہا !

ترجمہ۔ (روح کے طبیب یعنی اولیاء کرام) چونکہ اللہ کے اسرار سے بھرے ہوتے ہیں لہٰذا تیرا ایک ایک حال پوری طرح جانتے ہیں بلکہ (اے انسان) تیرے پیدا ہونے سے برسوں پہلے تجھے موجودہ حال میں دیکھ چکے ہوتے ہیں۔

نظر تیز کرنے کا ایک نسخہ بتاتے ہیں۔

سرمہ کن در چشم خاکِ اولیاء
تا بہ بینی ز ابتدا تا انتہا

ترجمہ۔ اولیاء (کے پاؤں) کی مٹی کو آنکھ کا سرمہ بنا لے تاکہ تجھے ابتدا سے انتہا تک ہر چیز نظر آجائے۔

اب آیئے انکی بے مثال طاقتوں کی طرف، فرماتے ہیں۔

اولیا را ہست قدرت از الہ
تیر جستہ باز آرندش ز راہ

ترجمہ۔ اولیاء کرام کو خدا کی طرف سے ایسی قدرت و قوت عطا ہوتی ہے کہ (کمان سے) نکلے ہوئے تیر کو راستے ہی سے واپس پھیر سکتے ہیں۔

ایک اور مقام پر اولیاء کرام کی قوتیں اور برکتیں یوں بیان کرتے ہیں۔

ہیں کہ اسرافیل وقتند اولیا
مردہ را زایشاں حیاتست و نما
جانہائے مردہ اندر گور تن
برجہد ز آوازشاں اندر کفن

ترجمہ منظوم۔ ہیں سرافیل اولیائے پاک بھی

ان سے مردوں کو نمود زندگی
مردہ جائیں ہیں جو زیر گورتن
باہر آئیں پھاڑ کر اپنے کفن

پھر اس کی وجہ کیا ہے۔ سنئے '

مطلق آں آواز خود از شہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود
گفت او را من زبان و چشم تو
من حواس و من رضا و خشم تو !
رو کہ بی یسمع و بی یبصر توئی
سرتوئی چہ جائے صاحب سرتوئی

ترجمہ منظوم۔

وہ صدا مطلق ہے گویا شاہ سے
گو کہ آئے حلق عبداللہ سے
کہتا ہے میں ہوں تری چشم و زباں
ہوں حواس و رنج راحت بے گماں
تو ہے بی یسمع بھی بی یبصر توئی
سر کا ہے کیا ذکر ' صاحب سر توئی

ارواح و لطائف کی وسعتیں: اب آیئے اس عظیم ہستی کے ارشادات کی طرف جسے ملت کے اکابر و اصاغر شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مبارک لقب سے یاد کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

"یہ جو بعض اولیاء اللہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ بیک وقت کئی مقامات پر حاضر ہو جاتے ہیں اور ان سے مختلف افعال صادر ہوتے ہیں ' (اس کی حقیقت یہ ہے کہ) ان کے لطائف مختلف اجسام اور اشکال اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً ایک عزیز (یعنی ولی) جو ہندوستان کا باشندہ ہے اور یہاں سے کبھی بیرون ملک گیا ہی نہیں ' اس کی بابت مکہ معظمہ سے آنے والی ایک جماعت بتاتی ہے کہ اسے حرم

کعبہ میں ہم نے دیکھا ہے اور ہمارے اور اس کے درمیان ایسے ایسے مکالمات (یا واقعات) ہوئے ہیں پھر دوسرا گروہ (آجاتا ہے اور) بیان کرتا ہے کہ ہم نے اسے ملک روم میں دیکھا ہے' یونہی تیسرا گروہ اسے بغداد میں دیکھ کر آتا ہے۔ یہ سب دراصل اس عزیز کے لطائف کی مختلف شکلیں ہیں۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ خود اسے ان تشکلات (یعنی اشکال) کی اطلاع ہی نہیں ہوتی۔ لہٰذا ان دیکھنے والوں کو جواب دیتا ہے کہ یہ سب کچھ مجھ پر تہمت ہے۔ نہ میں اپنے گھر سے نکلا' نہ حرم کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوا' نہ میں روم و بغداد کو پہچانتا ہوں اور نہ تمہیں کو جانتا ہوں۔ یونہی اہل ضرورت زندہ اور مردہ بزرگوں سے خوف وہلاکت کے وقت مدد طلب کرتے ہیں اور پھر دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کی صورتیں حاضر ہو کر ان سے مصیبت دور کر دیتی ہیں۔ خود ان اولیاء کو کبھی اس دفع بلا کی اطلاع ہوتی ہے اور کبھی نہیں۔

ہمارا اور تمہارا تو بہانہ ہی بہانہ ہے۔

یہ سب ان بزرگوں کے لطائف کی شکلیں ہیں کبھی عالم شہادت میں ایسا ہوتا ہے اور کبھی عالم مثال میں"۔ (دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب ۵۸)۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں

اور جائز ہے کہ اللہ تعالی جسموں سے خالی روحوں کو ایسی قدرت عطا فرمائے کہ ان سے جسموں والے کام رونما ہوں۔ ایسی ہی وہ باتیں ہیں جن میں بڑے بڑے اولیاء نے اپنی پیدائش سے پہلے کے اپنے مشکل کاموں کی خبر دی ہے۔ (ظاہر ہے) یہ کام ان کی ارواح نے سرانجام دیئے تھے"۔ (دفتر دوم حصہ ششم مکتوب ۲۸)

نیز ارشاد عالی ہے

"اہل اللہ دلی امراض کے طبیب ہوتے ہیں۔ باطنی بیماریاں ان بزرگوں کی توجہ سے دور ہوتی ہیں۔ ان کا کلام دوا ہے اور نظر شفا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم

نشیں بدبخت نہیں رہ سکتا اور یہی اللہ کے ہم نشیں ہیں ' انھی کے طفیل باران رحمت نازل ہوتی ہے اور انہیں کے وسیلے سے رزق ملتا ہے"۔

(هُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقَىٰ جَلِيسُهُمْ وَهُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ بِهِمْ يُمْطَرُونَ وَبِهِمْ يُرْزَقُونَ) (دفتر اول، حصہ دوم مکتوب نمبر ۲۱۱)

ایک اور فرمان سنئے۔

"حضرت قبلہ گاہی (خواجہ باقی باللہ) قدس سرہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہ نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ قضاء مبرم (یعنی اٹل تقدیر) کو میرے سوا کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ چاہوں تو اس میں بھی تصرف کروں۔ آپ اس بات پر بہت حیران ہوتے تھے اور بعید از فہم جانتے تھے۔ مدتوں یہ قول فقیر (یعنی خود حضرت مجدد) کے خیال میں رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس بڑی دولت سے بھی مشرف فرما دیا"۔ (دفتر اول۔ حصہ اول مکتوب ۲۱۷)

مردان حق کے تصرفات:۔ حضرت سید عبدالعزیز دباغ مغربی رحمتہ اللہ علیہ بارھویں صدی ہجری کے عظیم امی ولی ہوئے ہیں اور ان سے وقت کے جید علماء اپنی علمی مشکلات حل کراتے تھے۔ حضرت علامہ احمد بن مبارک سلجماسی رحمتہ اللہ علیہ نے جو بہت بڑے عالم و محقق اور آپ کے مرید مخلص تھے آپ کے ملفوظات "ابریز" نامی کتاب میں جمع کئے ہیں۔ اس کتاب کا ترجمہ "خزینہ معارف" کے نام سے ڈاکٹر پیر محمد حسن ایم۔ اے 'پی۔ ایچ۔ ڈی نے کیا ہے۔ ذیل میں حضرت دباغ قدس سرہ کے چند ارشادات جن کا تعلق اولیاء اللہ کے تصرفات سے ہے ' درج کئے جاتے ہیں۔

فرمایا

"چھوٹے ولی دیوان میں اپنی ذات سے حاضر ہوا کرتے ہیں مگر بڑے ولی پر کوئی پابندی نہیں۔ مطلب یہ کہ جب چھوٹا ولی دیوان میں آتا ہے تو اپنی جگہ اور گھر سے غائب ہو جاتا ہے اور وہ اپنے شہر میں موجود نہ ملے گا کیونکہ وہ اپنی ذات کے ساتھ دیوان میں جایا کرتا ہے۔ برخلاف بڑے ولی کے ' وہ دماغ و فکر سے کام لیتا

ہے اور اپنے گھر سے غائب نہیں ہوتا کیونکہ بڑا ولی جو صورت چاہے اختیار کر سکتا ہے اور کمال روح کی وجہ سے تین سو چھیاسٹھ مختلف صورتیں اختیار کر سکتا ہے۔"

فرمایا

تمام آسمان اور زمینیں میرے سامنے ایسے ہیں جیسے ایک موزونہ (پیسہ) بیابان کے اندر۔'

"مولف (علامہ احمد بن مبارک) کہتا ہے کہ پولیس والوں نے میرے ایک دوست کا لڑکا گرفتار کر لیا۔ پولیس والے اس کی تلاش میں تھے اور وہ ان سے بہت ڈرتا تھا۔ جب وہ پکڑا گیا تو اس کے باپ کو یقین ہو گیا کہ وہ اسے مار ڈالیں گے۔ وہ میرے پاس آیا۔ میں حضرت (دباغ علیہ الرحمتہ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اس لڑکے کے بارے میں تذکرہ کیا۔ حضرت نے فرمایا: کیا تمہارا خیال ہے کہ بلی میرے حکم کے بغیر چوہے کو کھا سکتی ہے اور چیزوں کا تو ذکر ہی کیا لہٰذا بچے کو کوئی خوف نہیں۔ اس کے باپ سے کہہ دو کہ مطمئن رہے اور ایسا ہی ہوا کیونکہ جب وہ کوتوالی پہنچا تو کوتوال نے بغیر کسی وجہ سے اسے چھوڑ دیا"۔

فرمایا

"حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنے ملک میں جو کچھ عطا ہوا اور جو کچھ بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے مسخر کیا گیا اور جو عزت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دی گئی ہے، امت محمدیہ ﷺ کے اہل تصرف اولیاء اللہ کو یہ تمام بلکہ اس سے بھی زیادہ طاقت دی گئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جن، انس، شیاطین، ہوا اور فرشتے تمام کو ان کے لئے مسخر کر دیا ہے بلکہ دنیا و مافیہا کی تمام اشیاء ان کی مسخر ہیں۔ انہیں مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست کرنے اور مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت دی گئی ہے۔ لیکن چونکہ یہ ایک پوشیدہ امر ہے۔ اس لئے یہ امور ان پر ظاہر نہیں ہوتے تاکہ کہیں (کم نظر) لوگ ان کی طرف لگ کر اللہ کو

بھول نہ جائیں (جیساکہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی وجہ سے کچھ لوگ شرک میں گرفتار ہو گئے۔ حالانکہ معجزات و کرامات کا اصل مقصد تو عقیدہ توحید کی مضبوطی ہوتا ہے۔) یہ سب کچھ آنحضرت ﷺ کی برکت سے اہل تصرف کو حاصل ہوا ہے لہٰذا یہ سب کچھ آنحضرت ﷺ کے معجزات میں شمار ہو گا اس کے بعد ایسے اسرار کا ذکر فرمایا جو انسانی عقلوں کی سمجھ سے باہر ہیں 'واللہ اعلم"۔

ایک دن میں نے حضرت سے پوچھا کہ "اہل تصرف اولیاء کو کفار کو ہلاک کرنے کی قدرت ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ ہوں۔ پھر کیا وجہ کہ ان کے کفر اور غیر اللہ کی عبادت کے باوجود انہیں زندہ چھوڑ دیا جاتا ہے حالانکہ اس قسم کے لوگوں کا ہلاک کرنا واجب ہے 'پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھا' پھر چہرہ سیدھا کر کے کہا کہ ولی ایک لحظہ کے اندر تمام روئے زمین کے لوگوں کو فنا کر دینے کی طاقت رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود جب مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگ میں شریک ہو گا تو اسے اپنے سر (یعنی مخصوص خدا داد طاقت) کے ذریعہ سے کافروں میں تصرف کرنا (اکثر) منع ہے۔ آنحضرت ﷺ کی اقتدا کرتے ہوئے اسے جنگ کے دستور کے مطابق تلوار اور نیزہ (وغیرہ) سے لڑنا ہو گا.................. کافروں میں اس سر باطنی کے ذریعہ سے تصرف کرنا اس لئے ناجائز ہے کہ صاحب تصرف اس حالت میں در حقیقت عالم بشر سے خارج اور دوسرے عالم سے جا ملتا ہے اور جیسے (مثلاً) عام ملائکہ کو جائز نہیں کہ اپنی قوت اصلیہ کے مطابق کافروں میں تصرف کریں۔ اسی طرح صاحبِ سرّ (ولی اللہ) کو جائز نہیں کہ ان میں اپنے تصرف کی طاقت کو عمل میں لائے بلکہ صاحبِ سرّ کے ہاتھوں وہی امور جاری ہوں گے جو ان کی بقاء و زندگی اور دوام عیش کا سبب ہوں گے جیسا کہ نگہبان فرشتے ان کی پیدائش سے لے کر مرتے دم تک ان کے تمام امور کا انتظام کرتے ہیں۔ الحاصل چونکہ کفار عالم میں سے ہیں۔ اس لئے ان سے جنگ کرنے اور ان کو ہلاک کرنے کے لئے صرف وہی طریقے اختیار کئے جائیں گے جو عالم بشر میں عادتاً

اختیار کئے جاتے ہیں' واللہ اعلم"۔

خودی کی تربیت اور نیابت الٰہی:۔ حکیم الامت حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے مثنوی اسرار خودی میں خودی کی تربیت کے تین مرحلے بیان کئے ہیں۔ ۱۔ اطاعت' ۲۔ ضبط نفس' ۳۔ نیابت الٰہی۔ ان کے نزدیک اطاعت یہ ہے کہ سختی سے شریعت مصطفوی ﷺ کی پابندی کی جائے۔ فرماتے ہیں۔

شکوہ سنج سختی آئیں مشو
از حدود مصطفےٰ بیروں مرو

یعنی اے مسلمان۔ آئین خداوندی کی سختی کا گلہ نہ کر اور حضور پر نور ﷺ کی مقرر کردہ حدوں سے ہرگز باہر مت جا۔

ضبط نفس اپنی خواہشات نفسانی پر قابو پانے کا نام ہے۔ فرماتے ہیں

ہر کہ برخود نیست فرمانش رواں
می شود فرماں پذیر از دیگراں

یعنی جو اپنے آپ کا حاکم نہیں۔ اسے دوسروں کا محکوم بننا پڑتا ہے۔

ارکان اسلام کا اصل مقصود انسان کو ضبط نفس سے آراستہ کرنا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں

ایں ہمہ اسباب استحکام تست
پختہ ای' محکم اگر اسلام تست

ترجمہ۔ اسلامی تعلیمات بالخصوص ارکان خمسہ تیری خودی مضبوط کرنے کے اسباب ہیں۔ اگر تیرا اسلام مضبوط ہے (یعنی دین پر مضبوطی سے عمل پیرا ہو جائے) تو بھی مضبوط ہو جائے۔

مومن کامل جب ان دو مرحلوں سے گزر جاتا ہے تو نیابت الٰہی سے سرفراز ہو جاتا ہے۔ یعنی خدا کا نائب ہو کر کائنات پر حکومت کرتا ہے۔ حضرت اقبال کی یوں تشریح کرتے ہیں۔

نائب حق درجہاں بودن خوش است
برعناصر حکمراں بودن خوش است
نائب حق ہمچو جانِ عالم است

ہستیٔ او ظلِّ اسمِ اعظم است ! !
از رموزِ جزو و کل آگہ بود ! !
درجہاں قائم بامراللہ بود !

مفہوم۔ جہان میں خدا کا نائب بن کر رہنا بڑی شان کی بات ہے۔ اصل حکومت تو یہی ہے کہ انسان عناصر فطرت پر حکم چلائے۔ خدا کا نائب گویا جانِ جہان ہے اور اس کی ہستی خدائے بزرگ و برتر کے اسمِ اعظم کا پرتو ہے۔ وہ کائنات کے جزو و کل کے اسرار جانتا ہے اور اللہ کے حکم سے جہان میں قائم و دائم رہتا ہے۔

حضرت اقبال کے فلسفہ خودی کا یہی خلاصہ ہے اور اپنے علم قرآن و حدیث سے انہوں نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ بندہ مومن اطاعت و ضبط نفس کے بعد جب خدا کا نائب بن جاتا ہے تو کائنات کی ہر چیز اس کے زیر نگیں اور تابع فرماں ہوتی ہے۔ ان کی ساری شاعری اسی نقطے کے گرد گھومتی ہے۔ چند اردو اشعار بھی حاضر خدمت ہیں۔

مکاں فانی ' مکیں آنی ' ازل تیرا ' ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو ' جاوداں تو ہے
جب اس انگارہ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پر روح الامیں پیدا
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں ! !

خلاصہ :۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کرامات و تصرفات کی حقیقت پر ایک جامع مقالہ کتاب "انوار لاثانی" میں موجود ہے۔ لہٰذا اسے یہاں دہرانا نامناسب ہے۔ زیر نظر مضمون میں اکابر ملت علیہم الرحمہ کے ارشادات کی روشنی میں بھی اس کی مزید وضاحت ہو گئی ہے۔ ان سب کا خلاصہ یہی ہے کہ اولیاء کرام کے کمالات روحانی جن میں کرامات و تصرفات بھی شامل ہیں۔ دراصل ان کے قرب خداوندی ' ایمان کامل اور عمل صالح کا ثمرہ ہیں اور جو بھی سچے دل سے کتاب و سنت کی تعلیمات پر عمل کرے ' خدا کے فضل اور حضور

سرور دو سرا ﷺ کی توجہ سے ان کائنات گیر قوتوں سے آراستہ ہو سکتا ہے جن کا تصور بھی دوسرے نہیں کر سکتے۔ سیدی حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ ہوں یا کوئی دوسرے بزرگ' اسی راہ سے مقام بلند تک پہنچے ہیں۔ اور ان کی کرامات و تصرفات کتاب و سنت کی صداقت اور اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے۔ حضور داتا صاحب علیہ الرحمتہ نے اسی کو "برہان نبوت" فرمایا ہے۔

کرامات کی قسمیں:۔ حضرت علامہ محقق یوسف نبہانی رحمتہ اللہ علیہ نے جامع کرامات اولیاء میں حضرت تاج الدین سبکی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب الطبقات الکبریٰ کے حوالے سے کرامات کی کئی قسمیں بیان کی ہیں۔ یہاں ان قسموں کے صرف عنوانات دیئے جاتے ہیں۔

ا۔ مردوں کو زندہ کرنا' ۲۔ مردوں سے باتیں کرنا' ۳۔ دریا کا پھٹ جانا سوکھ جانا اور پانی پر چلنا' ۴۔ اعیان کو تبدیل کر دینا (مثلاً شراب کو گھی بنا دینا) '۵۔ زمین کا سمٹ کر اولیاء کے لئے مختصر ہو جانا' ۶۔ جمادات و حیوانات کا ہم کلام ہونا' ۷۔ امراض کا دور ہونا۔ ۸۔ حیوانات کا تابع فرمان ہونا' ۹۔ زمانے اور وقت کا پھیل جانا' ۱۰۔ زمانے کا سکڑ جانا اور وقت کا محدود ہونا' ۱۱۔ دعا کا قبول ہونا ۱۲۔ زبان کا بات کرنے سے رک جانا یا کھل جانا' ۱۳۔ انتہائی نفرت کرنے والے دلوں کو کسی مجلس میں کھینچ لینا اور مطیع بنا لینا' ۱۴۔ کچھ غیوب کی خبر دے دینا یا کشف ہونا' ۱۵۔ کھائے پیئے بغیر عرصہ دراز تک صبر کئے رکھنا' ۱۶۔ مقام تصرف پر فائز ہو کر تصرف کرنا' ۱۷ازیادہ کھانے پر قدرت ہونا' ۱۸۔ حرام کھانے سے محفوظ رہنا (جیسا کہ حرام کھانے کو دیکھتے ہی) حضرت محاسبی کی رگ رگ پھڑکنے لگتی تھی) '۱۹۔ پردوں کے پیچھے دور کی جگہ کا مشاہدہ کرنا' ۲۰۔ وہ ہیبت خاص جو اولیاء کرام کو عطا ہوتی ہے (کہ انہیں دیکھنے والا دیکھتے ہی مر جاتا ہے) '۲۱۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفایت و حمایت کا حصول (جبکہ کوئی ان سے برا ارادہ کرے مگر خداوند کریم اسے اچھے ارادے میں تبدیل کر دے) '۲۲۔ مختلف اطوار و کیفیات کا تمثل (یعنی کئی مختلف شکلوں میں متشکل ہونا) '۲۳۔ زمین کے ذخیروں پر مطلع ہونا' ۲۴۔ مختصر سے دور میں عبادات و تصانیف کا سہل و ممکن ہونا' ۲۵۔ زہر اور دوسری مہلک اشیاء کا اثر

انداز نہ ہوتا۔

اظہار کرامت:۔ حضرت سیدنا محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے کرامت چھپانے کو لازم قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں "کرامت ظاہر کرکے تو رسوا نہ ہو جا"۔ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔ آپ کے نزدیک بعض دفعہ اولیاء کو اپنی کرامات کا علم بھی نہیں ہوتا کیونکہ وہ خود بخود ان سے رونما ہو جاتی ہیں۔ اکثر ان کا ارادہ بھی نہیں ہوتا۔ اولیاء کی سیرت کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی اپنی کوشش یہی ہوتی ہے کہ کرامات و تصرفات کا استعمال و اظہار نہ ہو کیونکہ اسے وہ بلند ہمتی کے خلاف سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو المسعود ابن شبل بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے ان کے ایک محرم راز نے پوچھا "کیا جناب کو اللہ نے تصرف کی طاقت بخشی ہے؟" تو ارشاد فرمایا "پندرہ سال سے تصرف عطا ہے مگر ہم نے وسعت ظرف کا ثبوت دیتے ہوئے تصرف کو چھوڑ رکھا ہے اور ذات حق خود ہمارے لئے تصرف فرما رہی ہے"۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب کرامت کو چھپانا لازم یا بہتر ہے تو پھر اولیاء کرام رضی اللہ عنہم کی کرامات کیوں ظاہر ہوئیں غور کریں تو چند حکمتیں بالکل واضح ہیں۔

۱۔ ولی از راہ عجز و انکسار اپنی ولایت چھپانے کے لئے کرامت ظاہر نہیں ہونے دیتا مگر خداوند کریم کی رحمت کا ایک پہلو اور اس عجز و انکسار کا ایک صلہ یہ بھی ہے کہ قدرت ایسے بے ریا بندے کو دوسروں کے لئے منبع فیض بنا دے۔ لوگ اسے اپنی طرح نہ سمجھ بیٹھیں اس لئے اس کی بے ادبی سے بچیں اور غلامی و فرمانبرداری اختیار کرکے منزل مقصود پر پہنچیں (گویا کرامت سے ولایت ظاہر ہوگی، یہ دوسرے لوگوں پر رحمت خداوندی کا ظہور ہے)

۲۔ بلند ظرفی یہ ہے کہ کرامت و تصرف کو منزل مقصود نہ سمجھا جائے بلکہ خداوند کریم سے ہی لو لگائی جائے جیسا کہ حضرت ابن شبل کا جواب اوپر گزرا۔ کرامت سے شہرت کا خطرہ ہوتا ہے اور شہرت سے کئی الجھنیں اور رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جب اس نقطہ نظر سے بندہ حق کرامت چھپاتا ہے تو اس کو ترقی ملتی ہے۔ اب خداوند کریم خود اس کی کرامات ظاہر کر دیتا ہے اور الجھنوں اور رکاوٹوں کا خطرہ بھی ٹل جاتا ہے اس مقام کے حامل اولیاء اللہ سراپا

کرامت ہو جاتے ہیں اور ان کے ارادے سے نہیں بلکہ خداوند کریم کے اپنے ارادے سے کرامتوں کی بارشیں ہونے لگتی ہیں۔

۳۔ شیخ مربی ہوتا ہے اور مرید زیر تربیت۔ بعض دفعہ اس تربیت کا اہم تقاضا یہ ہوتا ہے کہ مرید کو عملی طور پر ان ربانی انعامات و نوازشات کا مشاہدہ کرایا جائے جو ذکر و فکر و مجاہدہ و مراقبہ بالخصوص اتباع کتاب و سنت کا ثمرہ ہوتی ہیں۔ اس سے مرید کے ذوق و شوق میں اضافہ بھی ہو گا اور شیخ کے بارے میں اس کے اعتقاد کو تقویت بھی ملے گی (جو اس کے لئے فلاح دارین کا یقینی پیش خیمہ ہے)۔

۴۔ کبھی اسلام کے تحفظ و دفاع کے لئے بھی ایسا کرنا پڑتا ہے جیسے حضرت سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے ایک عیسائی کے سامنے عیسیٰ علیہ السلام پر حضور ﷺ کی فوقیت و افضلیت ثابت کرنے کے لئے مردہ زندہ کیا (چنانچہ نصرانی مسلمان ہو گیا) اور حضرت محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے نار نمرود کے ٹھنڈا ہونے کے منکر فلسفی کو قرآن حکیم کی صداقت دکھانے کے لئے خود اس کی جھولی میں آگ ڈال دی اور وہ محفوظ رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی اشاعت میں اولیاء کرام کی سیرت اور خصوصاً کرامت کا بڑا حصہ ہے خصوصاً برعظیم پاک و ہند کی تاریخ تو پکار پکار کر ان مسیحا نفسوں کی عظمتوں کا اعلان کر رہی ہے۔

۵۔ ان کرامتوں سے فقط اسلام و قرآن کا دفاع ہی وابستہ نہیں بلکہ اسلامی مملکتوں کی حفاظت و مضبوطی بھی ان سے ممکن رہی ہے مثلاً ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ارواح مقدسہ کی امداد کے بے شمار واقعات اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

تاہم یہ حقیقت ہے کہ اولیاء نے عموماً اپنی کرامات کو چھپانے کی حتی المقدور کوشش کی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کی جتنی کرامات ظاہر ہوتی ہیں، پوشیدہ کرامات کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

حضور شاہ لاثانی و حضور نقش لاثانی قدس سرہما النورانی نے اس مزاج ولایت کو ہمیشہ ملحوظ رکھا اور کبھی بھی اپنے مراتب بلند اور کرامات و تصرفات کسی پر ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کی۔ یہی نہیں بلکہ انہیں چھپانے کی پوری پوری سعی فرمائی مگر قدرت کا اپنا

نظام اور انداز بھی تو ہے۔ جوں جوں یہ چھپتے گئے' قدرت انہیں ظاہر کرتی رہی۔ یہ اپنی کرامتوں پر پردہ ڈالتے رہے' کرامتیں عطا فرمانے والا انہیں واشگاف کرتا رہا۔ یہ تصرفات سے بچتے رہے' متصرف حقیقی خود انہیں گوناگوں طریقوں سے نوازتا رہا۔ انہوں نے کبھی خود کو بڑا نہیں سمجھا مگر بڑائی دینے والے رب اکبر نے انہیں لاثانی اور نقش لاثانی کہلوایا۔

حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کی زیارت کا شرف تو نہیں ملا البتہ اپنے بزرگوں سے یہی سنا کہ آپ نے ہمیشہ تنہائی خاموشی اور سادگی کو ہی شعار بنائے رکھا۔ ہاں آپ کے لخت جگر حضور نقش لاثانی قدس سرہ کو نہ دیکھ سکنے کے باوجود کچھ نہ کچھ دیکھا اور جدامجد کی سیرت و کردار کا جو حال سنا تھا' انہیں اسی کے سانچے میں ڈھلا ہوا پایا۔ ایک ایک کرامت میں کیا کیا کرامات کا ظہور ہوتا مگر پھر بھی وہی عجز و انکسار' وہی مہر خاموشی بلکہ کوئی دوسرا بھی کسی طریقے سے کرامت کے کسی پہلو کا تذکرہ کرنے لگتا تو آپ کبھی مخصوص انداز میں ڈانٹ پلا دیتے۔ کبھی بات ٹال دیتے یا کوئی اور بات چھیڑ دیتے یا کسی کام کا حکم دے دیتے۔ حق یہ ہے کہ قدرت نے اس بلند ہمتی کا صلہ بھی بہت کچھ دیا (جیسا کہ اوپر بھی اشارہ کیا گیا) مثلاً کرامتوں کا لمحہ بہ لمحہ' پے درپے ظہور۔ اس صورت میں خود سوچئے سب کرامتوں کو کون اور کیسے لکھ سکتا ہے۔ بالخصوص جب خود صاحب کرامت کی کوشش یہ ہو کہ دوسروں سے انہیں چھپایا جائے۔ پھر کرامات دیکھنے والے بھی اگرچہ کثیر تعداد میں سہی مگر ان کا آپس میں رابطہ کتنا ہوتا ہے پھر جن کا باہمی رابطہ بھی ہو ان میں سے بات کو مختلف زاویوں سے دیکھنے والے' ہر پہلو کو سمجھنے والے اور کماحقہ بیان کرنے والے کتنے ہوتے ہیں۔ اس پس منظر میں یہ سمجھنا دشوار نہیں کہ جتنی کرامات بیان ہوتی ہیں وہ ساری کرامات کے مقابلے میں بہت ہی کم ہوتی ہیں۔ پھر زبانی بیان کرنا کچھ اور ہے اور معرض تحریر میں لانا کچھ اور۔ کتنے ہی ایسے پڑھے لکھے دوست ہیں' جنہیں بار بار کا اصرار بھی ان کی اپنی چشم دید کرامات کو جو وہ خود بیان کرتے ہیں لکھ دینے پر آمادہ نہیں کر سکا۔ دو دو' تین تین سال گزر گئے مگر دوستوں کی بے نیازیاں اسی عروج پر رہیں۔ خیال فرمایئے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے لاکھوں ارادتمند وطن عزیز کے طول و عرض میں موجود ہیں مگر یہاں سینکڑوں بلکہ بیسیوں کے بھی نہیں صرف چند ایک کے

بیانات ہی موصول ہو سکے ہیں۔ ہاں یہ مختصر مواد ہی سہی تاہم مشت نمونہ از خروارے کا حکم رکھتا ہے کوشش یہ کی گئی ہے کہ مستند و معتبر باتیں ہی قارئین کے سامنے پیش کی جائیں۔ جس روایت کو بھی درایت کے خلاف سمجھا شامل نہیں کیا اور عموماً ایسی کرامتوں کو نظرانداز کر دیا گیا ہے جنہیں لکھنے والا تو کرامت سمجھتا ہے مگر پڑھنے والے کا ذہن اسے بطور کرامت قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ دور حاضر کے اعتبار سے اکثر کرامات لاثانی نظر آئیں گی کیوں نہ ہو یہ نقش لاثانی کی کرامات ہیں اور یہ ایسی ہستی سے صادر ہوئی ہیں جو بلاشبہ قطب مدار اور قیوم کے منصب پر فائز تھی۔ کرامات کی اچھی خاصی تعداد گزشتہ اوراق میں مذکور ہو چکی ہے بچپن، جوانی، سجادہ نشینی کے حالات میں بہت کچھ مواد آپ کے سامنے آجائے گا۔ پھر برکات کے عنوانات سے بھی کثیرالتعداد کرامات گزر چکی ہیں۔ ان میں بہت سی روایات ایسی ہیں جو آئندہ صفحات میں بھی آسکتی تھیں مگر تکرار کو مناسب نہیں سمجھا گیا۔ گزشتہ روایات کا ایک حصہ اپنے مشاہدے سے تعلق رکھتا ہے انہیں خود ستائی کے تحت درج نہیں کیا گیا بلکہ اس لئے کہ میرے چشم دید ہونے کی وجہ سے کم از کم میرے لئے زیادہ معتبر ہے۔ دوسرا اس خیال سے کہ مرشد کریم علیہ الرحمتہ کی بارگاہ میں یہ گویا ہدیہ تشکر بھی بن سکے یعنی جس لجپال سخی نے ساری عمر بندہ نوازی اور بیکس پروری فرمائی، انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے گن گائے جائیں، تیسرے اس لئے بھی کہ اہل فکر کیلئے لمحہ فکریہ بن جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اولیاء کرام کے آستانوں سے ہر شخص بقدر ظرف فیض پاتا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب (آسی) جیسا کوتاہ ہمت اور کم ظرف ایسی ایسی عنایات کا مستحق ٹھہر سکتا ہے تو بلند ہمت اور عالی ظرف حضرات اس رحمت کے سمندر سے کہاں تک سیراب ہوئے ہوں گے اور ہو رہے ہونگے۔ اب کیجئے بسم اللہ اور سنئے

حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی چند کرامات

چند عنوانات کے تحت انہیں درج کیا جاتا ہے

ا۔ مردہ زندہ ہو گیا:۔ ماہر اسرار طریقت بھائی فضل کریم صاحب ساکن ساہو چک نزد

بڈیانہ بیان کرتے ہیں

"میری بھانجی کی رہائش محلہ گنج نارووال میں ہے۔ ایک بار اس کا شیر خوار بچہ بیمار ہو گیا۔ بہت علاج کئے مگر مرض بڑھتا گیا۔ آخر حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ کے دربار میں حاضری کا قصد کیا۔ اپنے شوہر کے ساتھ بچے کو لا رہی تھی کہ بس سے اترتے ہی دیکھا تو بچہ گود میں دم توڑ چکا تھا۔ بظاہر تو یہاں سے واپس ہو جانا چاہیے تھا مگر قدرت خداوندی قدم دربار ہی کی طرف اٹھتے تھے۔ دربار شریف ابھی ایک دو کھیت کے فاصلے پر تھا کہ تین کنوؤں پر جواب بھر چکے ہیں، حضور نقش لاثانی قدس سرہ جلوہ گر تھے۔ میری بھانجی نے اپنے مردہ بچے کو حضور کے قدموں میں ڈال دیا اور رونا شروع کر دیا۔ حضور نے نہایت شفقت سے فرمایا" اس کے منہ میں چلو بھر پانی ڈالو" حکم کی تعمیل ہوئی مگر پانی باچھوں سے نکل گیا۔ پھر حضور نے خود چلو بھر کر اس کے منہ میں ڈالا پانی اندر چلا گیا اور بچے نے لمبی سانس لی۔ حضور نے ذرا جلالی انداز میں فرمایا "لے جاؤ اسے یہاں کیوں لائے تھے" (اہل نظر جانتے ہیں کہ ظہور کرامت کے بعد یہ جلالی انداز کرامت پر پردہ ڈالنے کے لئے ہوتا ہے) میاں بیوی اسی جلال کے اثرات کے زیر سایہ واپس ہوئے اور واپس بس میں سوار ہونے تک انہیں اس عظیم کرامت کی طرف توجہ بھی نہیں ہو سکی (یہی جلال سے مقصود تھا) آجکل یہ بچہ جس کا نام سجاد حسین ہے جوان ہے اور کالج میں زیر تعلیم ہے"۔

ذرا خیال فرمایئے حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ کا صبح سویرے یوں باہر تشریف لانا اور وہ بھی تن تنہا کس لئے تھا۔ ایک پریشان حال جوڑے کی پریشانی دور کرنے کے لئے اور پریشانی بھی وہ جس کا تعلق صدمہ موت کے ساتھ تھا۔ کسی خادم کو ساتھ نہ رکھنے کا منشا بھی یہی سمجھ میں آتا ہے کہ کوئی اور اس کا گواہ نہ ہو اور یہ کرم جو محض مسافروں کا دکھ دور کرنے کے لئے تھا، دوسروں پر ظاہر نہ ہو۔ کام کر دینے کے بعد پھر جلالی انداز میں انہیں یوں واپس کرنا کہ سڑک تک وہ جھڑکیوں ہی میں گم رہے، ایک تو محض کرامت چھپانے ہی کے لئے تھا۔ (جیسا کہ اوپر گزرا، دوسرے شاید اس لئے بھی کہ یہ ممنون احسان نہ ہوں یعنی ان سے اپنا شکرانہ وصول کرنا بھی گوارا نہیں تھا، تیسرے غالباً اس لئے کہ مرے ہوئے بچے کے دوبارہ زندہ

ہونے سے اس کے والدین کے لئے شادی مرگ کی سی کیفیت پیدا نہ ہو)۔

زمین سمٹ گئی:۔ **مستری نور حسین صاحب** چوک منظور آباد ملتان کا بیان سنئے۔

"میرے اباجی محمد حسین صاحب اور دادا جان مولوی غلام الدین عرف بابا بنگالی حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت تھے اور مجھے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی ارادت کا شرف ملا۔ ہمارا گھر جی ٹی روڈ پر داروغہ والا سے آگے سلامت پورہ سٹاپ سے میل سوا میل کے فاصلے پر واقع بستی شریف پورہ میں ہے۔ سڑک سے بستی تک کچا راستہ ہے۔ حضور موڑ جلو تشریف لاتے تو ہم اپنے ہاں قدم رنجہ فرمانے کی التجا کرتے مگر تین چار سال محروم ہی رہے۔ سردیوں کے دن تھے دادا جان نے خوشخبری سنائی کہ حضور کل رات ہمارے ہاں تشریف لائیں گے۔ اگلے روز دادا جان 'ابا جان' بھائی مشتاق 'عبدالغنی' میں اور چند ساتھی سلامت پورہ بس اسٹاپ پر تقریباً ۳ بجے ہی پہنچ گئے اور حضور کا انتظار کرنے لگے۔ بسیں آتیں اور گزر جاتیں ہم دیکھتے ہی رہ جاتے۔ شام ہو گئی تو کچھ لوگ طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرنے لگے۔ جو گھوڑی حضور قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے لئے تھے اس کے مالک اسے بھی لے گئے۔ زیادہ بے دلی پھیلی تو دادا جان جذباتی انداز میں فرمانے لگے "جو تھک گیا ہے چلا جائے 'میں تو حضور قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ہی آؤں گا'۔ آخر حضور نے وعدہ فرمایا ہے۔ انشاء اللہ ضرور تشریف لائیں گے میرے آقا کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت بھی عطا فرمائی ہے کہ بیک وقت کئی مقامات پر حاضر ہو سکتے ہیں"۔

ہوتے ہوتے رات کے آٹھ بج گئے۔ دور سے ایک تیز روشنی قریب آتی دکھائی دی۔ دل نے گواہی دی حضور اسی بس میں ہیں چنانچہ یہی ہوا اب گھوڑی پاس نہیں تھی۔ دادا جان نے ایک طرف جلتے ہوئے دیئے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "وہاں سے دوسری گھوڑی لے آؤ" جگہ دور نہیں تھی 'میں زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ میں واپس آگیا۔ اب سٹاپ پر کوئی بھی نہیں تھا پریشانی کے عالم میں گھوڑا سرپٹ دوڑا دیا گھر پہنچا تو حضور جلوہ افروز تھے۔ کسی نے بتایا کہ حضور نے کچھ انتظار کے بعد فرمایا تھا "گھر کونسا دور ہے پیدل ہی چلتے ہیں" اتنا فرمانا تھا کہ چلے

اور گھر پہنچ گئے خود ہمیں معلوم نہیں ہو سکا اتنی جلدی کیسے پہنچ گئے۔ ان دیکھی راہ' اندھیری رات اور علی پور کا تاجدار چند لمحوں میں ساتھیوں سمیت غریب خانے میں رونق افروز ہو گیا ہے"۔

۲۔ غلام حسین ولد میاں نظام دین صاحب شہید (دیولی) بیان کرتے ہیں:۔

" قیام پاکستان کے بعد میں محلہ اسلام پورہ شہر سیالکوٹ میں رہائش پذیر ہو گیا۔ دربار شریف حاضر ہوا تو چند روز وہیں خدمت میں ٹھہرا رہا۔ ایک رات سحری کے وقت حضور نے بلا کر فرمایا کہ "نفل پڑھ لے اور ابھی ابھی گھر روانہ ہو جا" پھر پوچھا "کدھر جائے گا سیالکوٹ یا موضع چوبارہ (جو آجکل اچھا خاصہ قصبہ ہے) کی طرف" میں نے عرض کیا "سیالکوٹ" تو فرمایا "چوبارے سے ہو کر سیالکوٹ جانا" یہ بھی تاکید فرمادی کہ "گاڑی کا انتظار نہ کرنا بلکہ پیدل ہی نکل جانا" سخت پریشان تھا کہ اس طرح بھیجنے میں کیا حکمت ہے۔ سورج طلوع ہونے تک منڈی ٹھرو پہنچ گیا (جو چونڈہ ظفروال روڈ پر واقع ہے) حیرت تھی کہ تھوڑے سے وقت میں اتنا لمبا سفر کیسے طے کر لیا۔ بھائی کے گھر پہنچا تو سب میرے بیمار بیٹے کو دیکھ کر رو رہے تھے ۔ میں اس کے سامنے ہوا تو اس نے آنکھیں کھول دیں اور پھر اسی لمحے ہمیشہ کے لئے بند کر لیں۔ اب راز کھلا کہ ارشاد میں کیا حکمت تھی"۔

۳۔ برادر طریقت جناب محمد یوسف آف گمٹالہ آپ بیتی سناتے ہیں:۔

" ۱۹۷۰ء کے قریب کا زمانہ تھا' دربار شریف میں سالانہ عرس مبارک (۲ اکتوبر والا) نزدیک آگیا۔ قبلہ عالم حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے پیغام بھیجا کہ گائے دربار شریف پہنچا دو ۔ میں نے سحری کے وقت گائے کھولی تو وہ لیٹ گئی۔ سوچا شاید بیل کے ساتھ ہی جانا چاہتی ہے ' اسے بھی لے لیا۔ دو مرغے کھجور کی ٹوکری میں تھے' اسے بھی اٹھا لیا۔ اڑھائی تین سال کا بچہ اللہ رکھا بھی ساتھ جانے کے لئے ضد کرنے لگا' اسے بھی کندھے پر رکھ لیا۔ گاؤں سے نکل کر نالا بسنتر آگیا۔ اس کے دوسرے کنارے کے قریب ایک صاحب اپنی گھوڑی نہلا رہے تھے' میں نے بچہ سمیت سب کچھ پار کر لیا تو بابا جی سے کہا میں آپ کی گھوڑی نہلاتا ہوں۔ وہ میرے سامان کی طرف ہو لئے۔ میں نے گھوڑی نہلا کر ان کے حوالے کی اور خود

ہاتھ دھونے لگ گیا۔ فارغ ہوا تو نہ وہاں گھوڑی تھی نہ وہ بابا جی۔ آگے بڑھا تو بچہ 'ٹوکری' گائے 'بیل سب غائب۔ نالے کے قریبی بنڈ پر چڑھا تو دور دور کسی چیز کا نام و نشان نہ پایا۔ ابھی دیکھ ہی رہا تھا تو خود کو موضع کھنکوڑا (متصل دربار شریف کے) قبرستان میں پایا۔ لڑکا بھی یہیں تھا اور باقی سامان بھی۔ اس نے بتایا کہ ایک بابا جی یہاں چھوڑ گئے ہیں۔ دربار شریف حاضر ہوا تو فرمایا تم لڑکے کو بھی ساتھ کھینچ لاتے ہو؟ اب صبح کی اذان بھی ہو گئی گویا سارے دن کا طویل سفر چند منٹ میں طے ہو گیا"۔

۴۔ ماسٹر مبارک علی صاحب شکر گڑھی (جو پہلے موضع فتو چک میں رہتے تھے) بیان کرتے ہیں:۔

"۱۹۶۲ء میں پھگواڑی میں نواب صاحب فقیر محمد مرحوم کے زیر اہتمام عرس ہو رہا تھا' میں عصر کے وقت حاضر ہوا تو سلام کے بعد عرض کیا "حضور سنا ہے ولی اللہ زمین کی طنابیں کھینچ لیتے ہیں" آپ نے سب کو اٹھا دیا اور فرمایا جاؤ مولوی صاحب کی تقریر سنو۔ وقت پر سلام ہوا اور پھر لنگر تقسیم ہوا۔ سورج غروب ہونے میں پندرہ بیس منٹ سے زیادہ وقفہ نہیں تھا۔ حضور نے فرمایا "میں پرائیاں چک جا رہا ہوں' جسے ساتھ جانا ہے نکل چلے"۔ یہ نو دس میل کا سفر سوار یا پیدل سب نے پندرہ بیس منٹ میں طے کر لیا' چنانچہ نماز مغرب اپنے وقت پر منزل مقصود پر پڑھی اور پھر حضور نے مجھے بلا کر فرمایا کیا مسئلہ سمجھ میں آگیا ہے"۔

۵۔ جناب محمد رمضان صاحب (کامونکی) راوی ہیں:۔

"ایک دفعہ کا ذکر ہے میں اپنی ہمشیر کے ساتھ حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب واپسی کی اجازت مانگی تو فرمایا "وقت تھوڑا ہے یہیں رہو" عرض کی "حضور کی نظر کرم چاہیے' پہنچ جائیں گے"۔ دربار شریف سے نکلے تو گاڑی اگلے اسٹیشن قلعہ سوبھا سنگھ پر کھڑی تھی اور ہمیں کم از کم سوا میل سفر کرنا تھا مگر مرشد پاک کی برکت دیکھئے چار پانچ منٹ میں یہ سارا سفر طے کرا دیا (نارووال کی طرف جانا ہو گا)"۔

۶۔ صوفی محمد رفیق انجینئر فرماتے ہیں:۔

"میں دربار شریف حاضر ہوا تو معلوم ہوا حضور شکر گڑھ کے تبلیغی دورے پر ہیں۔ ایک

دو دن خدمت میں رہا پھر والدین کی پریشانی کے پیش نظر حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے مجھے درمان گمرولے سے واپسی کی اجازت مرحمت کی اور فرمایا شام تک گھر پہنچ جاؤ گے۔ دیکھئے سردیوں کے چھوٹے چھوٹے دن درمان سے ظفروال قریباً سات میل کا پیدل سفر ظفروال سے نارووال پھر وہاں سے پسرور گوجرانوالہ قلعہ دیدار سنگھ سے ہو کر شام تک اپنے گاؤں کاموں ملھی پہنچ گیا۔ بظاہر سخت دشوار تھا بلکہ ان دنوں بظاہر محال تھا"۔

بیمار شفایاب ہو گئے

۱۔ حضرت پیر سید غلام شبیر خلیفہ مجاز حضور نقش لاثانی راوی ہیں

"برادر گرامی سید منظور احمد شاہ صاحب جو حافظ قرآن ہونے کے علاوہ عربی و فارسی کے جید عالم بھی ہیں، ایک دفعہ بیمار پڑ گئے۔ کوشش بسیار کے باوجود ڈاکٹرں حکیموں نے لاعلاج قرار دے دیا۔ آخر ہم نے ارادہ کر لیا کہ انہیں دربار شریف لے جائیں۔ حسن اتفاق سے جس گاڑی پر ہم سوار تھے، اسی سے حضور نقش لاثانی قدس سرہ چورہ شریف سے تشریف لا رہے تھے۔ پسرور ریلوے اسٹیشن پر زیارت ہوئی تو سارا ماجرا عرض کیا۔ حضور نے ایک کیلا عطا فرما کر کھانے کا حکم دیا۔ اس سے پہلے یہ صورتحال تھی کہ جونہی کوئی چیز کھائی دورہ پڑا اور بیہوش ہو گئے مگر اس کیلے سے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ دربار شریف پہنچے تو حضور نے اپنے دست مبارک سے لنگر کھلایا اور باذن خداوندی ہمیشہ کے لئے شفا بخش دی"۔

۲۔ ملک عبدالمجید صاحب چوباروی کا قصہ انھی کی زبانی سنئے:۔

"میرا بیٹا عبدالجبار قریباً پانچ برس کا تھا کہ کھانسی میں مبتلا ہو گیا۔ چھ ماہ تک میڈیکل سٹور کے شربت پلاتے رہے مگر افاقہ نہ ہوا۔ آخر سیالکوٹ کے مشہور معالج ڈاکٹر فیض اللہ خان صاحب شیروانی جو کہ بچوں کے امراض کے ماہر خصوصی ہیں کی طرف رجوع کیا۔ ان کے ارشاد پر دو تین ایکسرے اور خون پیشاب کے ٹیسٹ کا اہتمام کیا۔ ان سب کو ملاحظہ فرما کر ڈاکٹر صاحب بدل بدل کر دوائیاں دیتے رہے مگر بے سود آخر۔ میں نے تنگ آ کر عرض کیا" ڈاکٹر صاحب! کوئی اور علاج ہے تو کریں" ڈاکٹر صاحب نے نسخہ لکھ دیا اور ساتھ ہی بتا دیا" کہ میرے پاس اس سے بہتر کوئی علاج نہیں۔ پھر بھی فائدہ نہ ہوا تو ملٹری ہسپتال میں دکھایا۔

انہوں نے سابقہ نسخہ دیکھ کر اعتراف کر لیا کہ ان کے ہاں بھی اس سے بہتر کوئی علاج نہیں۔ آپ بچے کو خدا کے سپرد کر دیں اور اس کے برتن کپڑے چارپائی الگ کر دیں۔ اس پر پہلے ہی سے عمل تھا۔ آخر بچہ گھر میں ہی بستر پر پڑا رہتا۔ اس کا چھوٹا بھائی انوار الحق اس کے پاس جاتا تو وہ بہت پیار کرتا ہم یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ بچہ اس کے پاس جائے اور نہ اسی کو پیار کرنے سے روک سکتے تھے۔ اسی پریشانی میں تھے کہ ایک دن والد صاحب نے مجھے دربار شریف حاضر ہونے کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ یہاں حاضر ہو کر حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے سارا قصہ درد عرض کیا۔ کچھ دیر بعد حضور نے فرمایا "لڑکا کہاں ہے؟" میں نے پیش کیا تو حضور نے اس کے بدن پر دست رحمت پھیرا جس کی برکت سے بیماری اسی وقت جاتی رہی اور پھر خدا کے فضل سے اسے آج تک کھانسی بھی نہیں ہوئی"۔

۳۔ حضرت مولانا محمد صدیق عتیق خطیب شکر گڑھ کا بیان ہے:۔

"میرے والد گرامی مولوی غلام رسول صاحب بڑے ماہر حکیم تھے۔ ہمارا شریک کاروبار ایک نوجوان مولوی احمد علی لاہوری (دیوبندی) کے کسی مرید کا مرید تھا۔ ہم نے بارہا ان کے عقائد بد کا ذکر کر کے اسے اس قعر جہالت سے نکالنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ اسے شادی کئے پچیس سال بیت گئے مگر اولاد سے محروم رہا۔ میرے والد ماجد کو محض تجربہ کار حکیم سمجھ کر اپنی صورتحال پیش کی تو انہوں نے فرمایا "میرے تجربے کی روشنی میں اس عورت سے اولاد کا حصول ناممکن ہے' دوسرا نکاح کر لے تو بہتر ہے" بولا "دوسری شادی کسی قیمت پر نہیں کرنے کا"۔ والد صاحب نے فرمایا پھر ایک ہی راستہ ہے کہ علی پور سیداں شریف حاضر ہو کر حضور سے دعا کرائیں کیونکہ جو مریض لاعلاج ہوں ان کے لئے جب بھی سرکار سے دعا کرائی ہے اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا ہے۔ اس نے یہ تجویز قبول کر لی اور ہم دربار شریف حاضر ہو گئے۔ حضور کی دعا سے اسی عورت سے اللہ نے اسے بیٹا عطا فرما دیا"۔

۴۔ یہی مولانا صاحب راوی ہیں:۔

"ہمارے گاؤں رتی ٹبی ضلع شیخوپورہ میں ایک شخص بشیر نامی مختلف پیروں کی غلامی اختیار کرتا رہا۔ کسی نے چلے کا حکم دیا تو کوئی اس سے بھیک منگواتا رہا۔ آخر دماغی توازن کھو

بیٹھا تو اس کا ایک عزیز اسے والد ماجد کے پاس بغرض علاج لے آیا۔ اسے افاقہ نہ ہوا تو والد صاحب اسے لے کر دربار شریف آگئے۔ حضور نقش قدس سرہ موضع بھٹیاں تحصیل شکر گڑھ میں جلوہ افروز تھے۔ یہاں حاضر ہو کر حضور سے دعائے صحت کرائی نیز غلامی میں قبول کرنے کی درخواست بھی کی۔ حضور نے فرمایا "ٹھیک تو ہو لینے دو بیعت ہی بیعت ہے"۔ بشیر گھر واپسی تک مکمل طور پر تندرست ہو گیا پھر اس نے کپڑے کا کاروبار بھی مدتوں چلایا۔ سچ ہے کہ آج تک اس پر نگاہ شیخ نمایاں نظر آتی ہے اور وہ آج بھی والد صاحب کا ممنون دکھائی دیتا ہے"۔

۵۔ صوفی محمد عارف صاحب تتلا بیان کرتے ہیں:۔

"۱۹۶۶ء میں میرے ضعف جگر کو تین سال ہو گئے تھے کہ دربار شریف حاضر ہوا اور بہت رویا۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے فرمایا "روتے کیوں ہو؟ صبح حکیم صاحب سے نسخہ لے لینا"۔ اگلے دن حکیم صاحب نے نسخہ لکھ دیا مگر نہایت ادب و عجز سے میں نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ حضور تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا "اچھا علاج ہو جائے گا۔ پرہیز بھی نہیں کرنا پڑے گا۔ پیسے بھی کم لگیں گے"۔ میں نے اجازت لی اور واپس آگیا۔ چند روز بعد نت نامی گاؤں میں اپنے عزیزوں سے ملنے گیا تو وہاں فتو وال کے ایک ڈاکٹر صاحب آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر خود ہی چیک کیا' ایک دوائی بھی پلا دی' ایک خوراک صبح کے لئے دی اور کہا کوئی پرہیز نہیں ہے۔ صرف چند ٹکے خرچ ہوئے اور بندہ ہمیشہ کے لئے صحت یاب ہو گیا"۔

۶۔ ڈاکٹر غلام نبی صاحب رشید پورہ شکر گڑھ کی کہانی انہی کی زبانی سنئے:۔

"۱۹۸۰ء میں مجھے شوگر ہو گئی ۵ مہینہ بھر پشاور کے ایک ہسپتال میں زیر علاج رہا۔ ڈاکٹروں نے نشاستے اور میٹھی چیزوں سے منع کر دیا تھا۔ صحت یاب ہو کر دربار شریف پہنچا تو بیلنا چل رہا تھا اور سیدی حضور نقش لاثانی قدس سرہ بھی یہاں جلوہ افروز تھے۔ سلام عرض کرکے بیماری کا حال عرض کیا تو حضور نے فرمایا "اٹھ ڈاکٹر رو (یعنی گنے کا رس) پی لے" عرض کیا "ڈاکٹروں نے روکا ہے" فرمایا "تجھے کہا ہے پی لے"۔ میں نے دو گلاس پی لئے

اور خدا کے فضل و کرم سے اب تک تندرست ہوں"۔

صلی اللہ علی حبیبہ سیدنا محمد و آلہ اجمعین

۷۔ چوہدری طالب حسین آف جڑانوالہ راوی ہیں

"میری اہلیہ سخت بیمار ہو گئیں۔ ڈاکٹروں کے علاج سے افاقہ نہ ہوا تو سخت مایوسی کی کی حالت میں میں نے کہا دربار شریف کی طرف توجہ کرو۔ تھوڑی ہی دیر بعد اہلیہ بولیں "حضور نقش لاثانی تشریف لا رہے ہیں 'گھوڑی پکڑو"۔ ہم سب اٹھ پڑے اور وہ اپنے مشاہدے کے مطابق قدموں میں گر پڑیں دس پندرہ منٹ کے بعد اٹھیں تو بالکل تندرست تھیں"۔

۸۔ حاجی غلام نبی صاحب (نارووال) کا بیان ہے:۔

"۱۹۸۳ء میں حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ والرضوان کے صدقے میں اللہ نے ہمیں بیٹا عطا فرمایا مگر خدا کی قدرت! اسے پہلے دن سے مرگی جیسے دورے پڑنے لگے۔ سوا مہینہ ہو گیا تو ہم نے اسے دربار شریف لا کر حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ اس وقت مسجد ضیائے لاثانی کے سامنے تشریف فرما تھے۔ التجا کی حضور بچہ ہمیں سوا مہینے سے سونے نہیں دیتا ۔ ادھر نیند آتی ہے 'ادھر یہ رونا شروع کر دیتا ہے۔ تھوڑے تھوڑے وقفے بعد دورہ پڑتا رہتا ہے۔ حضور نے بچے سے مخاطب ہو کر فرمایا "تو انہیں سونے کیوں نہیں دیتا۔ آج کے بعد انہیں کچھ نہ کہنا"۔ فرمان عالی کی برکت سے دورے اسی وقت رک گئے پھر تعویذ خود تحریر فرمایا اور اس کے گلے میں ڈال دیا۔ بچہ نو برس کا ہو چکا ہے مگر بخیر و عافیت ہے (اور آج تک اسے کوئی تکلیف نہیں ہوئی) نیز اسے دربار شریف سے ایسا قلبی رابطہ ہے کہ بیس پچیس دن نہیں گزرتے کہ دربار شریف حاضر ہو جاتا ہے اور دیر تک حضور کے آستانہ مبارک کو چومتا رہتا ہے"۔

۹۔ یہی صاحب راوی ہیں اور اس سے پہلے کا واقعہ سناتے ہیں (جب ابھی انہوں نے بیعت بھی نہیں کی تھی

"۱۹۶۴ء میں میری بیوی بیمار ہو گئی۔ کبھی اچانک رونے لگتی 'کبھی ہنسنا شروع کر دیتی۔ بہت علاج کروائے مگر بے سود۔ بعض اسے مرض اور بعض جنات کا اثر قرار دیتے۔ آخر

اپنے والد ماجد حاجی حیات محمد صاحب کے ارشاد پر اسے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا "غلام نبی! یہ بیمار ہے انشاء اللہ علاج سے ٹھیک ہو جائے گی۔ گھبرائیں نہیں"۔ پھر حضور نے سولہ اشیاء پر مشتمل ایک نسخہ لکھوایا اور فرمایا یہ دوائی کسی حکیم سے تیار کرالیں۔ دوائی ابھی چار دن ہی استعمال کی تھی کہ دن میں چار پانچ دفعہ پڑنے والے دورے تھم گئے اور مکمل شفا ہو گئی۔ سبحان اللہ حکیم یہ بھی کہتے تھے کہ تیری بیوی اولاد کے قابل نہیں مگر حضور کی دعا سے آج ہمارے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں"۔

۱۰۔ چوہدری طالب حسین آف جڑانوالہ کا ایک اور بیان ملاحظہ ہو:۔

"شیخ افتخار احمد صاحب فوڈ انسپکٹر کا بیٹا عارف افتخار دسویں جماعت کا طالب علم تھا کہ دماغی بخار میں مبتلا ہو گیا۔ پھر اس کی نس بھی پھٹ گئی اور نشتر ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔ ماہر خصوصی کے زیر علاج تھا مگر آخر کار اس نے بھی مایوسی کا اظہار کر دیا اور بیمار کو واپس بھیج دیا۔ حسن اتفاق سے حضور نقش لاثانی جڑانوالہ تشریف لے آئے تو اسے بھی خدمت پیش کیا گیا۔ مریض دس پندرہ منٹ سامنے لیٹا رہا اور حضور بھی توجہ سے نوازتے رہے۔ آخر میں حضور نے شہد استعمال کرانے کی تلقین فرمائی۔ بچہ چند دنوں میں صحت یاب ہو گیا تو ڈاکٹروں کو کہنا پڑا۔ یہ کسی اللہ والے ہی کی برکت ہو سکتی ہے"۔

۱۱۔ طاہر سلیم صاحب آف کوریکی بیان کرتے ہیں:۔

"ایک دفعہ میرے سینے میں سخت درد تھا۔ ڈاکٹروں حکیموں کے علاج سے کبھی کبھی وقتی طور پر کچھ افاقہ ہو جاتا۔ اس کے بعد پھر وہی درد وہی مصیبت۔ میرے چھوٹے بھائی احمد ندیم کو پٹوار پاس کئے دو سال ہو گئے تھے مگر ملازمت نہ ملنے کی بنا پر وہ آوارہ لوگوں کی صحبت سے متاثر ہو گیا۔ چھوٹے بھائی کلیم اللہ کو فوج سے بھاگنے کی بنا پر ایک سال کی سزا ہو چکی تھی۔ والدہ بھی بیمار رہتی تھیں اور والد ماجد کو وفات پائے پانچ سال کا عرصہ بیت چکا تھا۔ تنگدستی انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی حتی کہ فاقوں کی نوبت بھی آجاتی تھی

ایک دن میری والدہ صاحبہ نے فرمایا بیٹا چلو علی پور شریف سے ہو آئیں، شاید خداوند

کریم ہمارے پیرو مرشد کی دعا سے ہمارے دن پھیر دے۔ ماں بیٹا تیار ہو گئے تو آدھا درد جاتا رہا۔ گھر سے باہر نکلتے ہی درد بالکل غائب ہو گیا۔ دربار شریف میں پہنچے تو حضور باہر بارہ دری میں جلوہ طراز تھے، سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ مجھے تو بات کہنے کی جرات نہ ہوئی۔ البتہ والدہ محترمہ نے ساری داستان غم سنا دی۔ حضور قبلہ عالم نے سب کچھ سن کر فرمایا "سلیم! اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ مزار شریف سے ہو آؤ"۔ رخصت کے وقت فرمایا "اللہ رحم فرمائے گا ۔ فکر نہ کرنا"۔

واپس گھر پہنچے تو آٹھ دن کے اندر اندر میرے چھوٹے بھائی احمد ندیم کو ملازمت مل گئی اور دو دن بعد دوسرے بھائی کی سزا بھی معاف ہو گئی۔ چند دنوں میں مالی حالت بھی درست ہو گئی"۔

۱۲۔ عزیز القدر ماسٹر خادم حسین راوی ہیں:۔

"میرے ایک دوست اور برادر طریقت اظہر نواز صاحب کے چہرے پر دانے نکلتے تھے۔ میں انہیں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں لے آیا۔ حضور نے ایک نسخہ دے کر فرمایا کہ گائے کے گھی میں ملا کر کھائیں اور جلد پر بھی لگائیں۔ میں نے عرض کیا حضور ڈاکٹروں سے ہزاروں روپے کی دوائیاں لے کر استعمال کی ہیں بلکہ لاہور کے ایک سپیشلسٹ سے چیک بھی کرایا ہے مگر افاقہ نہیں ہوا۔ فرمایا اسے استعمال کر کے دیکھو شفا نہ ہوئی تو بتانا۔ چنانچہ دوائی بنائی سخت کڑوی تھی، اظہر نواز صاحب اسے کماحقہ استعمال بھی نہ کر سکے۔ آخر پھر دربار شریف حاضر ہو کر عرض کی حضور "دوائی کام نہیں دیتی، ازراہ کرم توجہ فرمائیے، یہ مشکل حضور کی توجہ سے ہی حل ہو گی"۔ فرمایا اللہ مہربانی فرمائے گا چنانچہ اس دن کے بعد دانے بالکل ختم ہو گئے اور پھر کبھی نہیں نکلے"۔

۱۳۔ ماسٹر محمد ارشاد خاں صاحب (بھوپال والا) کا بیان سنئے:۔

"میرا چھوٹا بیٹا محمد نعیم سخت بیمار تھا۔ ڈاکٹر اور حکیم بھی اس کی صحت سے مایوس ہو گئے تو میں نے دربار شریف کا رخ کیا۔ یہاں آکر معلوم ہوا حضور کنگرہ موڑ کے قریب درخت کٹوا رہے ہیں۔ وہاں حاضر ہوا۔ مغرب کے قریب حضور بڈیانہ موترہ روڈ کے متصل ایک

گاؤں میں تشریف لے آئے۔ میں بھی خدمت میں تھا۔ رات کو نعیم کی بیماری کا حال عرض کیا تو کچھ دیر خاموش رہ کر فرمایا "فکر مت کرو، ٹھیک ہے"۔ اگلے روز ایک بجے اجازت ملی گھر آیا تو بچہ کھیل رہا تھا"۔

۱۴۔ جناب غلام حسین صاحب کی روایت ملاحظہ ہو:۔

"میرے والد ماجد میاں نظام دین (شہید) دیولی والے حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کے مخلص درویش تھے۔ اس لئے حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ ان سے ازحد شفقت و محبت سے پیش آتے تھے۔ ایک دفعہ گھوڑی سے گر پڑے تو سخت چوٹ آئی۔ ایک عرصہ تک علاج معالجہ ہوتا رہا مگر بے سود۔ ایک دن میں نماز فجر پڑھ کر مسجد سے نکلا تو دیکھا حضور نقش لاثانی تشریف لا رہے ہیں۔ گھر جا کر اطلاع دی تو والد صاحب فرمانے لگے "میری چارپائی اُلٹ دو" خیر حضور تشریف لائے اگلے روز موضع لنگوٹیاں کی طرف جانا تھا۔ حضور نے فرمایا "میاں جی !اٹھو گھوڑی پر سوار ہو جاؤ"۔ عرض کی "حضور تین ماہ سے چارپائی پر پڑا ہوا ہوں، پیشاب کے لئے بھی اٹھ نہیں سکتا"۔ ارشاد ہوا "تین چار آدمی میاں صاحب کو گھوڑی پر سوار کرادیں اور دو آدمی ادھر ادھر سے پکڑ رکھیں"۔ لنگوٹیاں کھوڑلسواڑہ سے ہو کر رات پھر دیولی تشریف لائے تو میاں صاحب بغیر کسی ظاہری سہارے کے خود بخود گھوڑی سے نیچے اتر آئے"۔

نوٹ۔ یہ دیہات مقبوضہ کشمیر کے ضلع جموں میں واقع ہیں اور یہ واقعہ قیام پاکستان سے کئی سال پہلے کا ہے (گویا حضور نقش لاثانی کی سجادہ نشینی کے ابتدائی ایام کا ہے)

۱۵۔ صوفی مقبول حسین صاحب دولت پوری فرماتے ہیں:۔

"میرا دوسرا بیٹا محمد ارشد ۱۹۸۱ء میں پیدا ہوا تو چند دنوں کے بعد اس کے کان میں درد شروع ہو گیا پی او ایف حویلیاں اور واہ فیکٹری ہسپتال اور پھر پسرور میں بھی کافی علاج معالجہ ہوا مگر خاطر خواہ فرق نہ پڑا یعنی جتنی دیر دوائی کان میں ڈالتا رہتا، سکون رہتا، پھر وہی خرابی۔ آخر دربار شریف حاضر ہوا حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے بڑی شفقت سے اس کے سر پر دست مبارک رکھا تو مجھے اس کی تکلیف یاد آگئی۔ قصہ غم عرض کیا تو مسکراتے ہوئے فرمایا "بچپن

میں ایسا ہو ہی جاتا ہے 'بڑا ہو گا تو ٹھیک ہو جائے گا"۔ میری آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے تو ایسی توجہ فرمائی اسی دن سے اللہ نے شفا بخش دی"۔

۱۶۔ صوفی محمد اقبال بوعوی کا بیان ملاحظہ ہو

"میرے بچوں کے سر پر پھوڑے پھنسیاں تھیں۔ انہیں دربار شریف خدمت عالیہ میں پیش کیا تو عرض کرنا بھول گیا۔ خود حضور نے فرمایا "ان کے سروں کو کیا ہوا ؟" پھر فرمایا " پریشانی کی بات نہیں 'ماں کے دودھ کا قصور ہے۔ یہ نسخہ لے جاؤ شہد کے ساتھ کھلاؤ"۔ مجھے نہ شہد ملا اور نہ انہیں کھلایا مگر حضور نقش لاثانی کی برکت سے خدا نے اسی دن شفا عطا فرما دی"۔

۱۷۔ صوفی محمد صدیق صاحب (لاہوری) کا واقعہ انہی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:۔

"میرا بیٹا محمد شریف بچپن میں پانچ سال تک بیمار رہا۔ ڈاکٹروں حکیموں کے علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا تو بڑی مایوسی ہوئی۔ بعض دفعہ ایکس ریز اور دوسری دوائیوں پر چار پانچ سو روپے تک خرچ کرنا پڑتا اور پھر بھی بے سود۔ آخر ہم دونوں میاں بیوی نے دربار شریف حاضر ہونے کا قصد کیا۔ یہاں حاضر ہوئے اور حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے کمرے کے قریب پہنچے تو اندر سے پیغام آیا "یہیں سے واپس چلے جاؤ اور پھر کسی دن آؤ"۔ ایک بجے کا وقت تھا' سوچا باہر باغ میں ٹھہرتے ہیں 'سلام کر کے جائیں گے۔ عصر کے قریب دوبارہ کمرے کی طرف چلے تو خود حضور باہر تشریف لا کر فرمانے لگے "اب چلے جاؤ اور پھر آجانا"۔ ہم ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ واپس روانہ ہو گئے۔ اڈے پر پہنچے تو بچہ بالکل صحت یاب ہو چکا تھا"۔

۱۸۔ یہی صوفی صاحب بیان کرتے ہیں

"میری عمر پینتیس برس کی تھی کہ گردے میں درد شروع ہو گیا۔ تقریبا تین مہینے اسی حال میں گزر گئے کہ ایک دن سنا حضور نقش لاثانی لنڈا بازار کے ایک مدرسے میں طلبہ کی دستار بندی کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ مشکل سے یہاں پہنچا مگر درد زور پر رہا۔ جلسے کے بعد حضور کار میں بیٹھ گئے تو میں درد سے بیقرار تھا۔ آخر خدا کے فضل پر بھروسا کرتے ہوئے

آگے بڑھا کہ شاید دست بوسی کا شرف حاصل ہو سکے۔ آہستہ آہستہ حاضر ہو کر سلام کے بعد عرض کیا حضور گردے میں سخت درد ہو رہا ہے۔ حضور نے دیکھا اور درد ایسا ختم ہوا کہ پھر نہ ہوا"۔

۱۹۔ اب (مصنف کا) اپنا واقعہ بھی ملاحظہ ہو:۔

" ربیع الاول شریف کے دن تھے۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ ایک عظیم الشان محفل میلاد کی صدارت کے لئے جڑانوالہ تشریف لے گئے۔ یہ سگ درگاہ (راقم الحروف آسی) بھی شرف خدمت سے سرفراز تھا۔ رات کو جلسہ گاہ میں جاتے وقت اس سراپا خطا نے عرض کی" حضور درد سا محسوس ہو رہا ہے۔ ارشاد ہو تو غلام بھی حاجی مقبول احمد صاحب کے ساتھ یہیں گھر میں مقیم رہے"۔ مسکرا کے پنجابی میں فرمایا" درد یا درداں" یہی لفظ تھے کہ درد فی الفور جاتا رہا"۔

۲۰۔ غالباً ۱۹۸۵ء کی بات ہے راقم الحروف (سگ بارگاہ: آسی) کو کھانسی کی شکایت ہو گئی۔ اس میں کچھ ایسی شدت تھی کہ کھانسنے کی آواز دور دور تک جاتی تھی۔ ایک دن دربار شریف کے اندر اپنے کمرے میں کھڑا تھا کہ حضور نقش لاثانی بارہ دری سے تشریف لائے اور کمرے کی مغربی دیوار کے پاس سے گزرتے ہوئے مجھے سرزنش فرما گئے۔ میرے دل کو اس وقت بھی اطمینان تھا کہ دراصل یہ سرزنش کھانسی کو ہو رہی ہے اور حضور اپنے سگ بارگاہ کا علاج فرما رہے ہیں چنانچہ یونہی ہوا اس کے بعد کھانسی کی وہ آواز جو بکرے جیسی بلند اور درشت تھی، ختم ہو گئی

۲۱۔ اسی زمانے کا ایک اور واقعہ ہے اسلام پورہ (سیالکوٹ) سے ایک خاتون سالانہ عرس مقدس سے دو چار دن پہلے دربار شریف حاضر ہوئی۔ اس کے بچے بھی ساتھ تھے۔ اسے ایک عرصے سے ٹانگوں کا درد پریشان کئے ہوئے تھا۔ حضور چونکہ عرس شریف کے دن اور اس سے اگلے پچھلے دنوں میں مستورات کی حاضری کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ لہٰذا اسے بھی جلالی انداز میں جھڑکیاں دے کر واپس بھیج دیا۔ اس نے میرا حوالہ دیا تو میں بھی زیر عتاب آگیا۔ میں سخت پریشان تھا کہ واپسی پر اس کے سامنے کیونکر ہوں گا مگر خدا کی قدرت

سیالکوٹ پہنچا تو وہ خاتون بہت خوش تھی۔ اس نے بتایا کہ دربار شریف سے نکلتے ہی مدتوں کا درد جاتا رہا (گویا جلال میں آنا بھی دراصل اسی لئے تھا)"۔

۲۲۔ کئی بار حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی کسی تبلیغی سفر پر روانہ ہوتے تو اس عاجز کو ساتھ چلنے کا اشارہ پہلے ہی فرما دیتے تھے کبھی اچانک تیاری ہوتی تو حضور کار میں تشریف فرما ہو کر اس سگ بارگاہ کی طرف دیکھتے اور فرماتے جگہ نظر نہیں آتی؟ بیٹھتا کیوں نہیں؟ مگر ان جلالی جملوں میں بھی ایک عجیب سی شفقت موجزن ہوتی (جس کے لئے آج قلب و نگاہ ترس رہے ہیں) بارہا طبیعت خراب ہوتی اور زبان سے خرابی کا اظہار بھی نہ ہو پاتا مگر کار میں بیٹھتے ہی یوں محسوس ہوتا جیسے بوجھ اتر گیا ہے 'مرض الوداع کہہ گیا ہے اور فکر و نظر کسی کیف سے سرشار ہو گئے ہیں حضر میں جو باجماعت نماز ادا کرنے سے قاصر ہوتا سفر میں امام بنالیا جاتا۔

۲۳۔ حافظ فتح علی (آف جلوموڑ) بیان کرتے ہیں:۔

"جن دنوں میں قرآن کریم حفظ کرتا تھا۔ ایک بار آنکھیں سخت خراب ہو گئیں۔ اپریشن کرایا تو خرابی بڑھ گئی حتی کہ ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دیدیا۔ سالانہ عرس مقدس پر حاضر ہوا تو داستان غم حضور نقش لاثانی سے عرض کردی حضور نے چند سیکنڈ نظر سے نظر ملا کر دیکھا اور فرمایا حافظ صاحب ہلیلہ استعمال کریں میں نے تو کچھ استعمال نہ کیا مگر آپ کی نظر کام کر گئی۔

دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی!!
دونوں کو اک نظر میں "شفایاب" کر گئی

۲۴۔ ملک نذیر احمد آف چھمال اپنا واقعہ سناتے ہیں:۔

"میرا بیٹا چوتھی جماعت کا طالب علم تھا۔ سکول میں کسی چیز سے ڈر گیا جو اسے بار بار اژدہے کی شکل میں نظر آتی تھی۔ بار بار کہتا "مجھے بچاؤ مجھے بچاؤ" اور گھر سے بھاگنے کی کوشش کرتا۔ مقامی لوگوں کے دم درود سے اسے افاقہ نہ ہوا تو ہم دنوں (میاں بیوی) بچہ لے کر دربار شریف حاضر ہوئے۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ ظفروال کے علاقے میں

تشریف لے جا چکے تھے ۔ ہم پریشان تھے کہ حضور نہ جانے کب تشریف لائیں ۔ اسی اضطراب میں آٹھ بج گئے کہ اچانک دروازہ عصا سے ہلایا گیا۔ حضور اندر تشریف فرما ہوئے ۔داستان غم سنی اور بچے کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا۔ درد تو اسی وقت جاتا رہا البتہ سویرے اجازت بھی دی اور ساتھ ایک تعویذ بھی۔ پھر بحمدہ تعالیٰ اسے کوئی تکلیف نہ ہوئی"۔

۲۵۔ بابا بنگالی کا پوتا نور حسین ایک واقعہ سناتا ہے جس کا پہلا حصہ جو حضور کی تشریف آوری کے متعلق تھا زمین کے سکڑنے اور سمٹنے کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکا ہے ۔

"صبح حضور واپس تشریف لے گئے تو میری دادی جان اور دوسری خواتین بہت پریشان ہوئیں ۔صدمہ یہ تھا کہ میرے لئے دعا نہیں کرائی گئی تھی جو مدت دراز سے بخار میں مبتلا تھا ۔بابا جی سے کہا گیا تو وہ پیچھے بھاگے ۔ خود حضور بھی رک گئے تو پوچھنے پر بابا جی نے میری بیماری کا ذکر کیا، حضور نے ایک انچ بھر کی ٹہنی منگوائی اور دم کر کے میرے گلے میں ڈالنے کا حکم دیا ۔ مجھے تو فی الفور آرام آگیا۔ اسی وقت یہ اجازت بھی لے لی گئی کہ بوقت ضرورت دوسروں کے گلے میں ڈالی جائے۔ چنانچہ پھر لکڑی ضمانت شفا بن گئی"۔

۲۶۔ طوطی پاک و ہند کے لخت جگر صوفی محمد حسین صاحب درباری نعت خوان بیان کرتے ہیں:۔

"میری کمر میں بعض دفعہ درد کا شدید دورہ پڑتا تھا۔ کھڑا ہوتا تو گر پڑتا تھا یا اگر کچھ پہلے احساس ہو جاتا تو بیٹھ جاتا تھا۔ حضور نقش لاثانی موضع پکایاں (متصل ہیڈ مرالہ) کی مسجد میں نماز عشاء کی سنتیں پڑھ رہے تھے اور قریب ہی میں بھی کھڑا نماز میں تھا کہ اچانک بیٹھ گیا۔ حضرت نے اپنی چار رکعات پوری کر کے مجھ سے پوچھا "تم نے نماز کیوں توڑ دی "میں نے عرض کی "حضور جان بوجھ کر نہیں بلکہ درد کے شدید دورے کی بنا پر ایسا کیا ہے"۔ حضور نے کوئی نسخہ تجویز کیا نہ بظاہر دعا ہی کی مگر اس کے بعد وہ درد آج تک نہیں ہوا"۔

۲۷۔ یہی صاحب راوی ہیں:۔

"ایک بار میری ایک ٹانگ میں عرق النساء کا درد تھا۔ اس لئے وہ دوسری ٹانگ سے کمزور اور پتلی بھی ہو گئی۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں فریاد کی تو فرمایا "بابا جمال دین آڈھے والے درد کے لئے گولیاں بناتے ہیں۔ ان سے لے کر رومال میں باندھ لو اور ساتھ رکھا کرو"۔ میں نے ارشاد پر حرف بحرف عمل کیا یعنی گولیاں رومال میں باندھ کر ساتھ رکھیں (مگر ایک گولی بھی نہیں کھائی) درد اسی دن سے غائب ہے"۔

۲۸۔ انھی کی روایت ہے:۔

"میری بیوی اٹھراہ میں مبتلا تھی۔ دربار شریف سے تعویذ لیا مگر سوئے اتفاق سے گم ہو گیا۔ میں نے حضور سے اس کی گمشدگی کا رونا رویا تو حضور نے حکیم غلام رسول رحمتہ اللہ علیہما سے پوچھا "حکیم جی! تعویذ کا معنی کیا ہے؟" انہوں نے عرض کیا "حضور اس کا معنی ہے مالک کی نظر کرم" اس پر فرمایا "اگر یہی معنی ہے پھر تعویذ کی کیا ضرورت ہے یہی نظر کافی ہے" اور بیوی نظر کرم سے شفایاب ہو گئی"۔

۲۹۔ انہی سے مروی ہے:۔

"تیس پینتیس سال پہلے کی بات ہے' میرا سب سے بڑا بیٹا محمد صالح جو اس وقت چھ ماہ کا تھا' سخت بیمار ہو گیا۔ کافی علاج معالجے کے باوجود صحت نہ ہوئی تو سخت مایوسی کے عالم میں سرکار نقش لاثانی قدس سرہ کے حضور حاضر ہوا۔ حضور کماد کی گوڈی کرا رہے تھے۔ میں نے قدم بوسی کی اور زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ حضور نے میری پیٹھ پر دست شفقت پھیرا اور اٹھا کر روداد غم سنی۔ پھر سب کو ساتھ مسجد میں لے جا کر نماز کے بعد ختم خواجگاں میں بچے کی صحت کے لئے دعا فرمائی۔ آتی بار خدشہ تھا کہ حضور کی قدم بوسی سے پہلے ہی کہیں دم نہ توڑ جائے مگر نگاہ و دعا کی برکت دیکھئے' واپسی پر بچہ بالکل تندرست تھا"۔

۳۰۔ صوفی مبارک علی صاحب (شکر گڑھ) راوی ہیں:۔

"میرے دانت میں سخت درد تھا۔ دربار شریف میں حاضر ہوا تو بارہ دری میں رونق افروز تھے۔ ارشاد ہوا "ماسٹر جی کیا حال ہے؟" عرض کیا "دانت میں سخت درد ہے" فرمایا"

لنگر کھاؤ" عرض کیا "حضور چیز چبائی نہیں جاتی"۔ آپ نے شفقت سے دیکھا تو درد غائب ہو گیا پھر اپنے خصوصی انداز میں فرمایا جاؤ! اب تو چبا لو گے"۔

۳۱۔ کئی سالوں کی بات ہے حاجی مقبول احمد مرحوم بیمار تھے اور راولپنڈی میں حاجی محمد ادریس صاحب اور حاجی محمد نسیم صاحب کے ہاں ٹھہرے تھے۔ ان کے پاس دربار شریف سے ایک درویش چلا گیا۔ جسے بار بار درد کا دورہ ایسا شدید پڑتا کہ سنبھالے نہ سنبھلتا۔ بار بار ڈاکٹر کے پاس جانا پڑتا اور ٹیکہ لگانا پڑتا۔ یہ صورت حال رات کے وقت اور بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتی۔ آخر تنگ آکر حاجی صاحب نے سیالکوٹ میں حاجی محمد یوسف بلیو سٹار واشنگ مشین والوں کو (جو آجکل گوجرانوالہ منتقل ہو چکے ہیں) ٹیلیفون کیا کہ دربار شریف جاکر حضور سے عرض کرنا "میں تو اپنی جان کو رو رہا تھا یہ دوسری مصیبت بھی میرے گلے پڑ گئی" خدا کی قدرت فون کے بعد ہی درویش تندرست ہو گیا اور مذکورہ دورہ پھر اسے کبھی نہ پڑا۔ (یعنی دربار شریف میں بظاہر اطلاع پہنچنے سے ہی پہلے بیمار صحت یاب ہو گیا)

۳۲۔ حافظ نذیر احمد صاحب واقعہ سناتے ہیں:۔

"ایک بار شکر گڑھ میں میری اہلیہ اور موضع بوعہ میں میری والدہ ماجدہ بیمار تھیں۔ مجھے دونوں جگہ بار بار جانا پڑتا۔ ان دنوں حضور علاقہ شکر گڑھ میں جلوہ افروز تھے۔ ایک دن عصر کی نماز حضور نے مسجد نور میں ادا فرمائی تو مجھ سے گھر کا حال پوچھا۔ میں نے صورتحال عرض کی تو اہلیہ کے لئے پانی دم کر دیا اور اگلے دن بوعہ میں خود تشریف لے گئے اور والدہ صاحبہ کو تسلی دی نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں شفایاب ہو گئیں۔ یاد رہے اہلیہ اتنی شدید بیمار تھی کہ ڈاکٹر مایوس ہو چکے تھے"۔

۳۳۔ یہی حافظ صاحب راوی ہیں

"میرے ہاں پہلا بیٹا عبداللطیف ہوا تو بہت ہی زیادہ روتا تھا۔ بعض دفعہ ساری ساری رات آنکھوں میں کٹ جاتی بہتیرے علاج کرائے مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ بہترین ڈاکٹر اور حکیم بھی بے بس دکھائی دیئے تو دربار شریف کا رخ کیا۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا "حضور! بعض ڈاکٹر اور حکیم اسے بچوں والی بیماری کہتے ہیں"۔ فرمایا "حکیم

اور ڈاکٹر کیا جانتے ہیں " دعا فرمائی اور ایک تعویذ دیا نیز دیسی اجوائن اور مرچیں دم شدہ عنایت فرمائیں۔ بچہ اسی دن ٹھیک ہو گیا اور پھر اسے ایسا کوئی عارضہ نہ ہوا"۔

۴۳۔ عباس علی سالک کوٹھے منہاساں تحصیل پسرور کے گھر کا واقعہ سنئے:۔

"۱۹۸۰ء کی بات ہے' میرے چھوٹے بھائی محمد الیاس کو ایک عجیب و غریب بیماری کا دورہ پڑتا تھا۔ ہاتھ پاؤں مڑ جاتے' منہ سے پانی سا بہتا' عجیب سی آواز نکلتی اور سارا بدن کانپنے لگ جاتا۔ ۱۹۸۳ء کو اسے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی بارگاہ میں پیش کیا اور حضور کی زیارت ہی سے ساری تکلیف جاتی رہی اور مریض شفایاب ہو گیا"۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال !
مشکل ازتو حل شود بے قیل وقال

دلوں کے ارادے ہیں ان کی نظر میں

بندہ مومن کی فراست سے ڈرو' وہ بیشک اللہ کے نور سے دیکھتا ہے' اس حدیث پاک کی اس دور میں بہترین عملی تفسیر حضور نقش لاثانی قدس سرہ تھے۔ وہ یقیناً اللہ کے نور سے ہی دیکھتے تھے اس لئے حاضرین وغائبین کے دل' ارادے' مخفی حالات سب کچھ ان کے روبرو تھے۔ یہاں صرف چند واقعات درج کئے جاتے تھے۔

۱۔ مرحوم صوفی محمد صدیق قیدی آف سانگھڑ (سندھ) اپنی حاضری کا قصہ سنایا کرتے تھے:۔

"ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں سانگھڑ سے دربار شریف آنے لگا تو اہل خانہ سے کہہ آیا" میں سیدھا ہونے کے لئے مرشد کامل کی بارگاہ میں جارہا ہوں"۔ یہاں پہنچا تو دربار شریف کے باہر راستے میں واقع تین کنوؤں کے قریب' جواب بند ہو چکے ہیں' حضور جلوہ گر تھے۔ مجھے چند گز کے فاصلے پر آتا دیکھ کر حاضرین مجلس سے فرمایا " دینا میرا عصا' میں ذرا اسے سیدھا کر دوں "میں نے یہ آواز مبارک سنی تو ڈر کے مارے وہیں رک گیا۔ چند لمحات کے بعد حضور نے مجھے بلا لیا' حاضر ہوا تو پوچھا" تم گھر کیا کہہ کر آئے تھے"۔ میں نے اوپر والا جملہ

دہرا دیا۔ حضور نے فرمایا "تو اب یہ میری مرضی ہے تمہیں لاٹھی سے سیدھا کروں' یا ہاتھ سے' زبان سے کروں' یا توجہ سے" میں نے عرض کیا "جیسے حضور کی مرضی" فرمایا "اب وہ وقت گزر گیا ہے"۔

۲۔ چودھری محمد اسحاق صاحب (ریڈیو پاکستان ملتان) لکھتے ہیں:۔

"میں بچپن کے زمانے میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا۔ ایک دوبار تو زیارت سے مشرف ہوا' اس سے زیادہ نہیں۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد ملازمت کے سلسلے میں مشرقی پاکستان میں دو سال اور پھر ریڈیو پاکستان کوئٹہ سے نو سال وابستہ رہا۔ ۱۹۷۰ء میں ملتان تبادلہ ہو گیا۔ ۱۹۷۱ء میں اپنی محرومی کا احساس ہوا اور ندامت بھی کہ دربار شریف سے غیر حاضری اتنی طویل ہو گئی۔ اسی سال سالانہ عرس مقدس میں شرکت کا ارادہ کیا۔ خیر سفر شروع ہوا تو راستے میں یہی پریشانی رہی کہ شاید حضور نہ پہچان سکیں۔ دربار شریف آکر معلوم ہوا حضور حویلی میں ہیں (جہاں آجکل حضور کا روضہ مقدسہ ہے۔) اس وقت عام لوگوں کو یہاں آنے کی اجازت نہیں تھی مگر مجھے کسی نے روکا بھی نہیں۔ حضور بعض غلاموں کو انتظامی امور میں ہدایات دے رہے تھے اور میں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ ابھی چند سیکنڈ گزرے تھے کہ حضور سیدھے میرے پاس تشریف لے آئے۔ سلام عرض کر چکا تو حضور نے جواب کے ساتھ ہی بڑی تفصیل سے خیریت پوچھی۔ پھر سوال ہوا "کتنی چھٹی ہے اور آگے گھر جانا ہے یا یہیں سے واپسی ہے"۔ یقین کیجئے حضور کے اس لطف خاص پر ایسا سرور آیا جسے الفاظ میں بیان کرنا محال ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ پھر کسی سالانہ عرس مقدس میں اس تسلی سے اور ایسی تنہائی میں زیارت نصیب نہیں ہوئی۔

۳۔ حضرت مولانا علامہ محمد اکرم صاحب مہتمم جامعہ لاثانیہ حسینیہ گوجرانوالہ فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے مجھے تعویذ لکھنے کا حکم دیا۔ اس وقت چند دوسرے احباب بھی اسم ذات کے تعویذ لکھ رہے تھے۔ میرے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ ان تعویذوں کا آخر فائدہ ہی کیا ہے' وقت اور محنت کا صرف ہی تو ہے۔ اچانک حضور میرے پیچھے

آکھڑے ہوئے اور فرمانے لگے "ہم اس لئے تعویذ لکھواتے ہیں کہ دل میں اسم ذات کا تصور پختہ ہو جائے"۔"

۴۔ صوفی محمد عارف صاحب تتلا بیان کرتے ہیں:۔

"۱۹۷۱ء میں میں دکانداری کیا کرتا تھا۔ ایک دن سودا سلف خریدنے لاہور آیا تو ایک ساتھی بھی ہمراہ ہو گیا۔ وہاں سے دونوں رات دربار شریف (علی پور سیداں شریف) حاضر ہو گئے۔ راستے میں خیال آیا یہ فیشن ایبل اور جدید دور کا نوجوان ہے ایسا نہ ہو وہاں دال روٹی ملے اور یہ پیر خانے کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہو جائے۔ خیر! دربار شریف میں حاضر ہو گئے۔ لنگر تقسیم ہونے لگا تو حضور نے ہم دونوں کو بلا کر الگ ایک کمرے میں بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ چند لمحوں تک وہاں کھانا آگیا جو بہت پر تکلف تھا۔

۵۔ انہی صوفی صاحب کے اعلیٰ تعلیم یافتہ بھتیجے جناب عظمت علی تتلا ایم۔ اے فرماتے ہیں:۔

"۱۹۷۲ء میں ہمارے جد امجد حاجی حکم دین رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے اور میرے بڑے بھائی اختر علی تتلا (ایڈووکیٹ) کو دربار شریف میں حضور نقش لاثانی علیہ الرحمتہ سے بیعت کرایا۔ علی الصبح واپسی کی اجازت مانگی تو حضور نے ہمارے لئے ناشتہ منگوایا۔ بندہ دل ہی دل میں میٹھی لسی کا آرزومند تھا چنانچہ وہ بھی اس میں شامل تھی"۔

۶۔ حاجی بابو محمد یوسف بلیو سٹار والے راوی ہیں:۔

"ابھی مجھے بیعت کئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ایک دن دربار اقدس کی طرف جاتے ہوئے راستے میں خیال آیا' یہاں میں نے کبھی زردہ نہیں کھایا۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے زردہ کھلایا"۔

۷۔ الحاج غلام سرور سجاد صاحب (بہاد لنگر) کی روایت ہے:۔

"میرے بڑے بھائی حاجی محمد نصیر رضا صاحب دربار شریف کے لئے روانہ ہوئے تو راستے میں سویاں کھانے کا خیال آیا۔ رات کو لنگر تقسیم ہونے لگا تو بھائی جان کو سب سے الگ کر دیا گیا اور حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے فرمایا چودھری کے بیٹے کو سویاں لا کر دو۔

بھائی جان پریشان ہو گئے حضور نے فرمایا "آزمائش نہیں کرنی چاہیے"۔

۸۔ جناب غلام سرور گھمن پرنسپل لاثانی آئیڈیل سکول شکر گڑھ سے مروی ہے:۔

"ایک دفعہ میں دربار شریف کے لئے گھر سے تیار ہوا تو ہمشیر صاحبہ کہنے لگیں "وہاں چائے وغیرہ بھی پوچھتے ہیں یا یونہی واپس بھیج دیتے ہیں"۔ میں نے کہا "وہاں کس چیز کی کمی ہے"۔ خدمت عالی میں حاضر ہوا تو حضور نے ایک خادم سے فرمایا "تاپانی" وہ چائے لے آیا ۔ پی لی تو ارشاد ہوا "چلو واپس"۔ میں نے کچھ عرض کرنا چاہی تو فرمایا "پھر سہی" مٹھائی پیش کی تو وہ بھی واپس کر دی ۔ گویا سمجھا دیا کہ بزرگان دین کی بارگاہوں میں چھوٹے موٹے مطالبات سامنے رکھنے والے اصل مقصود سے محروم رہ جاتے ہیں"۔

یہ ایک تنبیہہ تھی اور اس کا فائدہ بھی گھمن صاحب کو ہوا کہ آئندہ ایسے ذہنی خرخشوں کی بجائے اپنے مقصد پر مرتکز رہے اور شیخ نے بھی بڑی نوازشات فرمائیں۔

۹۔ حافظ فتح علی آف جلو موڑ بیان کرتے ہیں:۔

"ایک دفعہ عرس شریف کے موقع پر حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے مجھے فرمایا حافظ صاحب ادھر آؤ تو میں حضور کے پیچھے پیچھے چل پڑا ۔ آپ بھوسے والی تاریک کوٹھڑی میں داخل ہو گئے ۔ وہاں اندھیرے میں ایک آدمی تیز دھار کا آلہ لئے بیٹھا تھا۔ حضور اسے بازو سے پکڑ کر باہر لے آئے ۔ آلہ میرے سپرد کیا اور اس سے فرمایا لوگ باہر تقریر سن رہے ہیں اور تم اندھیرے میں بیٹھے ہوئے ہو ۔ دیکھو! یہاں ایسے ارادے سے نہیں آنا چاہیے"۔

۱۰۔ یہی حافظ صاحب راوی ہیں:۔

"ایک بار عرس کے موقع پر جسم کافی تھکاوٹ محسوس کرتا تھا۔ میں نے سوچا ایسی جگہ چھپ کر سولوں جہاں حضور نقش لاثانی (قدس سرہ) کے تشریف لانے کا امکان نہ ہو۔ چنانچہ ایک بوری لی اور ایک الگ تھلگ جگہ تلاش کر کے لیٹا ہی تھا کہ حضور تشریف لے آئے۔ یہ جگہ غیر محفوظ دیکھی تو ایک اور جگہ جا لیٹا ۔ حضور یہاں بھی پہنچ گئے ۔ یہ جگہ بدلی تو حضور تیسری جگہ بھی جلوہ افروز ہو گئے اور فرمانے لگے "حافظ جی! اگر سونا ضروری ہے تو کھڑی والے کمرے میں چلے جاؤ' وہاں ایک آدمی ہے' اس کا خیال رکھنا اور اگر وہ مویشیوں والی

حویلی کا رخ کرے تو ادھر مت جانے دینا"۔

۱۱۔ میاں فقیر محمد صاحب واصل اپنی شادی کا قصہ سناتے ہیں:۔

"۱۹۶۷ء میں جب میری شادی کے دن مقرر کئے گئے تو گھر میں کوئی روپیہ پیسہ نہیں تھا۔ سخت پریشانی میں امی جان نے فیصلہ کیا کہ دربار شریف حاضر ہو کر حضور نقش لاثانی سے دعا کے لئے عرض کریں۔ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا حضور علاقہ شکر گڑھ میں تشریف لے گئے ہیں۔ ہم مایوس کھڑے تھے کہ حاجی مقبول احمد مرحوم (وزیر اعظم دربار شریف) نے مبلغ پچھتر روپے مجھے لا کر دیئے اور بتایا حضور قبلہ عالم مجھے یہ رقم دے گئے تھے اور فرما گئے تھے کہ بڈیانے سے ایک شخص آئے گا اسے دے دینا۔ واپس آئے تو ہر طرف سے لوگ بھاری بھاری رقمیں دینے لگے، حتیٰ کہ خود اکثر کو روک دیا"۔

۱۲۔ انہی سے ایک روایت سنئے:۔

"حضور حج سے تشریف لائے تو میں بھی خدمت میں حاضر ہوا مگر رقم کہیں راستے میں گر پڑی۔ آٹھ دن دربار شریف میں رہا مگر اس نقصان کا کسی سے ذکر نہ کیا۔ واپسی کی اجازت مانگی تو حضور نے حاجی مقبول احمد مرحوم کو حکم دیا کہ اسے کچھ رقم دے دو۔ میں نے عرض کیا "حضور رہنے دیں" فرمایا "مجھے معلوم ہے! تمہارے پاس کرایہ نہیں ہے"۔

۱۳۔ مرزا محمد طاہر بیگ ولد مرزا عبدالغنی ساکن اریاں لکھتے ہیں:۔

"میں دربار شریف میں ہر پندرہ روز کے بعد حاضر ہوتا تھا، کبھی خالی ہاتھ اور کبھی بھینس کا دودھ ساتھ لے جاتا۔ ایک دفعہ دل میں خیال پیدا ہوا کہ دیکھیں حضور برتن خالی واپس دیتے ہیں یا اس میں کچھ عنایت فرماتے ہیں۔ چنانچہ واپسی کے وقت حضور کا خادم برتن واپس کرنے لگا تو سیدی حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے فرمایا "آج یہاں دینے کو کچھ نہیں لہٰذا تھوڑا سا دودھ برتن میں رہنے دینا"

دوسری دفعہ حاضر دربار ہوا تو بھی یہی خیال تھا۔ حضور نے پوچھا "تمہیں کس وقت جانا ہے" عرض کیا، ظہر کے وقت، فرمایا "ڈبا یہیں رہنے دو واپسی پر لے لینا"۔ ظہر کے وقت حاضر ہوا تو فرمایا "عصر کی اذان کے وقت آنا"۔ عصر کی اذان کے وقت آیا تو فرمایا "عصر کی

نماز پڑھ لو" نماز سے فارغ ہوا ہی تھی کہ ایک شخص بہت سی مٹھائی لے کر حاضر خدمت ہوا ۔ حضور نے مجھے بلا کر فرمایا "اس میں سے کچھ مٹھائی اپنے ڈبے میں ڈال لو"۔

تیسری بار حاضری کے وقت دل کہتا تھا "کاش حضور آم کھلائیں"۔ واپسی عصر کے وقت ہونے لگی تو دو شخص حاضر خدمت ہوئے 'ایک آموں کی پیٹی لایا اور دوسرا بڑا آموں کا لفافہ ۔ حضور نے مجھے بلا کر پانچ عدد آم عطا فرمائے"۔

۱۴۔ الحاج چودھری غلام محمد نمبردار ڈجکوٹ بیان کرتے ہیں:۔

"مدت سے آرزو تھی کہ کبھی تہجد کے وقت تنہائی میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کو وضو کرانے کی خدمت میسر آئے ۔ بظاہر اس کا پورا ہونا مشکل تھا کہ حضور کے تربیت یافتہ خدام اس نورانی موقع میں ہمیشہ حاضر خدمت رہتے تھے ۔ ایک بار حضور ذیل گوجراں ضلع فیصل آباد میں تبلیغی دورے پر علی احمد صابر صاحب کے ہاں رونق افروز تھے ۔ رحمت بندہ پرور جوش میں آئی اور میری دلنوازی کے لئے تن تنہا لوٹا اور عصا ہاتھ میں لئے مسجد کی طرف تشریف لے آئے اور یوں مجھے خلوت میں خدمت وضو سرانجام دینے کی سعادت مل گئی۔

صبح میں نے جناب محمد عبداللہ (میرپور خاص والوں) سے اپنی آرزو اور اس کی تکمیل کا حال بیان کیا تو انہوں نے خود کو شریک نہ کرنے کا گلہ کیا (یعنی وہ فرما رہے تھے کہ مجھے کیوں نہیں جگایا گیا تاکہ میں بھی سعادت حاصل کر سکتا) ان کے صدق محبت کو دیکھ کر اگلی رات پھر حضور نے کرم فرمایا اور اس وقت ہمیں دونوں خدمت میں تھے"۔

۱۵۔ مندرجہ بالا واقعے میں دونوں بار کسی خادم کا خدمت میں نہ ہونا یقیناً حیرت انگیز ہے کیونکہ خدام بارگاہ اس وقت اٹھنے میں ایسے ماہر تھے کہ ناغہ ہوتا ہی نہ تھا مگر یہ سب کچھ حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی اپنی توجہ کا اثر تھا۔ اگر حضور توجہ کسی وجہ سے ہٹا لیتے تو کوئی سویا خادم نہ جاگ سکتا مثلاً ایک بار یہ فریضہ خدمت بھائی صوفی محمد حسین نعت خوان کے ذمے تھا۔ وہ پہلے خود اٹھتے 'غسل کرتے اور پھر حضور نقش لاثانی قدس سرہ۔ ایک بار بقول ان کے دل میں 'غرور سا پیدا ہوا تو اگلی رات سزا مل گئی یعنی مقررہ وقت پر جاگ نہ آئی 'چنانچہ حضور خود اٹھے 'کنوئیں کے غسل خانے میں پانی بھرا 'غسل فرمایا اور نفل ادا کئے ۔ صوفی

صاحب موصوف طلوع آفتاب سے کچھ پہلے بیدار ہوئے اور بمشکل نماز فجر ادا کر سکے۔
ایسے واقعات اور بھی لوگوں سے پیش آئے۔

۱۶۔ حافظ فتح علی صاحب کا ایک اور بیان حاضر خدمت ہے:۔

"میں ایک بار عرس مقدس کے موقع پر لنگر تقسیم کر رہا تھا کہ ایک عورت آئی جس کے ساتھ بچے تھے۔ آتے ہی کہنے لگی "ہمیں کسی نے روٹی نہیں دی"۔ میں نے کہا بیٹھ جاؤ روٹی دیتے ہیں'۔ ابھی یہ بات مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ حضور تشریف لے آئے اور فرمانے لگے "دیکھو! کیا اس کے پاس روٹی نہیں ہے" کپڑا اٹھایا تو اس کے پاس نو روٹیاں تھیں"۔

۱۷۔ یہی بیان فرماتے ہیں:۔

"ایک بار دربار شریف سے لاہور جانا تھا کرایہ پاس نہ ہونے کی بنا پر کسی سے قرض لینے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ایک عورت نے حضور کی بارگاہ میں کچھ رقم نذر کی۔ حضور نقش لاثانی نے مجھے بلا کر وہ رقم عنایت کر دی' میں نے انکار کیا تو فرمایا لے لو یہ کرایہ ہے"۔

۱۸۔ حضرت پیر سید غلام شبیر صاحب (ساکن صوبہ چک) خلیفہ مجاز حضور نقش لاثانی راوی ہیں:۔

"ایک دفعہ کا ذکر ہے میں چند دوستوں کے ہمراہ دربار شریف حاضر ہوا۔ یہاں آکر معلوم ہوا حضور موضع جہانیاں یا اس کے گرد و نواح میں ہیں۔ ظہر کے وقت جہانیاں پہنچے تو پیر فضل شاہ صاحب نے فرمایا "ظفروال چلے جاؤ' پتہ لگ جائے گا" یہاں آئے تو اڈے پر سید محمد نور شاہ صاحب کھڑے تھے فرمانے لگے "حضور نقش لاثانی موضع عزیز پور بوہڑی میں رونق افروز ہیں اور میں حضور ہی کے حکم سے آپ کو لینے آیا ہوں"۔

۱۹۔ مستری محمد دین آف لاہور بیان کرتے ہیں:۔

"۱۹۸۵ء میں کی بات ہے میں اور برادرم محمد افضل دونوں لاہور سے قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے۔ کھنگوڑے کی مسجد میں وضو کیا۔ گاڑی میں بیٹھے تو بھائی صاحب نے کہا "آج گرم گرم زردہ اور پلاؤ کھانے کو جی چاہتا ہے" دربار شریف میں حاضر ہوئے تو آپ نے کمرے میں بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ اب ٹرے آگئی جس میں گرم گرم زردہ بھی تھا اور پلاؤ بھی

۲۰۔ صوفی رفیق انجینئر کی روایت سنئے:۔

"ملازمت ملنے پر دیر سے دربار شریف ہونے کا موقع ملتا تھا۔ ایک دفعہ عید کے دن حاضر ہوا تو بھی بہت بھیڑ تھی۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ کو سیالکوٹ تشریف لے جانا تھا۔ صوفی محمد علی صاحب نقش بندی بھی لیجانے کے لئے آگئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا "مجھے جلدی جانا ہے' اگر کسی کو کچھ کام ہو تو بتادے"۔ میرے ذہن میں خیال آیا دنیا میں حضور کے خلفاء عظام ہمیں قریب نہیں ہونے دیتے' آخرت میں بھی یہی لوگ ارد گرد ہوں گے 'ہمارا کیا بنے گا۔ آپ نے کار میں خود تشریف رکھنے سے پہلے مجھے اس میں بیٹھنے کا حکم دیا گویا میرے وسوسے کو یوں دور کیا کہ جیسے یہاں اتنے ہجوم میں تمہیں تلاش کر کے ساتھ لے لیا' وہاں بھی انشاء اللہ یونہی ہو گا"۔

کیوں نہ ہو یہ ان کے نائب و مظہر ہیں جن کی شان یہ ہے (ﷺ)

وہ لیں گے چھانٹ اپنے نام لیواؤں کو محشر میں
غضب کی بھیڑ میں ان کی اس پہچان کے صدقے!

۲۱۔ عزیزم شاہد محمود قریشی رقم طراز ہیں:۔

"۱۹۸۳ء کی بات ہے میں جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں زیر تعلیم تھا۔ میرا ایک دوست مولانا مودودی صاحب سے متاثر تھا۔ دو تین بار وہ میرے ساتھ دربار شریف حاضر ہوا تو اس کے فکر و نظر میں کچھ اچھی تبدیلیاں رونما ہونے لگیں۔ ہم اکثر چھٹی کے دن حاضر ہوتے۔ لہٰذا ۸ یا ۹ بجے پہنچ جاتے اور عموماً یہی لنگر کا ٹائم ہوتا لہٰذا ہمیں بھی اس غذائے نور کی برکات حاصل ہو جاتیں۔ ایک دن کالج میں ہڑتال ہو گئی تو وہ دوست کہنے لگا کہ چلو دربار شریف چلیں اور وہیں جا کر ناشتہ کریں۔ میں نے کہا "ہم وہاں گیارہ سے پہلے نہیں پہنچ سکیں گے اور کھانے کا وقت گزر چکا ہو گا" خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہی تھے کہ حضور نے ایک درویش سے فرمایا "ان دونوں کے لئے گھر سے ناشتہ لے آؤ"۔ گویا حضور ہمارا مکالمہ سن چکے تھے ورنہ اس سے پہلے ہمیشہ کھانے کے لئے پوچھا جاتا تھا اور پھر کھانا لایا جاتا تھا"۔

۲۲۔ یہی بیان کرتے ہیں:۔

"ایک دفعہ دربار شریف حاضر ہوا تو حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی صوفی تاجدین علیہ الرحمتہ کے عرس میں شرکت کے لئے موضع گنہ میں تشریف لے جا رہے تھے۔ میں نے سوچا وہ خدام کتنے خوش نصیب ہیں جنہیں حضور کی ہمراہی کا شرف حاصل ہوتا ہے' ہماری ایسی قسمت کہاں؟ کاش ہمارے مقدر بھی جاگیں'۔ عصر کی نماز کے بعد لوگ اجازت لے لے کر واپس جانے لگے تو میں بھی خدمت میں پیش ہوا۔ حضور نے فرمایا تم گاڑی میں بیٹھ جاؤ اور ہمارے ساتھ عرس میں شریک ہو جاؤ اتنی جلدی دل کی آرزو پوری ہونے پر خدا کا شکر ادا کرتا رہا"۔

۲۳۔ مستری محمد دین لاہوری بیان کرتے ہیں:۔

"۱۹۸۶ء کی بات ہے میں اور ملک محمد سرور صاحب زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ ہمارے ساتھ ہماری بیگمات بھی تھیں۔ سلام کے بعد انہیں گھر جانے کا حکم ہوا۔ وہاں انہیں ساگ پیش کیا گیا۔ بیگم سرور کے ذہن میں خیال آیا کاش پیر صاحب مجھے اپنے کھیتوں سے ساگ منگوا دیں کیونکہ وہ بہت بابرکت اور لذیذ ہو گا۔ ادھر حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے ایک درویش کو ساگ توڑنے کے لئے بھیج دیا۔ ساگ آیا تو حضور نے مسجد سے باہر اپنے پاس ہی رکھ لیا۔ کچھ دیر بعد ہمیں واپسی کی اجازت ملی تو حضور نے میری اہلیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا "حاجن صاحبہ! یہ لو ساگ تھوڑا سا تم رکھ لو باقی دوسری بی بی کو جتنا وہ مانگے دے دو"۔

۲۴۔ چودھری غلام فرید صاحب قطروال ضلع فیصل آباد حال راولپنڈی کا قصہ ملاحظہ ہو۔ آپ صوفی خان محمد خلیفہ مجاز حضور شہنشاہ لاثانی علیہما الرحمتہ کے لخت جگر ہیں:۔

"۱۹۸۰ء میں سہالہ سے دربار شریف کی طرف روانہ ہونے لگا تو رومال نہیں مل رہا تھا۔ بیوی نے کہا رومال نہیں ملتا تو نہ سہی اپنی سفید ٹوپی لے جاؤ۔ میں نے کہا حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی بارگاہ میں یہ ٹوپی وہی پہنتے ہیں جنہیں اجازت ہو۔ دربار شریف حاضر ہوا تو حضور نے اپنے سرہانے کے نیچے سے ایک ٹوپی نکال کر دی۔ میں نے پوچھا حضور کسے دینا ہے؟ فرمایا "سر تے پا لے ہور کنھوں دینی اے" (یعنی سر پر پہن لو اور کسے دینا ہے)"۔

۲۵۔ غلام سرور گھمن صاحب فرماتے ہیں:۔

"۱۹۶۹ء میں سالانہ عرس مقدس کے نورانی موقع پر حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی غلامی سے مشرف ہوا۔ اسی وقت سے میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش وقت پر میری شادی حضور خود کرائیں، آپ جو رشتہ بھی تجویز فرمائیں گے، مجھے قبول ہو گا خواہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ ۱۹۸۳ء میں حضور نے خود میری شادی کرائی (یعنی اشارہ حضور کی طرف سے تھا اگرچہ بظاہر مہتمم صوفی محمد علی صاحب نقشبندی تھے)"۔

۲۶۔ عباس علی سالک صاحب اپنی دیرینہ تمنا کے پورا ہونے کا حال بیان کرتے ہیں:۔

"لڑکپن سے ایک آرزو تھی کہ جس بزرگ کی بھی بیعت کروں، اکیلا ہاتھ میں ہاتھ دوں۔ ۱۹۸۵ء میں سالانہ عرس کے موقع پر دربار شریف حاضر ہوا تو فیصلہ کرلیا کہ حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی غلامی مرے لئے فلاح دارین کا موجب ہو گی۔ یہ کھٹکا بھی برابر رہا کہ شاید قبول فرمائیں گے کہ نہیں۔ ۲۴ مئی ۱۹۸۷ء کو اپنے ماموں زاد بھائی شہباز احمد صاحب کو ساتھ لئے اسی مقصد سے حاضر ہوا۔ پہلے قیوم دورانی حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا اور پھر ڈرے سہمے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی آرزو ظاہر کی۔ فرمایا "ظہر تک یہیں ہو" عرض کیا "جو حکم ہو" ارشاد ہوا "جاؤ مسجد میں آرام کرو۔ پھر دیکھیں گے" میں اور بھی گھبرا گیا۔ دوبارہ شہنشاہ لاثانی علیہ الرضوان کی درگاہ میں دعا کے لئے حاضر ہوئے اور پھر مسجد میں آرہے۔ دل بیتاب تھا اور آنکھیں پرنم۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ خواجہ دلنواز نے بلالیا اور اکیلے ہاتھ میں ہاتھ لے کر تذبذب بھی دور کر دیا اور دیرینہ آرزو بھی پوری کردی۔ یاد رہے دوسرے بہت سے لوگوں کو حضور پرنور نقش لاثانی قدس سرہ نے اجتماعی بیعت کا شرف بخشا"۔

۲۷۔ اب مجھ سے بھی آپ بیتی سنئے:۔

"فروری ۱۹۷۶ء کی بات ہے فیصل آباد میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضری مقصود تھی۔ دو دوست بھی ساتھ جارہے تھے۔ قبلہ صوفی محمد علی صاحب نقشبندی نے

فرمایا "دھوبی نے تیرے کپڑے تیار کر دیئے ہیں۔ لہٰذا لے آ اور پہن کر جا"۔ دکان پر جاتے ہوئے ذہن میں خیال آیا غلام اپنے آقا کی بارگاہ میں حاضر ہو تو عجز و انکسار سے حاضر ہونا چاہیے ' ظاہری ٹھاٹھ باٹھ خلاف ادب ہے۔ چنانچہ میں کپڑے لے آیا مگر انہیں پہنا نہیں بلکہ اپنے میلے کچیلے لباس میں حاضر خدمت ہوا۔ ہم تین تھے اور اس بار تینوں پر ایسی نوازشات فرمائیں کہ دیکھنے والے حیران تھے گویا آقا کو معلوم تھا کہ یہ محض غلامی کے حوالے سے آئے ہیں لہٰذا انہیں آقا بن کر دکھانا چاہیے"۔

۲۹۔ اس سے بھی پہلے یعنی ۱۹۵۶ء یا ۱۹۵۷ء کا ذکر ہے جب یہ سگ بارگاہ (آسی) ایف۔ اے کا طالب علم تھا۔ دسمبر کی تعطیلات ہوئیں تو دربار شریف سلام عرض کر کے گھر (واقع پھگواڑی تحصیل شکر گڑھ) جانے کا پروگرام بنا۔ ایک ہم جماعت جو مسلکاً دیوبندی تھا' بھی ساتھ ہو لیا۔ میں نے دست بوسی کے بعد قدم بوسی بھی کی۔ حضور نے نہ روکا وہ دست بوسی کے بعد قدم بوسی کے لئے جھکنے لگا تو حضور نے روک دیا (اور اسے اس شرف سے محروم رکھا۔) اگلے دن ہم ٹرین سے شکر گڑھ جا رہے تھے تو اچانک بولا "آخر قدم بوسی کا کیا ثبوت ہے؟ میں نے کہا یہ تو بعد کی بات ہے تاہم اس سوال سے ایک الجھن ختم ہو گئی۔ میں رات ہی سے سوچ رہا تھا آخر انہیں قدم بوسی کی اجازت کیوں نہ ملی۔ اب معلوم ہوا کہ چونکہ اسے ناجائز سمجھتے تھے اور حضور آپ کے دل کی کیفیت سے آگاہ تھے لہٰذا اس سعادت سے بے بہرہ کر دیا۔ کم از کم یہ تو ظاہر ہو گیا کہ اللہ والے دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں جیسا کہ بزرگان دین نے فرمایا ہے رہ گئی قدم بوسی کی دلیل تو کئی احادیث و روایات اس پر شاہد ہیں۔

۳۰۔ اس حقیقت کا تجربہ بہت سے لوگوں کو ہے حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی کبھی بعض یاران طریقت کے پاس اپنی تشریف آوری کا کوئی دن مقرر فرما لیتے اور یوں بہت سے احباب شاد کام ہو رہے ہوتے تو ایسے موقع پر بعض لوگ مصلحتاً بھی تاریخ مانگتے یعنی دوسروں کی طرح اپنی عقیدت ظاہر کرتے (حالانکہ ان کے دل میں کئی مجبوریاں بھی ہوتیں) تو حضور ان کے دل کی کیفیت کے مطابق جواب ارشاد فرماتے مثلاً زبانی دعوت کے باوجود اگر دل میں یہ خیال ہوتا کہ اگر حضور تشریف لائے تو اتنے درویشوں کے ٹھہرانے کا انتظام کیسے ہو

گا تو حضور جواباً یوں فرماتے "بھئی اتنے درویشوں کو کیسے سنبھالو گے"۔ اگر کسی کے ذہن میں جانوروں کے چارے کا مسئلہ ہوتا تو حضور فرماتے چارہ کون لائے گا؟ اس قسم کے واقعات عام تھے یعنی جس انداز میں کوئی تنہائی میں سوچ رہا ہوتا یا اپنے دوست کے ساتھ خفیہ مشورہ کر رہا ہوتا۔ حضور عموماً اسی کے الفاظ اپنے مخصوص انداز میں اظہار فرمادیتے۔

۱۹۷۰ء میں جامع مسجد نور شکر گڑھ میں حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ کی صدارت میں محفل میلاد منعقد تھی۔ حضور کی تاکید سے علماء اونچی سٹیج پر بیٹھے ہوئے تھے اور خود آپ عوام کے ساتھ نیچے فرش زمین پر جلوہ افروز تھے۔ اس زمانے میں بسوں کی یہ کثرت نہیں تھی ۔میں سٹیج سیکرٹری کے طور پر کسی پروگرام کا اعلان کرنے تو سٹیج پر جاتا مگر پھر واپس حضور کے قدموں میں آجاتا۔ ایک بار سٹیج پر گیا تو حضرت مولانا سید احمد علی شمیم رحمتہ اللہ علیہ جو لاہور کے جید عالم دین اور سیدی حضور نقش لاثانی کے خلیفہ مجاز بھی تھے' نے مجھے کان میں فرمایا" اگر ابھی ابھی جلسے کے بعد میں ٹرین کے ذریعے لاہور چلا جاؤں تو راستے میں نیند پوری ہو جائے گی۔ صبح سویرے اپنے مطب میں موجود ہونگا اور یوں وقت بھی بچ جائے گا"۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو ارشاد عالی یوں تھا "اگر ابھی ابھی جلسے کے بعد شاہ صاحب ٹرین کے ذریعے لاہور چلے جائیں تو راستے میں نیند بھی پوری ہو جائے گی' صبح سویرے اپنے مطب میں بھی موجود ہوں گے اور یوں وقت بھی بچ جائے گا"۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسے واقعات ان گنت ہیں اور ہزاروں اشخاص سے پیش آچکے ہیں بلکہ حضور کی برکت سے آپ کو غلاموں کو بھی قدرت نے اس وصف سے نوازا تھا چنانچہ سنئے ۔

۳۱۔ چودھری محمد عالم صاحب (ایڈووکیٹ) ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:۔

"میرا ایک درویش کے ساتھ مدت سے اٹھنا بیٹھنا ہے۔ وہ اکثر حضور شہنشاہ لاثانی علیہ الرضوان کے علم لدنی کے واقعات بیان کرتے ہیں۔ مجھے ایک بار یونہی شک سا گزرا نجانے حضور نقش لاثانی کو علم لدنی حاصل ہے یا نہیں۔ اسی نیت سے دربار شریف گیا تو حضور نے لنگر شریف کے بعد مجھے اور میرے ہم سفر محمد الیاس چودھری کو اپنے وزیر اعظم حاجی مقبول

احمد مرحوم کے کمرے میں بھیج دیا۔ راستے میں خیال آیا حاجی صاحب سے چائے پیتے ہیں۔ کمرے میں داخل ہوئے ہی تھے کہ حاجی صاحب قبلہ نے چائے کی کیتلی اٹھالی اور دودھ لینے چل پڑے۔ چودھری صاحب نے ان کا ہاتھ تھام کر کہا "نہیں حاجی صاحب! نہیں، سخت گرمی ہے چائے نہیں پئیں گے"۔ حاجی صاحب نے فرمایا تم میں سے کسی کو پینی بھی ہے اور پھر حاجی صاحب چل دئے۔ میں حیران تھا کہ انہیں کیونکر میری خواہش کا علم ہو گیا۔ ان کی غیر موجودگی میں ہم نے کہا حاجی صاحب نے سخت گرمی کی بنا پر دری تہ کر کے الماری میں رکھ دی ہے۔ سردیوں میں بچھا لیتے ہوں گے۔ حاجی صاحب دس پندرہ منٹ کے بعد میں آئے اور آتے ہی دروازے کے باہر سے بولے۔ دری اس لئے اکٹھی کر کے الماری میں رکھ دی ہے کہ اسے زمینی اثرات (جن کا تعلق موسم گرما سے ہوتا ہے) خراب نہ کر دیں اور کوئی وجہ نہیں۔ میں حیراں تھا کہ قبلہ حاجی صاحب نے کیسے سن لیا تھا۔ اب اطمینان ہوا کہ حضور تو حضور آپ کے مخلص غلام بھی علم لدنی سے سرفراز ہیں۔

خدا کے نور سے وہ دیکھتے ہیں

حضرت امام رازی علیہ الرحمہ تفسیر کبیر سورہ کہف میں فرماتے ہیں

وَكَذَالِكَ الْعَبْدُ اِذَا وَاظَبَ عَلَى الطَّاعَاتِ بَلَغَ اِلَى الْمَقَامِ الَّذِيْ يَقُوْلُ اللّٰهُ كُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَبَصَرًا فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰهِ سَمْعًا لَهٗ سَمِعَ الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ بَصَرًا لَهٗ رَاَى الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ يَدًا لَهٗ قَدَرَ عَلَى التَّصَرُّفِ الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْبَعِيْدِ وَالْقَرِيْبِ

ترجمہ۔ اس طرح بندہ جب اطاعت کی پابندی کرتا ہے تو اس کو وہ مقام مل جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میں اس کے کان اور آنکھیں ہو گیا" تو جب اس کے جلال کا نور اس کے سننے کی قوت ہو گیا تو قریب بعید سے سن لے گا اور جب وہ نور اس کے دیکھنے کی طاقت بن گیا تو وہ نزدیک و دور دیکھے گا اور جب وہ نور اس کا ہاتھ بن گیا تو اس کو دور و نزدیک آسان اور مشکل میں تصرف کرنے کی قدرت مل جائے گی۔

اب آیئے ان تصریحات کی روشنی میں حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ کی وسعت نظر کا مطالعہ کریں۔ ذیل میں چند واقعات پیش خدمت ہیں۔ ان سے واضح ہو جائے گا کہ خداوند کریم نے انہیں ماضی، حال، مستقبل کا وسیع علم عطا فرمایا تھا اور نور خدا سے دیکھنے کی بنا پر اندھیرا اجالا اور آگے پیچھے ہونا انہیں یکساں تھا (یعنی جیسے اندھیرے میں دیکھتے تھے ویسے ہی اجالے میں اور جس طرح آگے ویسے ہی پیچھے کی چیزیں ان سے پوشیدہ نہیں تھیں) اگرچہ ایسے بہت سے واقعات اوپر بھی بیان ہو چکے ہیں (کیونکہ گھر سے چلتے وقت کی نیت جس شخصیت سے چھپی نہیں، ظاہر ہے اس سے دوسرے حقائق کب مخفی رہیں گے) تاہم مزید شواہد سے مزید اطمینان حاصل ہو گا

۱۔ **مرزا محمد طاہر بیگ** ولد مرزا عبدالغنی بیان کرتے ہیں:۔ "حضور نقش لاثانی قدس سرہ ہمارے ہاں موضع ایریاں میں تشریف لائے۔ رات اندھیری تھی اور نماز عشا ہونے ہی والی تھی۔ لوگ سلام و دست بوسی کر رہے تھے۔ میرے اباجی بیری کے درخت کے نیچے کھڑے

تھے حضور نے فرمایا "مرزا عبدالغنی یہاں سے آگے پیچھے ہو جاؤ یہاں کیڑے مکوڑوں کا ہجوم ہے"۔ صبح دیکھا تو واقعی وہاں حشرات الارض کا ایک بل تھا۔

۲۔ یہی صاحب راوی ہیں:۔ وصال شریف سے چند ماہ قبل کی بات ہے، میں نے خدمت والا میں عرض کیا "حضور مجھے بکری کے دو بچے چاہئیں ' ایک پالنے کے لئے اور دوسرا خریدنا چاہتا ہوں"۔ فرمایا "جو خریدنا چاہتے ہو اس پر ہاتھ رکھو"۔ آپ نے ایک شخص سے فرمایا "اس کی قیمت آنکو" اس نے اڑھائی سو روپیہ بتائی۔ میں نے عرض کیا حضور! دو تین دن کے بعد دوبارہ آؤں گا اور انہیں لے جاؤں گا۔ خیر حسب وعدہ حاضر ہوا اور قیمت پیش کی تو حضور نے پچاس روپے واپس دے دیئے۔ صبح روانگی کا پروگرام تھا مگر میں نے خیال کیا ناشتہ یہیں سے کر کے جاؤں گا۔ ورنہ راستے میں بھوک پریشان کرے گی اس لئے چارہ کاٹنے کھیتوں میں چلا گیا وہیں سے حضور نے بلا لیا "تمہیں تو جانا تھا ابھی تک یہیں ہو" نیز ایک کلو بھر رس دے کر فرمایا "راستے میں جہاں بھوک محسوس ہو کھا لینا" (بھوک کی مشکل بھی حل کر دی اور صبح سویرے روانہ کر کے سفر کی دھوپ سے بھی بچا لیا)

۳۔ مفکر ملت قبلہ صوفی محمد علی صاحب نقشبندی کا وہ خواب تفصیل سے بیان ہو چکا ہے:۔ جس میں حضور رحمت عالم وعالمیان ﷺ نے انہیں حضور نقش لاثانی کے حلیے میں اپنے دیدار سے نوازا تھا۔ وہ کچھ عرصہ بعد حضرت محمد یوسف صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی وساطت سے دامنگیر (بیعت) ہوئے مگر انہوں نے اپنا وہ خواب کسی سے بیان نہیں کیا تھا۔ بیعت کے بعد ایک بار حضور نقش لاثانی سے انہوں نے عرض کیا "حضور توجہ فرمائیں! مجھے سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ کی زیارت نصیب ہو"۔ فرمایا "توجہ اس کے لئے کی جاتی ہے جس پر پہلے کرم نہ ہو" (گویا چمن والا خواب حضور نقش لاثانی سے پوشیدہ نہیں تھا)

۴۔ حضرت مولانا عبدالخالق صاحب دیپالپوری بیان کرتے ہیں:۔ "سردیوں کا موسم تھا کہ میں ایک دن عصر کے وقت دربار شریف حاضر ہوا۔ صبح سویرے حضور

نقش لاثانی قدس سرہ نے فرمایا "مولوی صاحب فوراً گھر پہنچو" میں کچھ سست تھا تو دوبارہ فرمایا "مولوی صاحب خود جاؤ گے یا پولیس کے ذریعے جانا چاہو گے؟ فوراً نکلو اور ادھر ادھر جانے کی بجائے سیدھے گھر جاؤ"۔ میں حسب الارشاد چل پڑا مگر راستے میں سخت پریشان رہا کہ نجانے مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی ہے۔ اوکاڑہ پہنچا تو دیکھا میرا عمزاد میری تلاش میں ہے۔ اس کی زبانی معلوم ہوا کہ تایا جان آج ہی فوت ہوئے ہیں اور ان کی وصیت کے مطابق مجھے نماز جنازہ پڑھانا ہے۔ اب دربار شریف سے نکالے جانے کی حکمت سمجھ میں آئی۔ چند روز بعد دوبارہ دربار شریف حاضر ہوا تو فرمایا "مولوی صاحب اس روز تم پریشان ضرور ہوئے ہو گے مگر۔۔۔۔۔"

۵۔ صوفی محمد عارف صاحب تتلا راوی ہیں:۔ "بھٹو دور کی بات ہے میں اور ایک حاجی صاحب حاضر دربار ہوئے۔ واپس روانگی کی اجازت لینا چاہی تو فرمایا "ٹھہریں بس نہیں ملے گی" ہم نے عرض کیا "حضور! بہت بسیں چلتی ہیں" چنانچہ اجازت لے کر لاہور آئے تو معلوم ہوا شاہ خالد کی آمد ہے اور بسیں بند ہیں۔ بہت پریشانی اٹھانا پڑی اب حضور کے ارشاد کی سمجھ آئی"۔ (ایسے واقعات بھی بہت زیادہ ہیں)

۶۔ نمبردار غلام محمد صاحب بیان کرتے ہیں:۔ "ایک بار حضور فیصل آباد تشریف رکھتے تھے میں بھی حاضر ہوا اور میرے ساتھ ایک اور دوست بھی تھا۔ اگلے دن واپسی کی اجازت مانگی تو حضور کی چشم مبارک میں آنسو آ گئے۔ فرمایا "جاؤ مگر چلتی بس میں سوار نہ ہونا (یعنی اڈے میں جو بس کھڑی ہو گی اس پر بیٹھنا) ہم جب اڈے پر پہنچے تو ایک بس روانہ ہو چکی تھی۔ ہمیں دیکھ کر ڈرائیور نے اسے روک لیا مگر مجھے سرکار والا تبار کا فرمان یاد آگیا۔ ہم سوار ہو کر دوبارہ اترے اور بعد میں چلنے والی بس جو ابھی کھڑی تھی میں بیٹھ گئے۔ راستے میں جا کر دیکھا تو پہلی بس حادثے کا بری طرح شکار ہو چکی تھی اور بہت سا جانی نقصان ہو چکا تھا۔ خود ہم نے بہت سی لاشوں کو سڑک کے دونوں کناروں پر بکھرا ہوا دیکھا)"

ذرا خیال فرمایئے نظر دیکھ رہی تھی کہ چودھری صاحب جب اڈے میں پہنچیں گے' ایک

بس چل رہی ہوگی اور یہ بھی کہ وہ حادثے کا شکار ہو جائے گی۔

۷۔الحاج شیخ ذوالفقار علی صاحب (فیصل آباد) فرماتے ہیں:۔ "اپریل ۱۹۸۴ء کے آخری ہفتے میں دربار شریف حاضر ہوا۔ واپسی کی اجازت کے وقت حضور نے میرے ڈرائیور ملک محمد صابر سے پوچھا "ملک صاحب! کس راستے سے جاؤ گے؟" وہ بولے "حضور ننڈی پور کے راستے سے آئے ہیں وہ ٹھیک نہیں اب ستراہ والا راستہ اختیار کریں گے" فرمایا "شام سر پر ہے۔ جلدی چلنا چاہیے"۔ گوجرانوالہ کے قریب تلونڈی موسیٰ خاں میں سیم پل زیر تعمیر تھا۔ ادھر اندھیرا، پھر گاڑی کی رفتار تیز ذرا اور آگے بجری۔ گاڑی بجری کے ڈھیر پر چڑھی پھر اچھل کر پل کے درمیانی بیم سے ٹکرائی پھر سیم نالے کی دلدل میں گر کر ٹیڑھے رخ کھڑی ہو گئی میرے دو ملازم محمد اسلم محمد امین اور بیٹا احمد رضا گاڑی میں تھے مگر نیم بیہوش۔ گاڑی میں پانی بھر گیا ڈرائیور نے باہر چھلانگ لگا دی تاکہ اسے سیدھا کر سکے۔ یہاں ایک جنگلی کیکر تھا جس کے کانٹے پانی کی تہ میں بکھرے ہوئے تھے۔ ڈرائیور جونہی نکلا پاؤں چھلنی ہو گئے۔ خیر گاڑی کو سیدھا کیا گیا ہر شخص کا یہی گمان تھا کہ اس کا انجن تباہ ہو گیا ہے۔ گاؤں سے دو ٹریکٹر بھی آگئے ایک روشنی کے لئے، دوسرا اسے کھینچنے کے لئے۔ قریب ہی پٹرول پمپ تھا وہاں گاڑی دھونے پر سٹارٹ کی تو الحمد للہ سٹارٹ ہو گئی آہستہ آہستہ اسے چلاتے نماز فجر کے وقت گھر فیصل آباد پہنچ گئے۔ اسی وقت سیالکوٹ سے ایک برادر طریقت کا فون آگیا اس نے بتایا کہ رات آتے وقت ہمیں حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے تاکید کی تھی "صبح سویرے بابو جی سے گھر کی خیر خیریت دریافت کر لینا"۔ میں نے خوشی اور غم کی ملی جلی کیفیت میں رات کا واقعہ عرض کیا اور کہا حضور ہی کی برکت سے بچے ہیں اور وہ سب کچھ جانتے ہیں۔ تاہم ابھی جائیں اور شکریہ ادا کریں۔ ہم بھی دو چار دن تک خدمت بابرکت میں پہنچ جائیں گے۔

دوسرے ہفتے بڑے بیٹے مزمل رضا اور بھائی حاجی افتخار علی کو ساتھ لے کر اسی راستے دربار شریف حاضر ہوئے۔ اس ماحول کو انہوں نے آنکھوں سے دیکھا (یعنی بجری، پل سے ٹکراؤ، درخت سے ٹیڑھا رک جانا پھر جانی و مالی نقصان کا نہ ہونا) تو انہیں یقین کرنا مشکل تھا

۸۔ صوفی محمد رفیق صاحب (اوڈرہ تحصیل شکر گڑھ) محکمہ زراعت کے بورنگ ونگ میں ملازم ہیں، اپنا قصہ سناتے ہیں:۔ "میں ایک دفعہ رِگ مشین پر کام کر رہا تھا کہ تیس بتیس فٹ کی بلندی سے گر پڑا۔ نیچے پائپ تھے۔ دیکھنے والوں کو میرے بچنے کی امید نہیں تھی مگر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے مجھے پکڑ کر اتارا ہے۔ پھر بھی کچھ چوٹیں آگئیں۔ میں نے بے ہوشی ہی میں مسکراتے ہوئے عرض کیا "حضور ان چوٹوں سے بھی بچا لیتے تو اور بھی اچھا ہوتا"۔ ہمارے افسر حاجی زمان صاحب تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے بھی کہا تھیں نے سفید لباس میں ملبوس ایک شخص کو یہاں دیکھا جو رفیق کو سنبھالے ہوئے تھا مگر پھر وہ نظر نہیں آیا"۔ مجھے لاہور کے ایک ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ ڈاکٹروں کے نزدیک میری ٹانگیں ناکارہ ہو چکی تھیں مگر ان سے چھٹی لے کر دربار شریف میں آگیا اور حضور کے سامنے چٹائی پر لیٹا رہتا۔ ایک دن حضور نے فرمایا "ذرا تھوڑا بہت چلا پھرا کرو" میں حسب الارشاد دو چار قدم چلا اگلے دن اور کوشش کی۔ چلنے پھرنے میں قد سیدھا نہیں ہوتا تھا ایک دن فرمایا سیدھے چلو اب یہ توفیق بھی مل گئی"۔

۹۔ صوفی غلام علی صاحب نشتر آباد راوی ہیں:۔ "ایک بار حضور نقش لاثانی قدس سرہ علاقہ ہیڈ مرالہ کے تبلیغی دورے پر تھے۔ میں حاضر خدمت ہو کر نشتر آباد تشریف لے جانے کے سلسلے میں عرض گزار ہوا تو فرمایا "کل اگوکی کے عرس کے بعد انشاء اللہ"۔ ایک دن پہلے میری اپنے چچا زاد بھائی مختار صاحب کے ساتھ حضور کے ناشتے کے بارے میں تکرار ہو چکی تھی۔ اگوکی ہم دونوں بھائی حاضر ہوئے تو حضور ہمیں باہر لے گئے۔ مجھے اپنی چادر مبارک اور عصا پکڑا دیا اور مختار صاحب کو پانی کا لوٹا۔ وہیں حضور نے نہایت ہی بندہ نوازی کے ساتھ ہم دونوں کو ایک ایک وقت عطا فرمایا اور گویا اپنے عمل سے ظاہر کر دیا کہ ہمارا جھگڑا حضور سے پوشیدہ نہیں تھا"۔

۱۰۔ یہی صوفی صاحب ایک اور واقعہ سناتے ہیں:۔ "چند سال قبل ہمارے گاؤں

(نشتر آباد) کا ایک نوجوان نذیر بس کے نیچے آکر فوت ہو گیا۔حضور (وزیر آباد تا چورہ شریف) جاتے ہوئے ہمارے ہاں حسب دستور عرس آگو کی کے بعد تشریف لائے تو میرے چچا زاد بھائی ماسٹر محمد حنیف کے ہاں بیٹھ کر نذیر مرحوم کے لئے فاتحہ پڑھ دی۔ پھر کار میں بیٹھ کر ایک بھینس دیکھنے کے لئے ایک کنوئیں پر تشریف لے گئے۔ وہیں سے وزیر آباد کا پروگرام طے تھا نذیر مرحوم کے بھائی سردار نے اعتراض کیا کہ حضور کو نذیر کے گھر جا کر فاتحہ پڑھنی چاہیے تھی۔ نیز گاؤں کے لئے بھی دعا نہیں فرما گئے۔ آپس میں یہ باتیں کچھ تلخ لہجے میں ہو رہی تھیں۔ حضور کی کار واپس آتی دکھائی دی۔ اب حضور نے نذیر مرحوم کے گھر تشریف لے جا کر فاتحہ پڑھی پھر باہر آکر فرمایا "آؤ گاؤں کے لئے بھی دعا کریں" پھر وزیر آباد تشریف لے گئے۔ بعد میں سردار کہنے لگا حضور نے میرے دونوں اعتراضات خود رفع کر دیئے اب میری زبان بند ہو گئی ہے"۔

۱۱۔ چودھری طالب حسین آف جڑانوالہ بیان کرتے ہیں:۔ "ایک دفعہ کا ذکر ہے ہم (میں، رانا مختار، حاجی رشید وغیرہ) احباب دربار شریف جا رہے تھے۔ گاڑی بہت تیز رفتار تھی۔ مخالف سمت سے ریڑھا تانگہ بھی تیزی سے آ رہا تھا۔ چنانچہ تصادم ہو گیا اور ریڑھے کا ایک بام بھی ٹوٹ گیا۔ ہم سخت ہراساں تھے مگر ہم میں سے کسی کو چوٹ تک نہیں آئی۔ دربار شریف حاضر ہوئے تو حضور نے میرے کان میں فرمایا "چودھری صاحب کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی" عرض کیا "آپ کی توجہ تھی۔ اللہ نے فضل فرمایا۔ کوئی نقصان نہیں ہوا"۔

۱۲۔ بابو عبد الرشید صاحب (وسن پورہ لاہور) راوی ہیں:۔ "میرے بھائی کو کوئی ہوائی چیز تنگ کرتی تھی۔ بہت علاج معالجے کے بعد بھی افاقہ نہ ہوا تو حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں دربار شریف حاضر ہوئے۔ حضور نے فرمایا "نماز پڑھا کرو انشاء اللہ آرام ہو جائے گا" (چنانچہ ارشاد عالی کے مطابق سالہا سال گزرنے کے بعد بھی خیر و عافیت ہے) واپسی کی اجازت دے کر گھر تشریف لے گئے مگر چند لمحوں میں ہی واپس آکر مجھ

سے مخاطب ہو کر فرمایا "جب تک میں نہ کہوں' ہرگز نہ جانا" ابھی پانچ منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ تیز بارش آ گئی اور بڑے وزنی اولے پڑنے شروع ہو گئے۔ فرمان کے وقت آسمان بالکل صاف تھا اور دور دور تک بادل کا نام و نشان نہیں تھا۔ آدھ گھنٹہ بعد بارش تھم گئی' حضور نے اجازت مرحمت فرمائی اور ہم با امن وسکوں پہنچ گئے"۔

۱۳۔ حافظ محمد ابراہیم صاحب آڑھتی (چک جھمرہ) کی روایت یوں ہے:۔
" ایک دفعہ بندہ اور مہردین منیم دربار شریف حاضر ہوئے۔ چند گھنٹے آپ کی خدمت میں گزارے۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ شکر گڑھ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ ہم نے سوچا کہ حضور تشریف لے جا رہے ہیں تو ہم بھی رات گوجرانوالہ میں اپنے رشتہ داروں کے پاس گزار لیتے ہیں۔ آپ سے اجازت طلب کی تو فرمایا "رات یہیں ٹھہرو۔ صبح چلے جانا۔ اب ہرگز نہ جانا"۔ چنانچہ ہم صبح ناشتہ کر کے گوجرانوالہ کو روانہ ہوئے تو راستے میں دیکھا پسرور سے کچھ آگے پانی ہی پانی ہے' یہ بھی معلوم ہوا کہ بسیں کل صبح سے یہاں کھڑی ہیں۔ آج پانی کچھ کم ہے تو چلی ہیں۔ اب کھلا کہ حضور نے دربار شریف میں کیوں رکھا تھا"۔

۱۴۔ یہی حافظ صاحب فرماتے ہیں:۔ "کافی عرصہ ہوا عرس مبارک کے موقع پر نعت خوانی اور وعظ ہو رہا تھا کہ بادل گہرا ہو گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا "جلدی ختم شریف پڑھ لیں" لہذا ۱۱ بجے ہی ختم شریف پڑھ لیا گیا۔ آپ نے نماز فجر کے بعد اعلان کیا "سب لوگوں کو اجازت ہے' اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ اسی ارشاد پر بہت سے لوگ بارش میں چل پڑے۔ ریلوے اسٹیشن سے جو گاڑیاں سیالکوٹ اور لاہور کو روانہ ہوئیں' وہ آخری تھیں۔ اس کے بعد سترہ دن گاڑیاں اور بسیں بند رہیں۔ بحمدہ تعالی ہم ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے تعمیل حکم سے فائدہ اٹھایا اور وقت پر آسانی سے اپنے اپنے گھر پہنچ گئے"۔

۱۵۔ یہی بزرگ راوی ہیں:۔ "ایک دفعہ ہم دربار شریف حاضر ہوئے تو واپسی کی اجازت ایک گھنٹہ دیر سے ملی۔ فکر تھی کہ کہیں گاڑی نہ نکل جائے' مگر اسٹیشن پر پہنچے تو گاڑی ایک گھنٹہ لیٹ تھی"۔

۱۶۔ جناب الحاج محمد دین صاحب (لاہور) اپنی آپ بیتی سناتے ہیں:۔ "جون ۱۹۸۴ء میں والدہ محترمہ انتقال فرما گئیں۔ چہلم کی تاریخ لینے کے لئے حاضر ہوا تو معلوم ہوا حضور نقش لاثانی قدس سرہ وہاڑی تشریف لے جا رہے ہیں۔ پروگرام یہ تھا کہ سب ہمراہی نماز فجر کے بعد حاضر ہو جائیں گے اور یوں ٹھنڈے ٹھنڈے سفر کا آغاز ہو جائے گا۔ حسب ارشاد سب دوست حجرے کے باہر جمع تھے مگر حضور نے اندر سے کنڈی لگائی ہوئی تھی۔ سورج طلوع ہوا تو دوستوں کے اصرار پر آہستہ دبے پاؤں حجرہ مقدسہ کے قریب آیا ہی تھا کہ اندر سے خود بخود ارشاد ہوا "اس کی بات نہ سنوں؟ ابھی آ جاتا ہے، پھر چلتے ہیں"۔ تقریباً آدھ گھنٹہ بعد میں بھی حاضر ہو گیا تو دوستوں نے کہا کہ جلدی جلدی حاضر خدمت ہو جاؤ کیونکہ تمھاری وجہ سے جانے میں دیر ہو رہی ہے۔ میں ساتھ کے کمرے میں بیٹھ گیا تو دروازے کی کنڈی کھل گئی اور خود حضور بنفس نفیس اسی کمرے میں تشریف لے آئے اور فرمایا پہلے فاتحہ پڑھ لو'۔ پھر ارشاد ہوا تم اپنے پروگرام کے مطابق چہلم کر لو۔ میں اپنی ماں کا ختم بعد میں کر لوں گا'۔ میں لاہور تک ساتھ ہی آیا۔ شاہ نور میں پانی پینے کے بعد فرمایا 'تم سیدھے چلے جاؤ' ہو سکتا ہے کوئی مہمان آیا ہو' میں گھر پہنچا تو ٹھیک پندرہ منٹ بعد سے مہمانوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی اور یکے بعد دیگرے قریباً تیرہ آدمی تعزیت کے لئے آئے"۔

۱۷۔ مولانا صوفی شوکت علی عاجز بیان کرتے ہیں:۔ "حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا تو آداب شیخ طبیعت پر غالب آ گئے۔ گھر میں بیٹھے 'باہر نکلتے' غرض ہر حال میں کوشش یہ تھی کہ دربار شریف کی طرف پیٹھ نہ ہو۔ انھی دنوں ایک رات حضور خواب میں تشریف لائے اور مجھے اشارے سے بلایا۔ خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا "میری طرف اپنی پیٹھ نہ کیا کرو" فوراً بیدار ہوا تو واقعی پیٹھ دربار شریف کی طرف تھی"۔

گویا حضور میرے طرز ادب سے آگاہ تھے اور اس کی مزید پابندی میرے لئے باعث کشائش

تھی۔ (کیونکہ اسی ادب سے انسان ادبِ رسولِ کریم ﷺ کی راہ میں کامیاب ہوتا ہے)

۱۸۔ انھی سے مروی ہے:۔ "ایک دن حضور مغرب کی نماز باجماعت میں کھڑے نیت باندھ رہے تھے کہ رک گئے۔ اس اثناء میں ایک شخص شریک جماعت ہونے لگا تو فرمایا "پہلے وضو تو کر آؤ"۔ چنانچہ وہ گیا اور وضو کر کے نماز میں شامل ہوا۔ گویا اس نمازی کو بھی اپنے بے وضو ہونے کی خبر نہیں تھی اور حضور نقش لاثانی قدس سرہ اس حال سے آگاہ تھے"۔

۱۹۔ مرزا مشتاق احمد ولد مرزا چراغ دین کا بیان سنئے:۔ "ہم ٹیوب ویل لگانا چاہتے تھے۔ حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی 'حضور ہم فلاں کھیت میں ٹیوب ویل لگانا چاہتے ہیں' ازراہ کرم ارشاد فرمایا جائے کہ درمیان میں لگائیں یا کھیت کے کونے میں'۔ حضور نے وہیں فرمایا "مشرقی کونے میں"۔ چنانچہ خدا کے فضل سے بہت زیادہ پانی آیا۔ (گویا اپنے آستانے سے کئی میل دور کھیت بھی دیکھ رہے ہیں اور اس کی تہ کا پانی بھی)

۲۰۔ دسمبر ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ کے اختتام پر بھی بظاہر صورتحال امن وامان سے دور تھی اور ہر وقت یہ خدشہ رہتا تھا کہ اچانک پھر لڑائی نہ شروع ہو جائے۔ حافظ نذیر احمد (مسجد نور) شکر گڑھ نے مجھ سے فرمایا کہ حالات کی سمجھ نہیں آ رہی۔ کہیں ایسا نہ ہو جنگ شروع ہو جائے اور اپنا گھر بار خطرات میں گھر جائے۔ چلو دربار شریف حاضر ہو کر حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے پوچھ لیں۔ رات کو دربار شریف پہنچے' عرض کی "حضور اگر جنگ کا خدشہ ہو تو موضع بوعہ سے اہل کنبہ کو ضروری سامان سمیت فیصل آباد کی طرف منتقل کر دیا جائے"۔ ارشاد فرمایا "نہیں' جنگ کا کوئی خطرہ نہیں اور کہیں جانے کی ضرورت نہیں"۔

۲۱۔ بالکل یہی صورت حال جنوری ۱۹۸۷ء (یعنی حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے سن وصال میں پیش آئی۔ پاک فوج سرحدی علاقے میں پھیل گئی تھی اور جنگ کے خطرات بری طرح سے منڈلا رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے جنگ کا چھڑنا ٹھہر گیا ہے' صبح چھڑے

یا شام چھڑے'

لوگ سخت پریشان تھے اور سابقہ جنگ کے اچانک شروع ہونے پر جو نقصانات ہوئے تھے' ان کے پیش نظر دن رات اپنے افراد کنبہ' مال مویشی اور مال و زر محفوظ مقامات پر بڑی تیزی سے منتقل کر رہے تھے۔ حال یہ تھا کہ کسی نے ٹرک پر سامان رکھا تو ڈرائیور اسے لے اڑا' کسی کے بال بچے اغواء کر لئے گئے' کوئی مال مویشی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اسی اجتماعی سراسیمگی کے عالم میں میں نے' چودھری غلام محمد صاحب نمبردار اور صوفی محمد حسین نعت خوان نے الگ الگ حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے پوچھا تو ارشاد ہوا "یہ جنگ نہیں ہو گی' بالکل پریشان نہ ہوں اور ہرگز کہیں منتقل ہونے کی ضرورت نہیں ہے"۔ چنانچہ جنگ بھی ٹل گئی اور ادھر ادھر منتقل ہونے سے جو نقصانات ہو رہے تھے' ان سے بھی محفوظ رہے۔ (اور جس جس نے ہم سے پوچھا ہم بھی یہی اعلان کرتے رہے' یوں کئی اور لوگ بھی پریشانی سے بچ گئے)

۲۲۔ حافظ نذیر احمد صاحب کا نام آیا تو کئی واقعات نظروں کے سامنے پھرنے لگے۔ ایک بار یہ اور مولانا محمد صدیق صاحب عتیق (جو ان دنوں مسجد نور شکر گڑھ میں خطیب تھے) دونوں حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض یہ کرنا تھا کہ بعض لوگ مسجد کو تحویل اوقاف سے نکالنا چاہتے ہیں۔ حضور جلال میں تھے اور انہیں بغیر بات سنے واپس بھیج دیا گیا۔ کچھ دنوں بعد حافظ صاحب دربار شریف میں حاضر ہوئے تو حضور بڑی شفقت سے پیش آئے' یہ تسلی دی کہ کچھ نہیں ہو گا۔ چنانچہ مسجد تقریباً تحویل سے نکل چکی تھی کہ صورت حال بدل گئی۔ یاد رہے کہ حضور نقش لاثانی سے اوقاف کا ذکر نہ پہلی بار ہوا اور نہ دوسری بار۔

۲۳۔ زمانے کو حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی نظر کتنی تفصیل اور گہرائی سے دیکھتی تھی' اس کا حیرت انگیز مشاہدہ اس وقت ہوتا تھا' جب دربار شریف میں خواص و عوام کا ہجوم ہوتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ان شدید مصروفیت کے اوقات میں بھی کسی کا ظاہر و باطن آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ (اور یہ وصف اتنا نمایاں تھا کہ غیر جانبدار لوگ بھی جو حضور انور

کی طبع مبارک سے کچھ آشنا تھے' اعتراف کرنے پر مجبور تھے)۔ چنانچہ صوفی عبد الستار فرماتے ہیں کہ ایک بار عرس شریف کے دن میں علی پور سیداں (گاؤں) کی ایک مسجد میں نماز پڑھنے چلا گیا تو برادری کے بعض لوگ آپس میں حضور کی اس "خبرداری" پر تبصرہ کرتے ہوئے کہہ رہے تھے "آج لاکھوں کا ہجوم ہے مگر انہیں (یعنی حضور نقش لاثانی قدس سرہ) کو آج بھی مثلاً معلوم ہے کہ مکان کے فلاں گوشے میں کسی مرغی نے انڈا دیا ہے' اور حقیقت ہے کہ اس کے ان گنت شواہد موجود ہیں۔ مثلاً ایک بار میں (سگ بارگاہ آسی) اور یہی حافظ نذیر احمد صاحب دربار شریف کے لئے روانہ ہوئے۔ ان دنوں عرس مقدس کی تیاری کے سلسلے میں تعمیراتی پروگرام بڑی تیزی سے زیر عمل تھا اور حویلی میں ہر روز ایک کمرے کی تکمیل ہوتی تھی۔ حافظ صاحب نے اس صورت حال کے پیش نظر راستے میں فرمایا "آج اتنی مخلوق اکٹھی ہوگی' ہمیں کون پوچھے گا"۔ میں نے عرض کیا "انشاء اللہ' آج بھی حضور ہماری نیت سے آگاہ ہیں اور ہماری طرف متوجہ ہیں"۔ دربار شریف حاضر ہوئے تو مغرب کی اذان ہونے لگی۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا "کاش حضور تشریف لے آئیں اور خود ان معماروں اور مزدوروں سے کام چھوڑ کر نماز پڑھنے کا تاکیدی حکم صادر فرمائیں"۔ ادھر یہ آرزو پیدا ہوئی ادھر حضور تشریف لے آئے اور بالکل انھی الفاظ میں جو دل میں آئے تھے' ارشاد ہوا "سب کام چھوڑ دو' وضو کرو اور مسجد میں پہنچ کر نماز ادا کرو"۔ نماز کے بعد حضور نے خود ہاتھ میں پانی کی بالٹی لی اور ایک دوسرے دوست کو پانی چھڑکانے کا طریقہ سکھایا۔ مجھے یقین تھا کہ دراصل مجھے سمجھایا جا رہا تھا۔ میں نے بالٹی لی اور سنتِ شیخ پر عمل کیا۔ لنگر تقسیم ہونے لگا تو میں کھانے والوں میں بیٹھ گیا۔ مگر بیٹھتے ہی دل میں خیال آیا "کاش! حضور مجھے بھی کھانا یا پانی تقسیم کرنے کا حکم دیں"۔ اس سے پہلے مجھے کبھی اس سعادت سے نہیں نوازا گیا تھا بلکہ اگر کبھی ایسا ارادہ بھی کیا تو حضور بٹھا دیتے تھے اور فرما دیتے تھے 'اسے کس نے کھڑا کیا' کہیں برتن ہی نہ گرا دے'۔ آج صورت حال مختلف تھی' حضور نے آواز دی "محمد حسین کہاں ہے" سوچا' کئی محمد حسین ہیں' نہ جانے کس کی قسمت جاگ رہی ہے'۔ ایک دو بار نام

لیا تو میں نہ اٹھا۔ پھر فرمایا "آئی کہاں ہے"۔ اب ارشاد واضح تھا۔ اٹھا تو فرمایا "دیکھو جسے کھانا کھلانا تھا' وہ خود کھانے والوں میں بیٹھ گیا ہے"۔

۲۴۔ ایک دفعہ عرس مقدس کے موقع پر عصر کی نماز کے بعد جب لنگر تقسیم ہونے والا تھا اور لوگ جوق در جوق لنگر خانے کی طرف جا رہے تھے' میں اور صوفی محمد علی صاحب نقشبندی مسجد کے ایک کونے میں بیٹھے امام کے انتخاب پر تبادلہ خیالات کر رہے تھے۔ صوفی صاحب فرما رہے تھے کہ امام کوئی اور ہونا چاہیے اور مجھے ان سے اختلاف تھا۔ اسی بحث کے دوران حضور نے لنگر خانے سے ہمارے پاس ہی فرمان بھیجا کہ مغرب کی نماز مولانا محمد قاسم صاحب پڑھائیں گے۔ (یعنی صوفی صاحب کی حمایت میں سرکاری فیصلہ ہو گیا)

۲۵۔ بہاولپور کے ایک تبلیغی دورے میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ چودھری مظفر احمد صاحب صدر بزم لاثانی ضلع بہاولپور کے ہاں رات تشریف فرما رہے۔ صبح مجھے یوں محسوس ہوا جیسے یہاں سے ناشتہ کر کے سفر کا آغاز کریں گے۔ میں اس بارے میں اپنے ایک ساتھی سے باہر حویلی میں محو گفتگو تھا اور کہہ رہا تھا کاش حضور ابھی روانہ ہو جائیں اور ناشتہ ملتان چل کر کریں۔ ابھی یہ جملہ زبان پر ہی تھا کہ حضور کا ارشاد پہنچ گیا "فوراً تیار ہو جاؤ' ابھی جا رہے ہیں"۔

۲۶۔ دسمبر ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد کھانسی شدید صورت اختیار کر گئی۔ افراد کنبہ موضع بندو کے ضلع شیخوپورہ میں پناہ گیر تھے۔ وہاں بعض عزیزوں نے ایک ایم بی بی ایس ڈاکٹر صاحب سے میری طبی تشخیص کی تاریخ مقرر کر لی تھی۔ میں نے حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے اجازت چاہی تو فرمایا تشخیص بیشک کروا لینا مگر دوائی نہ لینا۔ مجھے اس ارشاد پر حیرت تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب تشریف لائے' چیک کیا اور نسخہ تجویز کیا' میں نے پوچھا' اس شربت میں الکحل تو نہیں؟ بولے "ضرور ہے مگر میں فتویٰ دیتا ہوں کہ علاج کے لئے الکحل استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ میں نے عرض کیا فتویٰ نہیں پوچھ رہا' یہی تحقیق مطلوب تھی کہ الکحل اس میں موجود ہے یا نہیں' اب راز کھلا کہ حضور نے دوائی کھانے سے کیوں روکا تھا۔

(حضور قبلہ عالم نقش لاثانی الکحل والی دوائی کو پسند نہیں کرتے تھے اور حضور کے زیر اثر اپنا بھی یہی حال تھا)۔

پھر ایک دو ہفتے بعد فرمایا "شکر گڑھ سول ہسپتال کے ڈاکٹر سے علاج کرا لے"۔ میں حیران تھا کہ عموماً ڈاکٹروں کی دوائیاں ایک جیسی ہوتی ہیں لہٰذا کیا اب انگریزی شربت الکحل سے پاک ہو گا۔ بہرحال حسب ارشاد ڈاکٹر صاحب سے طبی معائنہ کرایا اور جو نسخہ انھوں نے تجویز فرمایا۔ اس کے بارے میں بھی پوچھا "جناب کیا کوئی دوائی الکحل والی بھی ہے"۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا "نہیں نسخے کی ایک دوائی بھی الکحل والی نہیں ہے اور اگر کہیں الکحل شامل کرنا پڑے تو میں اس کی جگہ کوئی اور چیز شامل کر لیتا ہوں"۔

گویا حضور دربار اقدس میں تشریف فرما کر بھی شیخوپورہ اور شکر گڑھ کے ڈاکٹروں کو جانتے تھے اور ان کے طرز فکر و عمل کو بھی۔ اس لئے جسے الکحل سے "عقیدت" تھی اس سے دوائی استعمال کرنے سے منع فرما دیا اور جو "الکحل" سے بیزار تھا، اسے معالج ٹھہرایا گیا۔

چند روز مذکورہ دوائی استعمال کی تو بالکل تندرست دکھائی دینے لگا۔ ایک دن دربار شریف حاضر ہوا۔ تو پوچھا "دوائی زیر استعمال ہے؟" عرض کیا "جی ہاں! حضور"۔ فرمایا "اب چھوڑ دے"۔ میں نے وعدہ کر لیا مگر سوچا ایک دو خوراکیں باقی ہیں، یہ تو کھا لوں۔ ابھی ایک چمچہ ہی پیا تھا کہ کھانسی پھر سر اٹھانے لگی۔ چنانچہ دوائی چھوڑ دی تو کھانسی نے بھی چھوڑ دیا۔

۲۷۔ حاجی غلام نبی (نارووال) راوی ہیں:۔ "میں ۱۰ جولائی ۱۹۷۳ء کو نماز ظہر کے بعد حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی بیعت سے مشرف ہوا۔ پھر حضور سب حاضرین کو ساتھ لے کر حضور شہنشاہ لاثانی علیہ الرضوان کے روضہ مبارکہ کے ارد گرد گھاس کٹوانے تشریف لے آئے۔ نماز عصر باجماعت ادا کر لی تو مجھے فرمایا "جلدی گھر پہنچ جاؤ اور کسی کے روکنے سے بھی راستے میں مت رکنا"۔ چنانچہ حسب الارشاد میں نے سائیکل لی اور روانہ ہو گیا۔

راستے میں موضع چاندوکے کے ایک شخص منظور سے مجھے چار سو روپیہ لینا تھا مگر اب فرمان سن کر اسے گھر جا کر ملنے کا ارادہ بھی ختم کر دیا اور میں نے گاؤں سے باہر کا راستہ اختیار کیا۔ حضور کی برکت دیکھئے، پھر بھی اس سے راہ میں ہی ملاقات ہو گئی اور اس نے اپنا قرضہ بھی اتار دیا۔ ۸ بجے (شام) گھر پہنچا۔ کھانا کھانے کے بعد بیوی نے کہا "دوسرے محلے سے دائی کو بلا لائیے"۔ وہ بیچاری ۹ سے ۱۲ بجے تک پاس رہی مگر مسئلہ حل نہ ہوا۔ ڈھائی بجے دوبارہ اسے بلایا اور طلوعِ آفتاب سے پہلے مجھے چاند جیسا بیٹا مل گیا۔ قبل ازیں چار بیٹیاں ہی تھیں۔ حضور نے اس کا نام محمد بوٹا رکھا"۔

(یہ واقعہ حضور کی دور بینی، پیش بینی اور برکات بیعت کے ضمن میں بھی آسکتا ہے)

۲۸۔ یہی صاحب بیعت سے پہلے کا ایک واقعہ سناتے ہیں جس میں خواب کے ذریعے ایک غیبی اشارہ دیا گیا تھا:۔ "۱۵ جون ۱۹۷۳ء کو رات خواب میں حضور نقش لاثانی اپنے تین غلاموں سمیت جلوہ افروز ہو کر فرمانے لگے "غلام نبی تجھے کہا تھا کہ حج سے ہماری واپسی پر کراچی ہمیں ملنا اور تو لاہور تک بھی نہیں آیا۔ بے نصیب ہم خود تیرے گھر تجھے ملنے آگئے ہیں"۔ صبح اٹھ کر میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ آج گھر سے ہرگز نہ نکلنا ورنہ خیر نہیں۔ اگرچہ آقا موت کے منہ سے بچا گئے ہیں مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ مصیبت ضرور آئے گی، چنانچہ یونہی ہوا۔ اسی دن، ۲ بجے بوقت ظہر لکڑی چیرنے والے آلے سے میرے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا کٹ گیا۔ ("تکلیف" کی خبر میں نے لفظ بے نصیب سے اخذ کی تھی)"۔

۲۹۔ چودھری ظفر اللہ صاحب بیان کرتے ہیں:۔ "ہم نے موٹر لگوائی اور سارا دن اسے چلانے کی کوشش کرتے رہے مگر پانی نہ آیا۔ مایوس ہو کر دربار شریف حاضر ہوا اور حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے فریاد کی تو فرمایا "تمھاری موٹر نے بہت پانی نکالا ہے"۔ میں حیران تھا۔ گھر آکر معلوم ہوا کہ میرے بعد بھائی سخاوت علی نے موٹر چلائی، تو خوب پانی نکلا"

۳۰۔ انھی کا بیان ہے:۔ "ہماری بھینس بیمار ہو گئی اور اس کی گردن بہت پھول گئی،

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے چند لمحوں تک ختم ہو جائے گی۔ اس کے مرنے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی ہمت نہیں تھی' اس لئے باہر آ گیا۔ اب خیال آیا کہ دربار شریف کی حاضری بابرکت رہے گی۔ یہاں آکر التجائے کرم کی تو حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے فرمایا "تمھاری بھینس تو بالکل ٹھیک ہے"۔ گھر پہنچا تو بالکل یہی بات تھی"۔

۳۱۔ چوہدری محمد خان سے روایت ہے:۔ "ہماری بھینس بیمار ہو گئی۔ میں نے دربار شریف حاضر ہو کر التجا کی تو فرمایا "جاؤ! تعویذ لے لو"۔ تعویذ لے کر دوبارہ حاضر ہوا تو فرمایا "واپس دے آؤ"۔ اب اس کی کوئی ضرورت نہیں رہی' گھر پہنچا تو بھینس مر چکی تھی۔

۳۲۔ حافظ نذیر احمد صاحب بیان کرتے ہیں:۔ "ایک دفعہ میں گھر سے سیالکوٹ جانے لگا تو گھر والوں کو بتا دیا کہ واپسی پر رات دربار شریف رہوں گا۔ عصر کے قریب حضور کی خدمت میں پہنچ گیا۔ ختم خواجگان شریف سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا "جسے جانا ہے' مل لے"۔ میرا چونکہ رات رہنے کا ارادہ تھا' اس لئے خاموش رہا۔ مگر حضور اکثر جلالی انداز میں بھی اجازت کا اشارہ فرماتے رہے۔ کافی دیر کے بعد سمجھ آئی تو اجازت مانگی۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے نہایت شفقت سے فرمایا "جاؤ' اللہ رحم فرمائے"۔ گھر پہنچا تو معلوم ہوا میری اہلیہ میری روانگی سے پندرہ بیس منٹ بعد شدید تکلیف میں مبتلا ہو چکی تھی۔ گلی محلے کی خواتین' ان کے علاوہ احباب اور ڈاکٹر وغیرہ بھی سخت پریشان تھے۔ میرے آنے کے بعد بھی چھ سات گھنٹے یہی صورت حال رہی۔ آخر حضور کی دعا "اللہ رحم فرمائے" کی قبولیت کا ظہور ہوا اور رات کے ڈیڑھ بجے مصیبت ٹل گئی"۔

۳۳۔ صوفی محمد ابراہیم مرحوم (کوئٹہ) سنایا کرتے تھے:۔ "ایک بار مجھے دوسرے دفتر میں تبدیل کر دیا گیا۔ جس سے مجھے مبلغ پچاس روپے کا نقصان تھا۔ سفارشات سے بھی فائدہ نہ ہوا تو حضور شہباز قلندر علیہ الرحمتہ کے آستانے پر حاضری دی مگر کام پھر بھی نہ بنا۔ آخر دربار شریف کا رخ کیا اور حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں گزارش کی تو فرمایا "عزت بھی کوئی چیز ہوتی ہے"۔ اب جا کر چارج سنبھالا تو یہاں دو صد آدمی ماتحت تھے

۔ پہلے سال ہی مبلغ ایک صد پچاس روپے کا فائدہ ہوا اور اس دفتر سے اگلے سال سرکاری طور پر حج کی سعادت مل گئی۔

چند تصرفات

۱۔ بھائی محمد یوسف صاحب گمٹالوی بیان کرتے ہیں:۔ "حضور قبلہ عالم سرکار نقش لاثانی قدس سرہ کا ایک بھینسا میرے پاس تھا۔ بھائی محمد حسین ('گاڈی') حضور کا حکم لایا کہ اسے دربار شریف پہنچا دیا جائے۔ اسے لے کر چل پڑا تو راستے میں لوگوں نے مجھے خواہ مخواہ پریشان کرنے کی کوشش کی۔ میں نے دربار شریف کا نام لیا تو وہ اور بھی مشتعل ہو گئے۔ ایک دو نے مکا بھی رسید کر دیا مگر میں آگے بڑھتا رہا۔ وہ پانچ چھ آدمی تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے چیخ پکار شروع کر دی۔ بظاہر کوئی مارنے والا نظر نہیں آتا تھا مگر وہ دہائی دیتے رہے' چیختے رہے اور شور مچاتے رہے "ہائے مار دیا" میں دور تک ان کی یہ آوازیں سنتا رہا۔

دربار شریف حاضر ہوا تو حضور باہر جلوہ افروز تھے' دیکھتے ہی فرمانے لگے "محمد حسین کہاں ہے؟ اس سے پوچھو کہ اس بیچارے کو اکیلے کیوں بھیجا ہے' اس کی جگہ تو وہاں کام کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے"۔

۲۔ حاجی محمد دین صاحب لاہوری آپ بیتی سناتے ہیں:۔ "۱۹۶۳ء کی بات ہے' ایک عیسائی نے میرے ساتھ کاروباری روابط پیدا کرنے چاہے اور مجھے بڑی حد تک اعتماد میں لے لیا۔ ایک روز جب لیبر کو چھٹی ہونے والی تھی' میری اجازت سے وہ میرا موٹر سائیکل لے گیا۔ شام تک بھی واپس نہ آیا تو پریشانی ہوئی۔ میں نے حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ سے تصور ہی میں گزارش کی "حضور وہ میرا موٹر سائیکل لے گیا ہے' غریب آدمی ہوں' دھیان رکھنا۔ وہ کہیں لے نہ جائے"۔ پولیس افسران اور ملٹری افسران میں سے جو واقف تھے' انھیں بھی مطلع کر دیا۔ اگلے روز میرے ڈیرے سے محمد طفیل نامی ایک شخص میرے پیدائشی

گاؤں موضع ککا پن (نزد علی پور سیداں شریف) پہنچ گیا اور والدہ ماجدہ جنھیں حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے بہت عقیدت تھی کے پوچھنے پر اس نے یہ چوری کی بات بھی بیان کر دی۔ وہ فرمانے لگیں "کوئی بات نہیں' میرے بیٹے کا پیر زندہ ہے۔ کل حاضر ہوں گی اور بات بن جائے گی"۔ اگلے دن دس بجے والدہ ماجدہ دربار شریف خدمت اقدس میں پہنچ گئیں۔ حضور دیکھتے ہی چند قدم آگے بڑھے' والدہ نے بمشکل سلام ہی کیا تھا کہ ارشاد ہوا "اماں جی' تم اب گھر جاؤ' موٹر سائیکل مل چکا ہے' اپنے بیٹے سے کہہ دینا' سامان کی خود حفاظت کیا کرے' ہمارے اوپر ہی نہ ڈالا کرے"۔ چند روز بعد میں خود بھی ایک دوست کے ساتھ حاضر خدمت ہوا تو ملتے ہی میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا "دیکھو' اپنے سامان کی خود حفاظت کیا کرو' میں تمھارا چوکیدار نہیں ہوں"۔

اب سنئے چور کی بات۔ اس نے کہا "میں نے موٹر سائیکل لاہور سے باہر لے جانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر ایک ڈنڈے والا بابا میرا راستہ روک لیتا تھا اور کہتا تھا واپس جاؤ۔ اگر آگے بڑھتا تو اندھا ہو جاتا تھا۔ مڑتا تو بابا نظر آتا تھا نہ ڈنڈا اور نہ اندھا ہی ہوتا تھا"۔

(یہ واقعہ تصور کی برکات میں بھی آسکتا ہے اور دست پیراز غائباں کوتاہ نیست کے زیر عنوان بھی' یونہی اور بہت سے واقعات کئی عنوانات کے تحت درج کئے جاسکتے ہیں۔)

۳۔ مولانا عبد الخالق صاحب (دیپالپوری) راوی ہیں:۔ "میں ایک بار از حد سخت پریشانی کے عالم میں دربار شریف حاضر ہوا۔ حضور ایسی جلالی کیفیت میں تھے کہ کسی کو پاس آنے کی اجازت نہیں تھی۔ میں نے ایک چٹ پر اپنی پریشانی کا مختصر حال لکھ کر دست اقدس میں تھما دیا اور فوراً روپوش ہو گیا۔ چند لمحے بعد حضور نے سگ بارگاہ آسی سے پوچھا "مولوی صاحب کہاں ہیں؟" خیر میں حاضر ہوا اور حضور کے زانوئے مقدس پر سر رکھ کر خوب رویا۔ ایک شخص نے مجھے اٹھانا چاہا تو حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے اسے روک دیا۔ جب دل کا بوجھ ہلکا ہوا تو حضور نے فرمایا "مولوی صاحب! مسجد کا کیا بنا" عرض کی "جواب مل گیا" فرمایا "اچھا ہوا"۔ پھر پوچھا "مدرسے کا کیا حال ہے؟" بولا "اس پر بھی غیروں

کا قبضہ ہو گیا"۔ فرمایا "بہت خوب"۔ پھر مجھے حضور اپنے حجرے میں لے گئے اور اپنا کھانا اپنے ظروف مقدس میں عطا فرمایا۔ نیز یہ ہدایت بھی کر دی کہ ابھی واپسی کا خیال ترک کر دیں۔ چند روز تبلیغی دوروں میں حضور کی معیت کا شرف بھی ملا' پھر دربار شریف تشریف لا کر ایک دن فرمایا "مولوی صاحب! اب چلے جاؤ"۔ واپس پہنچا تو مسجد و مدرسہ کے متولی مجھے ڈھونڈ رہے تھے۔ خیر انہوں نے معذرت کی اور پھر دونوں مقام میرے اہتمام میں آ گئے"۔

۴۔ یہی مولوی صاحب بیان کرتے ہیں:۔ "ایک بار مجھے ایک لڑکی کا نکاح پڑھانے کا اتفاق ہوا جسے یتیم ظاہر کیا گیا تھا۔ چند روز بعد پولیس آ گئی اور پکڑ کر جنڈ ضلع اٹک لے گئی۔ راستے میں لڑکی کے باپ سے مڈبھیڑ بھی ہوئی۔ اونگھ آئی تو حضور نقش لاثانی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لے آئے اور فرمایا "مولوی صاحب! وہاں حضور باوا جی قدس سرہ ہیں' اس لئے مت گھبرانا"۔ جنڈ پہنچا تو ڈی۔ ایس۔ پی صاحب بالکل اپنے ہی آدمی نکلے۔ انہوں نے بڑے احترام سے مجھے اپنے گھر ٹھہرایا۔ اصل بات یہ تھی کہ میں نے حضور باوا جی رحمتہ اللہ علیہ کے دربار میں حاضر ہونے کی دو بار منت مانی جسے پورا نہ کر سکا۔ سزا کی یہ صورت بنائی گئی۔

اس واقعہ سے آفتاب ہدایت خواجہ خواجگان حضور باوا جی چوراہی اور قیوم زمانی حضور نقش لاثانی علیہما الرضوان کا باہمی تعلق بھی واضح ہو جاتا ہے

۵۔ محمد حسین صاحب ولد مولوی صادق حسین صاحب (جو آہلولال سے پسرور منتقل ہو چکے ہیں) بتاتے ہیں:۔ "۱۹۷۸ء میں لورالائی (بلوچستان) سے عارضی سرکاری ڈیوٹی پر پولیس وائرلیس پوسٹ دکی (جو اسی ضلع کی تحصیل ہے) پہنچ گیا۔ ایک دن میں اپنے دو ساتھیوں سمیت دکی سے میل ڈیڑھ میل کے فاصلے پر کوئلے کی کانیں دیکھنے کے لئے چلا گیا۔ وہاں ایک ٹیوب ویل تھا۔ ایک ساتھی سکندر سے میری بحث ہو گئی کہ پنکھا اوپر ہے یا پٹہ۔ ٹیوب ویل کا ملازم آ گیا تو اس نے کہا "آؤ میرے ساتھ نیچے اترو' میں تمھیں دکھادوں گا پنکھا بارہ تیرہ فٹ گہرائی میں ہے۔ میرے دونوں ساتھی اس کے ساتھ ہو لئے مگر پھر فوراً گھبرائے ہوئے باہر آ گئے۔ انہوں نے بتایا کہ ٹیوب ویل کے ملازم کے گلے میں چادر تھی' اس کا پاؤں

پھسلا ' وہ نیچے گر گیا۔ چادر کے دونوں پلو پنکھے میں الجھ گئے ہیں۔ گردن بھی چادر کے ذریعے پنکھے میں پھنس گئی ' سر پنکھے سے ٹکرا کر پھٹ گیا ہے اور خون بہہ رہا ہے۔ مر گیا تو قتل کے مجرم ہم ٹھہرائے جائیں گے۔ میں جلدی سے انجن والے کمرے کی طرف گیا تو مقفل تھا۔ اب اس بیچارگی میں اپنے آقا حضور نقش لاثانی کو اندر ہی اندر آوازیں دینے لگا۔ چنانچہ انجن اچانک بند ہو گیا۔ ادھر ادھر جو لوگ زمین میں کام کر رہے تھے ' وہ بھی آ گئے۔ ملازم کو باہر نکالا گیا تو وہ بے ہوش تھا۔ اس کے منہ میں پانی ڈالا تو وہ ہوش میں آ گیا۔ وہ بھی حیران تھا کہ انجن والے کمرے کی چابیاں تو میرے پاس ہیں ' انجن کیونکر بند ہو گیا۔

(یہ واقعہ بھی تصور اور پکار کی برکات میں پیش کیا جا سکتا ہے)

۶۔ سید احمد حسین شاہ صاحب (پہاڑی پور) بیان کرتے ہیں:۔ "۱۹۷۱ء کی بات ہے ' ہم تین دوست ایک محفل ایصال ثواب میں شرکت کیلئے شکر گڑھ پہنچے۔ مغرب کے بعد فراغت ہوئی اور ہم تینوں ظفروال کے آگے سید پور سیداں کی طرف ایک سائیکل پر روانہ ہو گئے۔ رات کا اندھیرا ' جنگ ۱۹۷۱ء کا زمانہ ' جاسوسوں کا خطرہ ' سردیوں کے دن ' اچانک سائیکل خراب ہو گیا کہ نہ کپ موجود ہے نہ گولیاں۔ سبھی گر گئے۔ میں نے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کو یاد کیا۔ اب نالہ بستر کی ڈھلوان میں ذرا سائیکل چلانے کی کوشش کی تو وہ ایسا چلا جیسے کوئی خرابی نہیں تھی اور بخیر و عافیت منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ صبح سائیکل ٹھیک کرنے والا خود حیران ہو رہا تھا کہ یہ تو خالی بھی نہیں چل سکتا اور تم تین سوار ہو کے آئے ہو"

۷۔ سید عابد حسین شاہ صاحب مدظلہ آف پہاڑی پور راوی ہیں:۔ "میں ۱۹۶۴ء میں گوجرہ عرس مقدس میں حاضر تھا۔ تہجد کے وقت اجازت لینا چاہتا تھا کہ محمد حسین صاحب (درباری نعت خوان) حضور نقش لاثانی کے ارشاد پر خود بلانے آ گئے۔ حضور نے پوچھا "شاہ جی چھٹی لے کر آئے ہو یا واپس جانا ہے؟" عرض کی "حضور چھٹی تو نہیں لی"۔ ارشاد ہوا "اچھا چلو گاڑی تیار ہے" گزارش کی "حضور وقت تو گزر گیا" پھر فرمایا "شاہ جی!

اسٹیشن پر جاؤ" حاضرین نے بھی اشارہ کیا کہ کوئی حکمت ہے۔ اسٹیشن پر پہنچا تو گاڑی موجود تھی۔ ٹکٹ خریدا اور گاڑی میں بیٹھا تو پھر چلی۔ دوسرے مسافر کہنے لگے "کافی دیر سے گاڑی کھڑی تھی۔ سگنل ڈاؤن تھا شاید آپ کا ہی انتظار تھا"۔

۸۔ (آسیؔ):۔ بالکل ایسا ہی ایک اپنا واقعہ بھی مجھے یاد آگیا۔ میں سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں زیر تعلیم تھا کہ ایک دن دربار شریف حاضر ہوا۔ واپسی کے وقت حضور باہر کھیتوں میں رونق افروز تھے۔ اچانک فرمانے لگے "جانا ہے تو چلے جاؤ"۔ بسیں آج کل کی طرح عام نہیں تھیں۔ ٹرین سے جانا تھا اور اس کا وقت بھی ہو چکا تھا۔ بہرحال ارشاد گرامی کے مطابق دو اڑھائی کلومیٹر پیدل طے کر کے اسٹیشن پر پہنچا تو ابھی گاڑی نہیں آئی تھی۔

۹۔ (آسیؔ):۔ وصال شریف سے تین چار سال قبل کی بات ہو گی کہ میں دربار شریف میں حاضر تھا۔ رات بھر بارش رہی لہٰذا راستہ پر خطر تھا۔ صبح خدمت اقدس میں حاضری دی تو اشارتاً فرمایا "نکل چلو"۔ اڈے پر پہنچتے ہی مزدا آگیا۔ قلعہ سوبھا سنگھ سے کچھ آگے رستہ بہت خراب تھا۔ اتفاق کی بات کہ یہی مزدا جس پر میں سوار تھا' جرات مند ڈرائیور کی بناء پر پار نکل گیا۔ پھر بڈیانہ اڈہ ازحد خراب تھا' وہاں بھی یہی پار ہوا' بعد میں معلوم ہوا کہ ٹریفک بند ہو چکی ہے۔ (گویا ایک گاڑی نارووال سے سیالکوٹ پہنچی تھی جس پر آقا نے غلام کو بھیجا تھا)

۱۰۔ صوفی محمد ریاض صاحب ولد شاہ دین صاحب بیان کرتے ہیں:۔ "۱۹۷۱ء کی جنگ کے بعد ہم اپنے آبائی گاؤں موضع ڈیلرا (تحصیل شکر گڑھ) گئے تو گھر میں ایک نلکا لگایا گیا۔ پانی نکلا تو سخت کھاری' پینے کے لائق نہ کپڑے دھونے کے قابل۔ والد صاحب نے فرمایا کہ حضور نقش لاثانی سے جب تک پوچھ نہ لوں' نلکا دوسری جگہ نہیں لگواؤں گا۔ کچھ عرصہ بعد حضور تشریف لائے تو دوپہر آرام کرنے کے لئے ہمیں شرف بخشا۔ والد صاحب نے التجاء کی "حضور! نلکے کا پانی ایسا کھاری ہے کہ دال گلتی نہیں اور کپڑوں اور بالوں سے صابن نہیں نکلتا"۔ حضور نے پانی منگوا کر نظر کرم سے دیکھا تو فرمایا "شاہ دین پانی تو بالکل

ٹھیک ہے"۔ پھر حضور نے اپنے کپڑے دھلوائے' صابن لگا کر خود غسل فرمایا اور سب نے دیکھ لیا کہ مرشد کامل کی توجہ سے کیا انقلاب آیا ہے۔ اب تک یہ پانی ٹھیک ہے"۔

۱۱۔ چودھری محمد صدیق صاحب (آف دودھم) راوی ہیں:۔ "حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی ہمارے گاؤں تشریف لائے۔ کنوئیں کے پاس سے گزر رہے تھے کہ لوگوں نے پانی کے کڑوا ہو جانے کی شکایت کی۔ حضور نے پوچھا "کبھی پہلے بھی کڑوا ہوا تھا؟" عمر رسیدہ لوگوں نے یاد کر کے عرض کیا "ہاں حضور! پہلے ایک بار کڑوا ہوا تھا" سوال ہوا "پھر کیسے شیریں ہوا تھا؟" کہنے لگے "وہ جو سامنے مزار ہے' اس میں مدفون بزرگ کی دعا سے" ۔ فرمایا "اب بھی ان سے دعا کرائیے"۔ میں نے جواب دیا "ہم تو حضور آپ ہی سے دعا کروائیں گے"۔ خیر! آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا "پانی ٹھیک ہونے پر صاحب مزار کے لئے ختم دلانا"۔ یہ فرما کر حضور تو واپس تشریف لے گئے۔ مگر اسی دن ایک آدمی کام کاج سے فارغ ہو کر نہانے کے لئے اسی کنوئیں پر آیا۔ پانی منہ میں ڈالا تو ذائقہ بدلا ہوا محسوس کیا۔ شک دور کرنے کے لئے دوبارہ ڈالا تو بالکل شیریں تھا۔ سب گاؤں میں دہائی مچ گئی اور سب لوگ خوشیاں منانے لگے۔ بعد میں بزرگوں کو ایصال ثواب بھی کر دیا"۔

۱۲۔ چودھری خزان صاحب آف بوعہ راوی ہیں:۔ "ہمارے نلکا نہیں لگتا تھا۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ مسجد کا برآمدہ بنوا رہے تھے۔ میں نے اپنی مصیبت بیان کی تو فرمایا "اس کام کو چھوڑو' مستری کا پتہ کرو"۔ گھر آیا تو مستری کام کر رہا تھا۔ حضور کی برکت سے اسی روز میٹھا پانی نکل آیا۔

۱۳۔ صوفی محمد رمضان علی آبادی ثم لاہوری بیان کرتے ہیں:۔ "ایک دفعہ میں اپنے گاؤں علی آباد نزد جسڑ سے سودا سلف لینے نارووال جا رہا تھا۔ ابھی میل بھر کا فاصلہ ہی طے کیا ہو گا کہ سائیکل پنکچر ہو گیا۔ اسے دھکیلتے ہوئے نارووال جا رہا تھا کہ حضور نقش لاثانی قدس سرہ ایک گھوڑی پر سامنے سے تشریف لے آئے۔ چار پانچ درویش بھی خدمت میں ساتھ تھے۔ میں نے سلام عرض کیا تو فرمایا "نکل چلو' گرمی کے دن ہیں اور دھوپ تیز ہو رہی

ہے "۔ معلوم ہوا ہے کہ حضور موضع چندر کے تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور دوپہر غریب خانے کو شرف بخشیں۔ حضور نے منظور فرمایا۔ ساتھ ہی ارشاد ہوا " سائیکل پر چڑھ چلو" میں اس کے پنکچر کا ذکر کئے بغیر اس پر سوار ہو گیا تو یوں لگا جیسے ابھی ابھی نیا ٹیوب چڑھایا ہو۔ خوشی خوشی گاؤں جا کر برادران طریقت کو استقبال کے لئے باہر لا رہا تھا کہ پیچھے سے آوازیں آنی شروع ہو گئیں۔ "حضور تشریف لا چکے ہیں بلکہ پانی بھی قبول فرما چکے ہیں" ۔ (عموماً حضور استقبال سے بچنے کے لئے معروف راستے کو چھوڑ کر کسی دوسرے محفوظ راستے سے منزل مقصود پر پہنچ جایا کرتے تھے) دوپہر کا کھانا ملاحظہ فرما کر آپ آرام کرنے لگے (کہ یہ بھی اہم سنت شریفہ ہے) ظہر کے وقت حضور باہر ایک کنوئیں پر تشریف لے گئے۔ غسل فرمایا اور سب خدام و حاضرین کے ساتھ نماز با جماعت ادا فرمائی۔ کنوئیں والے عرض گزار ہوئے "حضور دعا فرمائیں اتنی بارش ہو کہ ہمارے کنوئیں میں پانی بڑھ جائے"۔ فرمایا "یہ کنواں بہت اونچا ہے' ایسی بارش سے باقی گاؤں کہاں جائے گا"۔ خیر حضور چندر کے روانہ ہو گئے' ہم دو آدمی گھوڑی کے ساتھ گئے تھے۔ ہمیں جلد کھانا کھلا دیا اور حکم دیا کہ جلد از جلد واپس پہنچو۔ گاؤں کے قریب بوندا باندی شروع ہو گئی۔ رات بہت زیادہ بارش ہوئی اور کنوئیں کا پانی بھی بڑھ گیا۔ اس بارش سے دھان کی فصل بہت زیادہ ہوئی۔

(سائیکل کے پنکچر کے وجہ سے اسے تصرفات میں شامل کیا ورنہ اسے تشریف آوری کی برکات میں بھی درج کیا جا سکتا تھا)

۱۴۔ صوفی غلام علی صاحب نشتر آبادی راوی ہیں :۔ "میرا بھتیجا مسمی منیر حسین دو مرتبہ کسی روحانی لگن کے تحت گھر سے نکل گیا۔ پہلی مرتبہ دس دن بعد اور دوسری بار چھبیس دن بعد آیا۔ تیسری بار روپوش ہوا تو حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں التجا کی۔ فرمایا دو ماہ بعد آئے گا۔ چنانچہ پورے دو ماہ بعد خود بخود لوٹ آیا"۔

۱۵۔ حاجی چوہدری ولی محمد صاحب (آف بوعہ) فرماتے ہیں :۔ "۱۶ جیٹھ کو ہمارے ہاں حضور شاہ لاثانی قدس سرہ کا سالانہ عرس ہوا کرتا تھا۔ حضور نقش لاثانی رحمتہ اللہ

علیہ نے سب حاضرین کو کھانا کھانے کے لئے گھر بھیج دیا۔ خود سرکار والاتبار بعد میں تشریف لائے۔ سب کھانا کھا چکے تو پتہ چلا باہر سخت آندھی آئی ہوئی تھی جو گندم کے گٹھے اڑا کر لے گئی۔ مگر خدا کی قدرت گھر میں آندھی کا قطعاً کوئی اثر محسوس نہ ہوا"۔

۱۶۔ حافظ محمد طفیل صاحب (بوعوی) کا بیان سنئے:۔ "حضور نقش لاثانی قدس سرہ ہمارے ہاں جلوہ افروز تھے اور اپنی نگرانی میں مسجد شاہ لاثانی کا برآمدہ بنوا رہے تھے۔ ستون کھڑے کر دیئے گئے اور جب ان پر شہتیر چڑھائے جانے لگے تو معلوم ہوا ان کا سائز کم ہے۔ اس وقت حضور یہاں تشریف فرما نہیں تھے۔ تقریباً آدھ گھنٹہ بعد جلوہ افروز ہوئے تو فرمایا "اب شہتیر چڑھاؤ"۔ چنانچہ اب شہتیروں کا سائز پورا ہو گیا۔ اس کرامت کے بیسیوں افراد گواہ ہیں"۔

۱۷۔ مولانا محمد صادق صاحب پسروری راوی ہیں:۔ "میرا بیٹا محمد حسین دربار شریف میں حاضر تھا۔ حضور نے اسے کھیتوں سے چارہ لانے کا حکم دیا۔ اس نے عرض کیا "حضور! درانتیاں کہاں ہیں"۔ فرمایا "مسجد والے گیٹ کے ساتھ کے کمرے میں"۔ محمد حسین آیا تو یہاں دروازہ پر تالا لگا ہوا تھا۔ اسے کھینچا تو بند تھا۔ حضور سے عرض کی تو فرمایا "دوبارہ دیکھو تالا کھلا ہے"۔ تالے کو ہاتھ لگانا ہی تھا کہ کھل گیا۔ اس کمرے کا چارج بھائی غلام محمد صاحب کے پاس تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ دروازہ تم نے کیونکر کھولا کیونکہ چابی تو میرے پاس تھی۔ جب اسے بتایا کہ مرشد کامل کی کرامت سے کھلا ہے تو وہ بھی مسرور ہوا"۔

نذرانے قبول کیونکر؟

اولیاء اللہ کی بارگاہ میں نذرانے پیش کرنے کی مقدس رسم آغاز اسلام ہی سے جاری ہے، خود کائنات کے تاجدار حضور خواجہ لیل و نہار ﷺ کی خدمت بابرکت میں صحابہ کرام علیھم الرضوان نذرانے پیش کرتے تھے اور حضور انور ﷺ انہیں اکثر قبولیت کا شرف بخشتے تھے۔ ہادی اعظم پیغمبر فطرت ﷺ نے ایک دوسرے کو تحفے تحائف دینے کی تلقین فرمائی ہے۔

تَهَادُوْا تَحَابُّوْا

ترجمہ۔ آپس میں ایک دوسرے کو ہدیے
دیا کرو تاکہ محبت باہمی میں اضافہ ہو۔

یاد رہے، ایک دوسرے کو جو چیز از راہ محبت دی جائے، ہدیہ یا تحفہ کہلاتی ہے اور بزرگان دین کی خدمت میں جو کچھ از راہ عقیدت پیش کیا جائے اسے ادبًا نذر یا نذرانہ کہتے ہیں۔

یہ افسوس کی بات ہے کہ دور حاضر میں پیری مریدی کو عموماً دنیا کمانے کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے۔ چنانچہ پیر صاحب مرید کے حالات سے بے نیاز ہو کر نذر و نیاز کو اپنا حق سمجھتے ہیں اور مریدین کے نزدیک بھی نذر پیش کرنے سے پیر کے جملہ حقوق ادا ہو جاتے ہیں۔ یہ طرز فکر و عمل تصوف کی توہین ہے اور اسلام سے گویا بغاوت۔ شیخ کا اصل کام نذرانے اکٹھے کرنا نہیں بلکہ مرید کو تعلیمات اسلام پر عمل پیرا کرنا ہے یعنی اس کی ایسی تربیت کرنا کہ خود بخود تابع سنتِ سرکارِ دوعالم ﷺ ہو جائے۔ نذرانہ قبول کرنا بھی محض سنت کے طور پر ہو اور اس کا خرچ کرنا بھی سنت کے مطابق ہو۔ کون نہیں جانتا کہ سید المرسلین حضور خواجہ چنان و چنین ﷺ نے اِدھر کسی سے کچھ قبول کیا، اُدھر راہ خدا میں کسی اور محتاج کو عطا فرما دیا یا کسی ضروری دینی معاملے میں صرف کر دیا۔ اگر خود بھی کبھی کبھار استعمال فرمایا تو کسی عظیم حکمت کے تحت۔ (مثلاً نذر پیش کرنے والے کی دلجوئی کے لئے) مردان حق نے اسی نقطہ نظر کو ہمیشہ بنیاد عمل بنایا ہے، کتاب "انوار ثانی" میں آپ نے ملاحظہ فرمایا ہو گا کہ آفتاب ولایت حضور باوا جی علیہ الرحمتہ الرضوان نے سیدی حضور سرکار لاثانی قدس سرہ النورانی

سے فرمایا "آؤ شاہ صاحب فقیری کے گر بتائیں"۔

لَا طَامِعَ، لَامَانِعَ، لَاجَامِعَ
(یعنی طمع نہ کیجئے، آجائے تو منع نہ
کیجئے اور پھر اسے اپنے پاس جمع نہ کیجئے)

زمانہ گواہ ہے حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ نے بھی اس پر پورا پورا عمل کر کے دکھایا اور پھر ان کے نورِ نظر حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے بھی اس فرمان ذیشان کو سینے سے لگائے رکھا۔ میرے آقا و مولا علیہ الرحمتہ نے بہت کم لیا، اور بہت زیادہ دیا۔ لیتے وقت یوں محسوس ہوتا تھا جیسے شہنشاہ ذی اقتدار محض غلاموں کی دلنوازی کے لئے ان کے اخلاص بھرے نذرانے قبول فرما رہے ہیں اور دیتے وقت یوں لگتا تھا جیسے اللہ نے اپنے محبوب اعظم و اکرم ﷺ کے صدقے میں انہیں وسیع خزانوں کی چابیاں عطا فرما دی ہیں۔ بیعت کے وقت کوئی نذرانہ پیش کرتا تو اکثر فرماتے "بیعت کا یہ مقصد نہیں"۔ (تاکہ جو غلط فہمیاں لوگوں نے اس مقدس مشن کے سلسلے میں پھیلائی ہیں۔ پہلے دن ہی ان کی جڑ کاٹ دی جائے اور مرید ہونے والا کان کھول کے سن لے، بیعت خدا و رسول ﷺ کی بارگاہ میں پہنچنے کا وسیلہ ہے، مال کمانے کا ذریعہ نہیں)۔

حضور نقش لاثانی قدس سرہ نذرانہ پیش کرنے والے کی قلبی کیفیت کو بھی سامنے رکھتے تھے اور گھریلو حالات کو بھی۔ خدانخواستہ کسی کی نیت میں خرابی ہوتی تو کبھی قبول نہ فرماتے، نیت کی خرابی کئی قسم کی ہو سکتی ہے مثلاً غرور و تکبر، ریا و تکلف وغیرہ، اگر دل ان امراض سے پاک ہوتا مگر گھریلو حالات ٹھیک نہ ہوتے تو قبول فرما لیتے مگر کسی طریقے سے لوٹا دیتے۔ مثلاً پہلے وصول فرما لیا۔ پھر اس کی جیب میں ڈال دیا اور فرمایا "ہم نے قبول کر لیا، اب یہ ہماری طرف سے ہے"۔ کبھی اس کا کوئی چھوٹا عزیز ساتھ ہوتا تو وہ رقم اسے عنایت فرما دیتے۔ کبھی صاف فرما دیتے کہ ادھار لے کر نذرانہ دینے کی کیا ضرورت ہے۔ جس سے قرض لیا ہے، اسے واپس کر دو یا سامنے ہاں فلاں چیز کی ضرورت ہے، اسے اس میں لگا لینا۔ بعض خوش نصیب لوگ گھر سے چلتے اور دعائیں کرتے آتے کہ کاش حضور ہمارا نذرانہ قبول فرما لیں۔

اور ایسے لوگوں پر حضور کی نوازشات بھی دوسروں سے زیادہ ہوتیں (یعنی ان کے حسن نیت کی بنا پر)

چوہدری محمد الیاس صاحب (شکر گڑھ) راوی ہیں کہ ایک شخص نے حضور علیہ الرحمہ کی خدمت میں مبلغ سو روپے پیش کئے' ایک نے مبلغ پچاس روپے نذر کئے' دونوں واپس کر دیے گئے (اور قبول نہ ہوئے) ایک بڑھیا اس وقت خدمت میں سلام کرنے آئی تھی اس نے جیب سے گرہ زدہ چھوٹا سا رومال نکالا' پھر کافی دیر تک اسے کھولتی رہی' ہم حیران تھے کہ شاید مائی کیا پیش کرے گی۔ دیر کے بعد گرہ کھلی تو اس میں دس روپے کا نوٹ تھا' اس نے خدمت عالی میں پیش کر کے عرض کیا حضور پانچ رکھ لیں اور پانچ واپس کر دیں۔ حضور نے خادم بارگاہ کو وہ نوٹ دے کر یہی حکم دیا۔

نذرانے قبول یا نا قبول کرنے کا تذکرہ حضور کے اخلاق و اطوار میں آنا چاہیے تھا' چونکہ اس کی بنیاد حضور کے علم و نظر پر تھی' لہٰذا اسے کرامات سے منسلک کر دیا ہے۔ یہاں جو چند روایات درج ہوں گی' آپ ان سے میرے نقطہ نظر کی تصدیق کریں گے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ نذر پیش کرنے والے کی نیت ابتدا میں درست نہیں ہے اور حضور جلالی انداز میں قبول کرنے سے انکار فرما رہے ہیں تو اس کے دوران نیت درست ہو گئی' اب حضور نے قبول بھی فرمالی۔ مثلاً مولانا عبد الرشید مرحوم اسٹامپ فروش ضلع کچہری نارووال ایک دفعہ ایسے موقع پر دربار عالی میں حاضر ہوئے کہ جب آپ کو کسی کا آنا پسند نہیں تھا۔ انہوں نے مبلغ دس روپے نذر کرنا چاہے مگر حضور نے انکار کر دیا' ان کے زبانی اصرار کے باوجود ذہن میں اُسے قبول نہ کرنے کی طرح طرح کی وجوہات آتی رہیں اور ادھر سرکار کا جلالی انداز بھی بڑھتا گیا۔ آخر وہ راز سمجھ گئے اور نیت کا فتور جاتا رہا اور دل میں جو شکوک و شبہات یا ادھر ادھر کے خیالات پیدا ہو رہے تھے' چھٹ گئے تو حضور نے نذر بھی قبول فرمالی۔

یہ جو مشہور ہے کہ علماء کے سامنے زبان کو اور اولیاء کے سامنے دل کو قابو میں رکھنا چاہیے' حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے حضور اس کی ضرورت شدت سے محسوس ہوتی تھی بلکہ یہاں باطنی و ظاہری دونوں اعتبار سے ہشیار رہنا پڑتا تھا۔ چنانچہ حضور شہنشاہ لاثانی قدس

سرہ کی اہلیہ محترمہ یعنی حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی جدہ کریمہ علیہا الرحمہ والرضوان کا سالانہ ختم شریف تھا۔ دو دوستوں نے اس میں مبلغ سو' سو روپیہ پیش کیا' حضور نے دونوں کو واپس کر دیا اور کسی ایک سے بھی یہ نذر وصول نہ فرمائی۔ مگر واپس کرنے کے انداز مختلف تھے' ان میں سے ایک ڈاکٹر محمد ادریس اللہ صاحب بھٹی تھے (جنھیں اس دور میں ملازمت کی تلاش تھی) انہیں فرمایا جا رہا تھا' قبول ہیں مگر رکھ لیجئے' (کیونکہ انہیں ضرورت بھی تھی) دوسرے کو سخت حقارت سے اس کا نذرانہ واپس کیا جا رہا تھا' لے لو اس کو' اٹھا لو یہاں سے' وغیرہ کے الفاظ فرما کر۔ کچھ حیرت بھی تھی۔ بعد میں تحقیق ہوئی کہ اس کے ذہن میں یہ وسوسہ تھا کہ مائی صاحبہ کا ختم پیسے اکٹھے کرنے کے لئے دلایا جا رہا ہے۔ (پھر اس دوست نے حضور شاہ لاثانی قدس سرہ کے روضہ مبارکہ پر توبہ کی اور ساتھ ہی عرض کیا کہ دل کے وسوسے پر تو میرا اختیار نہیں' آپ کو اللہ نے دل پاک کرنے کی قدرت عطا فرمائی ہے' میرا دل بھی پاک فرما دیں) التجا کا یہ نتیجہ نکلا کہ آئندہ نہ یہ وسوسہ پیدا ہوا اور نہ نذرانہ رد ہوا۔

اوپر کی تفصیل سے صاف ظاہر ہے اللہ والوں کا (اگر وہ واقعی اللہ والے ہوں') کسی کی نذر قبول فرمانا نذر دینے والے کے حق میں بہت بڑا شرف ہے۔ یہ گویا اس کے حسن نیت و خلوص عقیدت کا آئینہ دار ہے۔ اس کے دینوی و اخروی بیشمار فوائد ہیں۔ شیخ العلماء حضرت علامہ محمد یوسف صاحب سیالکوٹی (رحمتہ اللہ علیہ) فرمایا کرتے تھے "جسے اللہ کے ولی نے کچھ دیا۔ یا جس سے کچھ لیا' دونوں صورتوں میں گویا اسے جنت کا ٹکٹ مل گیا"۔ لینے کے فائدے کی تصدیق اس حدیث پاک سے بھی ہو جاتی ہے۔ جس کے مطابق علماء کے پاس کچھ لوگ آکر عرض کریں گے کہ ہم نے آپ کے وضو کے لئے فلاں وقت میں پانی بھر دیا تھا' کوئی کہے گا کہ میں نے آپ کو استنجے کے لئے ڈھیلا دیا تھا' علماء ان تک کی شفاعت کریں گے۔) بہار شریعت حصہ اول بحوالہ بخاری شریف ص ۱۱۰۷/ ۱۱۰۸' مشکوٰہ ص ۴۸۹' بخاری ص ۴۷۰' مسلم ص ۱۱۱' ۱۱۲' مشکوٰہ ص ۴۹۴' ابن ماجہ ص ۳۲۰)

جہاں تک دینوی فائدوں کا تعلق ہے' وہ بھی بے شمار و بے حساب ہیں۔ اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ نے سیدنا حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے لخت جگر خواجۂ خواجگاں

حضرت عُروۃُ الوُثقٰی محمد معصوم قیوم ثانی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں جب وہ حج کے لئے جا رہے تھے' اپنی گورنری کے دوران بارہ ہزار روپے نذر کئے تھے' اس قبول نذر کی برکت تھی کہ برصغیر کی سلطنت ملی۔ چنانچہ اورنگ زیب کی ہمشیرہ گوہر آرا بیگم کہا کرتی تھی کہ میرے بھائی نے بارہ ہزار روپے میں ہندوستان کی حکومت خرید لی ہے۔

مجھے (مصنف کتاب ہذا) کو اچھی طرح یاد ہے کہ موضع نوکھر متصل منڈی فاروق آباد (سابق چوہڑکانہ) سے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے' یہاں کے ایک چودھری صاحب نے (جن سے اس وقت سارا گاؤں ناراض تھا) دس روپے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں نذر کئے' حضور نے قبول نہ فرمائے۔ دوسرے یا تیسرے تانگے میں' میں بھی سوار تھا (جبکہ حضور پہلے تانگے میں جلوہ افروز تھے) مجھے اس صورت حال کا علم ہی نہیں تھا' چنانچہ چودھری صاحب نے پیچھے آکر میرے ہاتھ میں وہی نوٹ تھما دیا اور کہا "حضور کی خدمت میں پیش کر دینا"۔ تانگہ چل پڑا اور میں رد و کد بھی نہ کر سکا (ویسے ضرورت بھی محسوس نہیں ہوئی) منزل مقصود پر پہنچ کر میں نے وہ نذر پیش کی تو حضور نے فرمایا "جب میں نے انکار کر دیا تھا' تو نے کیوں لی؟" عرض کیا "حضور مجھے علم نہ تھا"۔ خیر سرکار نے شفقت فرمائی اور نذر قبول فرما لی۔ تیسرے دن پھر ادھر آنا ہوا تو معلوم ہوا اب سارے گاؤں کی چودھری صاحب سے صلح ہو گئی ہے۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر نذرانے کی یہ اہمیت اور افادیت کیوں ہے؟ نذر دینے والا ایک معمولی سی چیز پیش کر رہا ہے (اور دنیا کی بڑی سے بڑی چیز بھی دے ڈالے تو بھی حقیر ہے) اور نذر قبول کرنے والا اسے دعا و توجہ اور لازوال برکات سے نواز رہا ہے آخر کیوں؟ جو وجہ سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ نذر دینے والا جسے نذر پیش کر رہا ہے اسے عام انسان نہیں بلکہ خداوند کریم کا مقبول سمجھتا ہے اور نذر دے کر یہ دراصل اس تعلق کو سلام کر رہا ہے جو خدا اور اس کے بندۂ مقبول میں موجود ہے نذرانہ دینے والا خود کو عاجز و بے کس سمجھتا ہے اور اسے خدا کا محبوب یقین کرتا ہے کوئی شخص واقعی خدا کا محبوب و مقبول ہو اور کوئی اسے واقعی خدا کا محبوب و مقبول ہی سمجھ رہا ہے تو یہ سمجھنے والا دراصل اس عظمت کی

قدردانی کا ثبوت دے رہا ہے جو خدا کے مقبول و محبوب بندوں کو حاصل ہے اس خاص عظمت کی یہ مخصوص قدردانی ہی تو ارادت ہے اور اقبال نے اسی کو شرط حصول فیض قرار دیا ہے' فرماتے ہیں

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی' ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدبیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں !!!!

جب اس محتاج و مسکین نے اپنی حالت زار کے مطابق ہدیہ و نذرانہ پیش کیا' انہوں نے اپنے اقتدار و اختیار کے لائق اسے دین و دنیا سے مالا مال کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی بندہ خدا کو بندۂ خدا سمجھ کر اسے اپنی محبت و عقیدت اور تعظیم و توقیر کا مرکز بنا لیا جائے تو یہ اس کے دنیوی جاہ و جلال کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے قرب خداوندی کی بنا پر ہے اور ظاہر ہے اس سے صرف وہ بندۂ خدا ہی مہربان نہیں ہو گا بلکہ خود خداوند کریم اپنے لطف و کرم سے متوجہ ہو گا۔ اب یہاں کسی مزید لمبی چوڑی بحث کی بجائے حدیث پاک کا فیصلہ درج کیا جاتا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ (موطا امام مالک)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میری محبت واجب ہو گئی ان لوگوں کے لئے جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں جو میری خاطر ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں جو میرے لئے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور میرے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

آیئے' اب حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے ذکر خیر کی طرف اور دیکھئے نذرانے قبول کرنے میں آپ کا طرز عمل۔

۱۔ **مرزا منیر بیگ** ابن مرزا رمضان بیگ ساکن اریاں اپنا واقعہ سناتے ہیں:۔ "ایک دفعہ میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں دربار شریف حاضر ہوا۔ میں نے سوچا کرائے سے زائد جتنی رقم ہے' نذر کر دوں چنانچہ پانچ روپے پیش کر دیئے۔ حضور نے میری جیب میں ڈال دیئے۔ میں سمجھا دوسرے لوگ پچاس پچاس' سو سو دے رہے ہیں' میرے

پانچ کی کیا وقعت۔ مگر حیرت ہوئی کہ ایک سے دس اور دوسرے سے پانچ روپے بھی قبول فرمالئے۔ وہاں ایک مولوی صاحب کھڑے تھے، انہوں نے مجھ سے پریشانی کی وجہ پوچھی تو میں نے بیان کی۔ انہوں نے پوچھا، تمہارے گھر کی حالت کیسی ہے؟ میں نے بتایا کہ گھر کی زمین رہن رکھ کر ایک ریڑی تیار کی اور گوجرانوالہ جا رہا۔ چند روز ہی گزرے تھے کہ خچر بیمار ہو گیا۔ اب گھر کا خرچ پورا کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا چونکہ حضور ہمارے گھریلو حالات خوب جانتے ہیں لہٰذا انہوں نے نذرانہ بظاہر قبول نہ فرمایا (اگرچہ شیخ کریم نے بباطن قبول فرمالیا ہے) پھر حضور نے خود مجھے بلا کر پریشانی کی وجہ پوچھی میں نے عرض کی تو فرمایا، میں نے تم سے اس لئے وصول نہیں کیا کہ تمہارے پاس کرایہ کم ہے"۔

۲۔ رحمت اللہ صاحب ولد شاہ محمد صاحب ساکن گنہ خرد تحصیل سیالکوٹ راوی ہیں:۔ "ایک دفعہ میں نے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں مبلغ یک صد روپیہ نذر کرنے کی نیت کرلی۔ یہ سوچ کر کہ نذر حلال کمائی سے ہونی چاہیے، سخت گرمی میں ٹرالی میں مٹی لادنے کا کام کر کے مطلوبہ رقم کمالی۔ میں پھر دربار شریف حاضر ہو کر خدمت میں پیش کی مگر حضور نے فوراً واپس کردی۔ میرے آنسو نکل آئے تو حضور نے بڑی شفقت فرمائی، مجھ سے قبول فرما کر بچے کی جیب میں ڈال دیئے اور فرمایا یہ بڑی محنت کی کمائی ہے، نلکا لگوانا ہے تو دروازے سے مشرق کی طرف لگوانا، بہت پانی آئے گا، نلکا لگوانے کا خیال تھا مگر بظاہر ابھی حضور سے ذکر نہیں کیا تھا۔ گویا حضور کو میری غربت و افلاس، محنت و مشقت اور نلکا لگوانے کی نیت کا علم تھا"۔

۳۔ جناب نواب الدین (سلیم پارک لاہور) اپنی آخری ملاقات کا حال بیان کرتے ہیں:۔ "حضور شہنشاہ لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی میں آنے کے بعد چار پانچ بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک دفعہ عرض کیا، حضور کوئی ایسی چیز ارشاد فرمادیں جس سے نیک بن جاؤں، فرمایا، موت کو یاد رکھا کرو۔ فرمان کا اثر دیکھئے دل پر موت کی دہشت طاری رہنے لگی بلکہ روز بروز بیتابی اور گھبراہٹ بڑھنے لگی۔ پھر بارہا حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے عرض کرنے کا ارادہ کیا مگر ہمت نہ ہوئی ۱۰ دسمبر ۱۹۸۶ء کو بھی اسی خیال سے حاضر ہوا (اور یہی آخری بار کی

زیارت تھی) حضور حجرہ مقدسہ میں جلوہ فرما تھے ۔ اجازت لے کر سلام عرض کیا۔اس وقت ایک اور صاحب اپنی بپتا سنا رہے تھے ۔ آخر انہوں نے مبلغ سو روپیہ خدمت اقدس میں نذر کیا مگر قبول نہ ہوا ۔ اب میری باری تھی ۔ میں نے ڈرتے ڈرتے کچھ عرض کرنے کی اجازت چاہی تو قبول ہوئی ۔ میں نے حضور شاہ لاثانی کے ارشاد کی تاثیر' دل پر دہشت کے غلبے' دم گھٹنے کا حال تفصیل سے بیان کیا اور پوچھا قبر کی منزل بڑی کٹھن ہے' چھٹکارا کیسے ہوگا ۔ فرمایا 'وہی (حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ النورانی ان مشکلات میں دستگیری فرمائیں گے)' ۔ پھر میں نے حسب نیت دس روپے کا نوٹ نذر کیا جو قبول ہوا ۔ زہے مقدر "۔

۴ ۔ جناب **فقیر محمد واصل** آف بڈیانہ بیعت کرنے کا قصہ سناتے ہیں :۔ "میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی غلامی کا شرف حاصل کرنے دربار شریف روانہ ہوا تو کسی سے بیس روپے قرض لیا ۔ خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر التجائے بیعت کی تو فرمایا' وضو کر آؤ ۔ وضو کر کے آیا تو دست حق پرست پر حضور نے مجھ سے بیعت لی ۔ میں نے وہی بیس روپے نذر کئے تو فرمایا کسی سے ادھار لائے ہو' اسی کو واپس کر دو' جب تم خود کماؤ گے تو قبول کئے جائیں گے "۔ ھ ۱

ھ ۱ حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک دفعہ آپ کے پاس کوئی پیر صاحب جلوہ گر تھے اور تصوف و سلوک کے بعض مسائل پر گفتگو ہو رہی تھی ۔ اتنے میں پیر صاحب کا ایک مرید بھی آگیا' جس نے بتایا کہ مجھ پر سو روپیہ قرض ہے اور سخت مجبوری میں دعا کے لئے حاضر ہوا ہوں ۔ پھر اس نے پیر صاحب کو دو روپے بھی نذر کئے ۔ پیر صاحب نے خود بھی ہاتھ اٹھائے اور حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ سے دعا کی درخواست کی ۔ حضرت علامہ نے فرمایا پہلے اس کو دو روپے واپس کیجئے پھر دعا کروں گا ورنہ بیچارہ پہلے سو روپے کا مقروض تھا' اب ایک سو دو روپے کا ہو جائے گا پیر صاحب کو واپس کرنا پڑے ۔

ان دو واقعات پر غور کریں تو کچھ عجیب سا لگتا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاں مردان با خدا دنیا کی حرص و ہوس سے بری ہوتے ہیں وہاں مریدین کے مربی بھی تو ہوتے ہیں مرید صادق جو ترقی کر سکتا ہے' خدانخواستہ یہی سمجھ بیٹھے کہ میرا شیخ میرے فکر و عمل سے بے خبر ہے تو طریقت کا سارا سفر ہی بیکار ہو جائے گا' دوسرے جو شخص اپنے شیخ سے بھی خیانت کرنے پر نہیں گھبراتا' وہ باقی پبلک کے لئے بلائے بے درماں بن جائے گا لہذا مشائخ نے اکثر ایسے مواقع پر چشم پوشی سے کام نہیں لیا ۔ چنانچہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ والرضوان کے بارے میں بھی مشہور ہے کہ آپ کا ایک مرید خدمت میں حاضر ہونے کے لئے چلا تو کسی دوسرے شخص نے اسے اسی روپے حضرت کی خدمت میں نذر کرنے کے لئے دیئے ۔ راستے میں اس کی نیت بدل گئی' آدھے نذر کئے اور آدھے اپنے پاس رکھ لئے ۔ حضرت بابا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' قسمت برادرانہ کردہ ای یعنی بھائیوں والی تقسیم کی ہے' وہ شرمندہ ہوا اور باقی رقم بھی پیش کر دی ۔

۵۔ صوفی شوکت علی عاجز بیان کرتے ہیں:۔ "بابا موج دین شکر گڑھی نے گھر میں ایک مرغا پال رکھا تھا۔ اس کی نیت تھی کہ حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں نذر کروں۔ گھر سے اسے لے کر چلا، شکر گڑھ پہنچا تو نیت میں فتور آ گیا۔ سوچا یہیں بیچ دیتا ہوں اور پانچ دس روپے حضور نقش لاثانی کی نذر کر دوں گا، انہیں اصل پتہ تھوڑی ہے۔ چنانچہ مرغا بیچ کر دربار شریف پہنچا تو حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے دیکھتے ہی فرمایا "موج دین ہمارا مرغا بیچ آئے ہو، تمہیں بیچنے کا کیا حق تھا؟"

۶۔ یہی صاحب لکھتے ہیں:۔ "ایک شخص حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے مبلغ پینتالیس روپے نذر کئے۔ آپ نے قبول نہ فرمائے اور کچھ ڈانٹ ڈپٹ بھی کی۔ دوسرے دن وہ پھر حاضر ہوا اور مبلغ نوے روپے پیش کئے کسی درویش نے پوچھا، حضور کل اس کے پینتالیس قبول نہیں تھے اور آج پورے نوے رکھ لئے فرمایا اس نے نوے روپے کی نذر مانی تھی پھر نیت میں فتور آ گیا اور پینتالیس کافی سمجھ بیٹھا"۔

۷۔ بھائی فضل کریم صاحب (آف سیو کے نزد بڈیانہ) راوی ہیں:۔ "میری ولادت جو حضور کی کرامت سے ہوئی تھی، کے بعد والد صاحب نے مبارکباد عرض کرنے اور نام پوچھنے کے لئے دربار شریف حاضر ہونے کا پروگرام بنایا تو مبلغ پانچ روپے نذر کرنے کا ارادہ بھی کر لیا۔ تین روپے تو اپنے پاس تھے، دو کسی سے ادھار لئے۔ حضور (نقش لاثانی) قدس سرہ کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہی پانچ روپے (چاندی کے) دست اقدس میں تھما دیئے۔ ارشاد ہوا یہ لے لو! مجھے پہنچ گئے۔ والد صاحب نے عرض کیا حضور! یہ تو کچھ بھی نہیں، آپ نے بہت زیادہ کرم فرمایا ہے۔ فرمایا، اچھا ذرا پرے ہٹ کر کھڑے ہو جاؤ اور خود پانچوں روپے ہاتھوں میں لے کر انہیں ملنا شروع کر دیا دو نیچے گر گئے تو فرمایا، یہ مجھے پکڑا دو، پیش کئے تو فرمایا، یہ دو لے جاؤ، والد صاحب نے پھر اصرار کیا تو فرمایا، جس سے ادھار لے کر آئے ہو، اسے واپس کر دو"۔

دلوں پر قبضہ

اللہ کے بندے اللہ کے فضل سے صرف ظاہر ہی کے حاکم و سلطان نہیں ہوتے بلکہ خداوند کریم نے اپنے حبیب کریم ﷺ کے طفیل قلوب و ارواح پر بھی تصرف عطا فرمایا ہوتا ہے۔ اسی خدا داد حکومت کے ساتھ وہ "دلوں" کو بھی اپنی مرضی کے مطابق چلا سکتے ہیں۔ خدانخواستہ اگر انہیں یہ قوت و اختیار نہ حاصل ہو تو وہ تزکیہ کیونکہ کر سکتے ہیں۔ سیدھی سی بات ہے اگر شیطان اور اسکے چیلے چانٹے دلوں میں وسوسے ڈال سکتے ہیں (اور یہ شرک نہیں)، نوری فرشتے دلوں کو اچھائی کا الہام کر سکتے ہیں (اور یہ بھی توحید کے منافی نہیں) تو وہ مقبولان بارگاہ جو نوع کے اعتبار سے اپنی اپنی شان کے لائق خلافت الٰہیہ سے سرفراز ہیں، کیوں نہ باذن اللہ دلوں پر حکومت کریں۔ حیرت ہے جس دور میں لوگ جادو کے ذریعے عقل کو متاثر کر سکتے ہیں، مسمریزم کی قوت سے دوسروں کے تصورات پر حاوی ہو سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ اُس دور میں صرف اور صرف محبوبان خدا کی عظمتوں، قدرتوں اور قوتوں کا اعتراف شرک قرار دیا جا رہا ہے۔ گویا معاذ اللہ توحید کے دشمن اور منکر کے علمی و سائنسی کمالات تو توحید کے منافی نہیں، البتہ اہل توحید کے روحانی اور باطنی کمالات ہی توحید کے منافی ہیں۔

جن لوگوں کو میرے آقا حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت عالیہ میں رہنے کا شرف حاصل رہا ہے، ان کے نزدیک تو دل پر حضور کی حکومت علم الیقین سے آگے حق الیقین تک پہنچ گئی ہے۔ یہاں ایک بات ذہن نشین کرنے کے قابل ہے، وہ یہ کہ اللہ والوں کی یہ سلطنت و حکومت، یہ اقتدار و اختیار خدا کے فضل سے ہوتا ہے، خدا کے مقابلے میں نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جل شانہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی کی بنا پر انہیں یہ منصب بلند عطا ہوتا ہے، اس لئے یہ متصور ہی نہیں ہو سکتا کہ ولی اور مقرب ہو کر ان کے دل میں خدا کے مقابلے میں کسی کی امداد و نصرت یا کسی کے دل میں تصرف کرنے کا خیال آئے۔ وہ دنیا کے حاکم ہونے کے باوجود اور عالمگیر قوتوں سے لیس ہونے کے باوصف اللہ کی رضا کو قبلہ مقصود بنائے ہوتے ہیں اور ذرہ بھر بھی اپنی طاقت اس کی مرضی کے خلاف استعمال کرنا درست نہیں سمجھتے۔ جوں جوں وہ مودب و اطاعت کیش ہوتے جاتے ہیں انعام کے طور پر

ان کے اختیارات و تصرفات میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اور جوں جوں ان کے اختیارات و تصرفات میں اضافہ ہوتا جاتا ہے' وہ بیش از بیش مودب واطاعت کیش ہوتے جاتے ہیں۔ گویا وہ مختار بھی ہوتے ہیں اور مجبور بھی مگر یہ مجبوری عام بے بسی کی مجبوری نہیں بلکہ ایسے ہے جیسے رمضان المبارک میں کھانے پینے کی اشیاء سامنے بھی ہوں تو بندہ مومن کو کھانے پینے کی جرات نہیں ہوتی۔

حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں جن سے یہ ظاہر ہو جائے گا کہ جسے بلانا چاہتے تھے اس کے دل کو کیونکر کھینچ لیتے تھے' جسے روکنا چاہتے تھے' اسے کیونکر روک دیتے تھے جس سے توجہ ہٹا لیتے تھے' وہ غفلت و شقاوت کا شکار ہو جاتا تھا' جس کی طرف التفات فرماتے تھے' اسے سوز و گداز سے بھر دیتے تھے (صحبت و خدمت کی برکات' ایک بار پھر ملاحظہ فرمالیں' کئی گوشے وہاں واشگاف کئے گئے ہیں)

۱۔ **صوفی شوکت علی ملتانی** جو مدتوں دربار شریف کے حاضرباش خادم رہے' بیان کرتے ہیں:۔ "۱۹۵۰ء میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے مجھے کہیں سے من لانے کے لئے فرمایا۔ ایک جگہ جا کر دو دن تو پر سکون رہا' تیسرے دن دل ایسا بے قرار ہوا کہ جلد از جلد دربار شریف جانے کے لئے تیار ہو گیا راستے میں اپنا گاؤں رتیاں کلاں تھا۔ کچھ رکا اور ظہر کے وقت پھر چلنے لگا تو والد صاحب نے رات رکنے کے لئے فرمایا۔ میں اتنا بے تاب کہ گھڑی بھر کہیں ٹھہرنا گوارا نہیں تھا۔ والد ماجد کے حکم پر آنکھوں میں آنسو آگئے تو انہیں بھی رحم آگیا اور خوشی سے سفر جاری رکھنے کی اجازت دے دی۔ دربار شریف پہنچا تو حضور حویلی کے دروازے پر جلوہ گر تھے۔ مجھے دیکھتے ہی مسکرا کر فرمایا' میں تو تمہارا راستہ دیکھ رہا تھا۔ ارشاد ہوا ایک آدمی اسٹیشن پر من کا انتظار کر رہا ہے' اسے جلد از جلد دے کر آو گاڑی ابھی تک نہیں آئی تھی ہم میں اسے من دے کر لوٹ آیا"۔

۲۔ **یہ کھینچنے کی بات تھی**' اب روکنے کی سنئے۔ ایک بار میں (مصنف) دربار شریف سے سیالکوٹ جانے لگا تو حضور خواجہ نقش لاثانی قدس سرہ نے پوچھا' پھر کب' عرض کیا' انشاء اللہ کل حاضر ہوں گا'۔ اگلے دن اپنے عزیز خادم حسین صاحب کے ساتھ دربار شریف کے

لئے روانہ ہوا تو پسرور ہی سے دل کی کیفیت بدلنے لگی حتی کہ دل میں بار بار یہی آتا تھا کہ سیدھا شکر گڑھ چلا جاؤں۔ ڈرتا تھا کہ خود حضور کی خدمت میں کہہ آیا ہوں۔ بس چلتی رہی اور اضطراب بڑھتا رہا۔ ایفائے قول کی بنا پر دربار شریف بس سٹاپ پر اترا مگر صورتحال بہت زیادہ بگڑ گئی دل اب یہی کہتا تھا اور صاف صاف کہتا تھا کہ حضور کی اپنی مرضی یہی ہے کہ آج دربار شریف حاضر نہ ہوں۔ چنانچہ خادم حسین کو دربار شریف بھیج کر خود شکر گڑھ نکل گیا

اگلے دن حاضر خدمت ہوا تو فرمایا 'تم کل کیوں نہیں آئے تھے'۔ اپنی کیفیت بیان کی تو حضور بہت مسرور ہوئے۔ گویا تصدیق ہو گئی حضور ہی روک رہے تھے۔ راز یہ تھا کہ اس روز ایک ایسا شخص دربار شریف آیا ہوا تھا جس سے میرا ملنا حضور نقش لاثانی کی نظر میں اچھا نہیں تھا۔

۳۔ جناب بشیر احمد صاحب (کوئٹہ) بیان کرتے ہیں:۔ "آج کل جہاں میرا مکان ہے' یہ زمین میں نے خریدی اور دیوار بنانے کا ارادہ کیا تو پڑوس کا پٹھان حائل ہو گیا۔ میں نے دربار شریف خط لکھ کر صورت حال عرض کر دی۔ جواب آیا جھگڑا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں' وہ خود آکر دیوار بنانے کی اجازت دے دے گا'۔ عجیب بات یہ ہوئی کہ خط پہنچنے سے ایک روز قبل ہی اس پٹھان نے وہی کچھ کر دیا تھا جس کی دربار عالیہ کی تحریر میں پیشگوئی کر دی گئی تھی۔ گویا سینکڑوں میل دور سے حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے اپنے رب کی دی ہوئی طاقت سے اس کا دل پھیر دیا"۔

فالحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علیٰ سیدنا رحمۃ للعلمین

۴۔ برادر طریقت جناب مشتاق احمد صاحب (فتح گڑھ سیالکوٹ) راوی ہیں:۔

"ایک بار والد ماجد (میاں سراج دین مرحوم) دربار شریف سے آتے ہی فرمانے لگے 'ایک بات لکھ لو کہ مقبول حسین کا رشتہ (جس کے لئے ہماری بہت سی کوششیں ناکام ہو چکی ہیں) ہو جائے گا'۔ میں نے عرض کیا 'کیونکر' بولے 'میں نے حضرت سے التجا کی تو فرمایا' وہ خود چل کر آئیں گے'۔ چنانچہ فریق ثانی اگلے روز ہی آگیا اور بات طے ہو گئی"۔

۵۔ یہاں سے مجھے **صوفی محمد صدیق مرحوم** (ظفروالی ثم سندھی) بیان کردہ آپ بیتی بھی یاد آگئی۔ مرحوم فرمایا کرتے تھے:۔ "ہم ظفروال سے ضلع سانگھڑ میں جا آباد ہو گئے اور وہیں اکثر اولاد جوان ہوئی۔ مجھے بڑے بیٹے کے لئے رشتہ درکار تھا اور بڑے بھائی کے ہاں رشتہ موجود تھا مگر وہ بڑا بھی تھا اور بہت زیادہ مالدار بھی' للذا پوچھنے کی جراءت نہ ہوئی۔ اب اسی تلاش میں میں نے اپنے ان رشتہ داروں کا رخ کیا جو تحصیل نارووال پسرور شکر گڑھ وغیرہ میں تھے۔ مگر برکت کے لئے پہلے دربار اقدس میں حاضری ضروری تھی۔ یہاں چند روز خدمت اقدس میں رہا۔ ایک دن حضور غسل فرمانے لگے (اور مجھے نلکا پھیرنا تھا) کہ دفعتاً ارشاد عالی ہوا' نہائیں گے بعد میں پہلے ایک بات کرلیں۔ بتاؤ تمہاری شادی کس عمر میں ہوئی تھی' میں نے عرض کیا پچیس سال کی عمر میں۔ فرمایا تمھارے بیٹے کی عمر کتنی ہے' عرض کیا ستائیس سال' فرمایا تمھیں خیال نہیں آتا کہ تمھارے باپ نے تمھاری شادی پچیس سال کی عمر میں کردی اور تم نے اپنے بیٹے کی ستائیس سال تک بھی نہیں کی' عرض کیا' میں تو بے بس ہوں' میری کون سنتا ہے اور مجھے کون رشتہ دیتا ہے کہتے ہیں اللہ نے اپنے ولیوں کو بے پناہ اختیار دے رکھے ہیں یہ کام تو حضور کے کرنے کا تھا۔ فرمایا جا! تجھے میں نے تیرے بڑے بھائی کا رشتہ خدا کے لئے دیا' میں نے شکریہ ادا کیا تو فرمایا' تم نہ پوچھنا' وہ خود پوچھے گا ورنہ تمہیں خرچ بھی کرنا پڑے گا۔ جب وہ پوچھے تو کہنا' بھائی جان! لڑکی بھی آپ کی اور لڑکا بھی آپ کا میرا اس میں کیا دخل تو وہ سب خرچ خود کرے گا۔ چنانچہ واپس گھر آتے ہی حرف بحرف وہی ہوا جو حضور نے ارشاد فرمایا تھا"۔

۶۔ **چودھری غلام فرید** آف قطرووال ضلع فیصل آباد راوی ہیں:۔ "۱۹۶۰ء کی بات ہے شیخ المشائخ غوث العصر حضور نقش لاثانی قدس سرہ ہمارے گاؤں چک ۱۷۵ گ ب قطرووال میں تشریف فرما تھے۔ میرے والد گرامی صوفی خان محمد خلیفہ سرکار لاثانی نے مجھے آپ کی خدمت میں پیش کیا (رحمتہ اللہ علیہم) اور شکایت کرتے ہوئے عرض کیا' حضور! غلام فرید ہفتوں تک نہیں نہاتا۔ حضور نے فرمایا غلام فرید ابھی جاؤ اور نہاؤ'۔ اس توجہ اور ارشاد عالی نے دل بدل کے رکھ دیا۔ آندھی ہو بارش ہو' سخت ترین سردی ہو' نہائے بغیر

چین نہیں آتا۔ ناغہ ہوتا ہے تو صرف بیماری کی بنا پر۔ گویا ایک ہی نظر میں جتنا غسل سے دور تھا' اتنا ہی عدم غسل سے نفور کر دیا"۔

۷۔ اب میرا اپنا (یعنی مصنف کا) قصہ سنئے:۔ "۶۳۔۱۹۶۲ء میں شکر گڑھ میں بہت زیادہ مذہبی انتشار تھا اہل سنت کا خادم ہونے کی حیثیت سے میری ہمدردیاں ڈھکی چھپی نہیں تھیں لوگ طرح طرح کی افواہیں اڑاتے اور والدہ ماجدہ سخت پریشان رہتیں وہ مجھے خطرات میں محصور سمجھتی تھیں۔ میں نے اپنے آقا حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی بارگاہ میں اس صورت حال کی فریاد کی' یعنی ایک طرف حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کی عظمت کا مسئلہ ہے اور دوسری طرف والدہ ماجدہ کی پریشانیٔ خاطر ہے۔ اس نازک موڑ پر تو والدہ کو خوش ہونا چاہیے انہیں دعاگو رہنا چاہیے مگر وہ ناراض دکھائی دیتی ہیں اور اس بات پر پریشان ہیں کہ اپنے بیٹے کو تعلیم سے آراستہ کیوں کیا جو ایسے خطرات سے دوچار ہو گیا ہے۔ اس وقت میری آنکھوں سے چھم چھم آنسو برس رہے تھے بس پھر کیا تھا رحمتِ بندہ پرور جوش میں آگئی اور خداوندِ قدیر کی بخشی ہوئی طاقت سے دل پھیر کے رکھ دیا فرمایا تو صرف اتنا "اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دین کی خدمت کرتے رہنا چاہیے دوسروں کو اللہ خوش کر دے گا" اس کے بعد یوں ہوا جیسے والدہ ماجدہ کی سوچ میں انقلاب آگیا اب انہیں قطعاً پریشانی نہیں ہوئی اور میرے بارے میں وہ کبھی نہیں گھبرائیں بلکہ خود حوصلہ بندھاتیں۔ حقیقت یہ ہے کہ والدہ ماجدہ نے مجھے عمر بھر جو اچھی دعائیں دی ہیں یہ صدقہ تھا حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی توجہ کا"۔

۸۔ جناب مشتاق احمد صاحب فتح گڑھ (سیالکوٹ) اپنے والد ماجد میاں سراج دین مرحوم کی زبان سناتے ہیں:۔ "ہمارا اپنی برادری سے جھگڑا تھا۔ انہی دنوں انجمن آرائیاں معرض وجود میں آئی جس کا غالباً پہلا فیصلہ ہمارے ساتھ بائیکاٹ کا تھا۔ ان دنوں حضور نقش لاثانی قدس سرہ صوفی عبد العزیز مدظلہ کے ہاں تشریف لائے کسی نے یہ (بائیکاٹ والی) بات عرض کر دی حضور نے مجھ سے (یعنی میاں سراجدین مرحوم) سے فرمایا کیا یہ بات درست ہے؟ میں نے اشکبار آنکھوں کے ساتھ التجا کی' حضور میرے ساتھ کوئی نہیں' فرمایا میں تو

تمہارے ساتھ ہوں۔اس جملے کا یہ اثر ہوا کہ دلوں کی کایا پلٹ گئی اور ساری انجمن کو اپنے کئے پر پشیماں ہونا پڑا"۔

۹۔ الحاج غلام سرور سجاد صاحب اپنے والد الحاج محمد صادق صاحب ساکن چک نمبر آر ۷/۱۷۵ ضلع بہاولنگر کی زبانی بیان کرتے ہیں:۔ "میں نے اپنے گاؤں میں ایک شخص سے کچھ زمین کاشت کے لئے لی تھی چھ ماہ بعد اس نے زمین سے مجھے نکال دیا اور خود ہی ہر طرح مالک بن بیٹھا میں نے حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے یہ واقعہ عرض کیا تو فرمایا گھبرایئے نہیں وہ آدمی خود گھر آ کر دوبارہ کاشت کے لئے کہے گا چنانچہ حسب فرمان وہ خود گھر آیا معافی کا طالب ہوا اور زمین کاشت کرنے کے لئے دوبارہ درخواست کرنے لگا"۔

۱۰۔ مفکر ملت صوفی محمد علی نقشبندی صاحب راوی ہیں:۔ "ڈاکٹر عبدالرشید مرحوم کو ان کے ہمسائے بہت تنگ کرتے تھے چنانچہ کئی بار مقدمات تک نوبت پہنچ گئی۔مرحوم ازحد پریشان تھے۔حضور نقش لاثانی قدس سرہ سیالکوٹ تشریف لائے ہوئے تھے، ڈاکٹر صاحب کی درخواست پر حضور نے ان کے ہاں دو گھنٹے قیام فرمایا اور کھانا بھی ملاحظہ فرمایا اور تشریف لے گئے۔ تیسرے دن ہمسائے خود بخود معافیاں مانگنے لگے اور انہوں نے مقدمات بھی واپس لے لئے"۔

۱۱۔ چودھری محمد صادق آف علی پور گوجراں (تحصیل شکر گڑھ) اپنا قصہ سناتے ہیں:۔

"ایک دفعہ میری بیوی ناراض ہو کر میکے چلی گئی۔ ہم نے بھی طلاق دینے کا فیصلہ کر لیا۔حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے میری شکایت کی گئی تو آپ نے مجھے الگ کر کے فرمایا "صادق ایسا ہرگز نہ کرنا"۔ میں نے عرض کیا' حضور وہ تو میرے خون کے پیاسے ہیں۔ ان کا پکا ارادہ ہے کہ جب وہاں جاؤں وہ قتل کر دیں گے۔ حضور نے کچھ سکوت کے بعد فرمایا وہ ناراض ہو کر جائے تو وہاں مت جاؤ ہاں البتہ راضی ہو تو جانے میں حرج نہیں۔ طلاق ہرگز نہ دینا' تمہاری بیوی خود آجائے گی۔

کچھ دن بعد ہم گاؤں کے جوان مل کر کوٹ تیناں گئے تو ان کے آدمی بھی ہمارے پیچھے پیچھے رہے مگر کسی نے حملہ نہ کیا شام کو واپس گھر جا کر سب ڈینگیں مارنے لگے میرے پاس

فلاں فلاں ہتھیار تھے 'اچھا آج تو قابو نہیں آیا' میلہ منڈی مویشیاں میں قابو کریں گے میری بیوی ان کی باتیں سن رہی تھی' کہنے لگی وہ تو بیگانہ بیٹا تھا میں خود صبح جا رہی ہوں' دیکھوں گی کون مارتا ہے چنانچہ اگلے روز وہ خود بخود میرے ہاں آگئی"۔

۱۲۔ درباری نعت خواں صوفی محمد حسین صاحب کی آپ بیتی سنئے:۔ "میرا نکاح تو ہو گیا مگر قدرتی طور پر دل اپنی بیوی سے سخت بیزار تھا آخر کار اسے طلاق دینے کا پکا فیصلہ کر لیا اور منظوری لینے کے لئے دربار شریف حاضر ہوا حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے فرمایا کس بنا پر طلاق دینا چاہتا ہے میں نے ایک دو معمولی سبب عرض کئے مگر حضور نے فرمایا ان وجوہات کی بنا پر طلاق دینا درست نہیں ہاں اگر وہ شریعت سے بغاوت کرتی تو طلاق کی مستحق ہوتی۔ میں نے عرض کیا پھر آپ دل کی کایا ہی پلٹ دیں' حضور نے دعا فرمائی اور جتنی پہلے نفرت تھی اتنا ہی اب پیار ہے"۔

۱۳۔ مستری محمد علی صاحب بیان کرتے ہیں:۔ "میری بیوی نے حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے میرے نماز نہ پڑھنے کی شکایت کی۔ آپ نے خوب ڈانٹ پلائی۔ میں نے التجا کی 'حضور پھر پڑھا ہی دیں۔ فرمایا چلو مسجد کے مٹکے میں پانی بھرو۔ کنواں دور اور پانی رسے سے کھینچنا بڑا مشکل کام تھا میں نے تین بار مٹکا بھرا پھر خالی ہو گیا پھر حضور نے بلا کر فرمایا غسل کا ارادہ ہے اب غسل خانے میں پانی بھرو۔ حضور نے اس کی صفائی کے پیش نظر اسے بھی تین بار گرا دیا۔ اب اپنی یہ حالت تھی کہ رسا پکڑنا بھی دشوار تھا غسل کے بعد حضور نے فرمایا "مستری جی! اب میں پانی بھرتا ہوں اور تم نہاؤ"۔ اس شفقت پر میں رو رہا تھا اور آپ فرما رہے تھے "نماز پڑھنا آسان نہیں"۔

حضور نے چند لمحوں میں ایسی توجہ فرمائی کہ عمر بھر کے بے نماز کو نمازی بنا دیا اور ایسا نمازی کہ پھر ایک نماز بھی قضا نہیں ہوئی"۔

زبانوں پر قابو

جو شخص خاموش طبع ہو، عموماً یہی تاثر ہوتا ہے کہ اسے اپنی زبان پر قابو ہے۔ سنجیدہ لوگ سوچ سمجھ کر بات کرتے ہیں اور پھر جو کچھ کہتے ہیں، آب زر سے لکھنے کی قابل ہوتا ہے ۔ کم ظرف اور پست ہمت شخص کو بار بار بھی خاموشی کی تلقین کی جائے، بولنے سے باز نہیں آتا، خودکار مشین کی طرح واہی تباہی کچھ نہ کچھ کہتا ہی رہتا ہے، بقول ذوق

جو پیٹ کے ہلکے ہیں، پچے بات کب ان سے
روکیں تو ابھر جائے شکم اور زیادہ !!!!

قربان جائیں اللہ والوں کے اختیار و تصرف کے، جنہیں اپنی ہی زبان پر قابو نہیں بلکہ دوسروں کی زبانیں بھی گویا انہی کے ماتحت ہوتی ہیں۔ بارہا دیکھا، ایسے لوگ جنہیں اپنی فصاحت و بلاغت جوش خطابت اور بات کا بتنگڑ بنانے پر ناز ہوتا، سیدی و مرشدی حضور نقش لاثانی کے سامنے آتے ہی مہر بلب ہو جاتے تھے۔ بعض دفعہ یوں محسوس ہوتا جیسے بولنے سے معذور ہو گئے ہیں۔ کبھی بولنے والے کے ذہن سے مضمون ہی غائب ہو جاتا۔ اور اس کے برعکس جب حضور توجہ فرماتے، تو قلب و روح کو سیراب اور فکر و نظر کو شاداب کر جاتے۔ کئی بار ایسا بھی ہوتا کہ کہنے والے کہنا کچھ اور چاہتے تھے مگر حضور اپنی مرضی کا جواب زبان پر جاری کر دیتے۔ مثلاً ایک بار حضرت پیر سید فضل شاہ صاحب (قاضی باقر) رحمتہ اللہ علیہ سے حضور نے موضع بوعہ میں پوچھا، شاہ جی جانا ہے یا رہنا، عرض کیا، حضور! جانا ہے۔ حالانکہ وہ رہنا چاہتے تھے (چونکہ حضور انہیں بھیجنا چاہتے تھے، لہٰذا زبان نے 'جانا' کہہ دیا) چنانچہ فوراً گھوڑی تیار کرائی اور شاہ صاحب کو نور کوٹ ریلوے اسٹیشن پر پہنچا دیا۔ راستے میں شاہ صاحب نے بتایا کہ میں تو رہنا چاہتا تھا مگر حضور نے میری زبان سے اپنی مرضی کی بات کرالی۔

خود میرے ساتھ کئی بار ایسا ہوا۔ مثلاً جن دنوں میں گورنمنٹ ہائی سکول ڈسکہ میں تدریسی فرائض سرانجام دیتا تھا، (یعنی ۱۹۶۶ء کے نصف اول میں) دربار شریف حاضر ہوا تو حضور سے اپنی پریشانی کا ذکر کیا۔ فرمایا، تیرے نزدیک اس پریشانی کا حل کیا ہے، عرض کیا، میرے نزدیک حل یہ ہے کہ بار بار دربار شریف حاضر ہوں، ظاہر ہے کہ میں اپنی مرضی سے

کہتا تو شاید یہ کہتا کہ 'حضور توجہ فرمائیں 'حضور کی دعا سے مسائل حل ہو سکتے ہیں '۔ حضور کے کرم پر زندگی کا دار و مدار ہے وغیرہ وغیرہ'۔ مگر چونکہ حضور یہی چاہتے تھے کہ بار بار حاضر دربار ہوتا رہوں (جیسا کہ دوسرے موقع سے ظاہر ہے) اس لئے اپنی مرضی میری زبان پر مسلط کردی۔ پھر فرمایا 'تو بار بار آیا کر 'کیا تجھے کوئی بار بار آنے سے روکتا ہے۔'

یہ بات غالبا کہیں پہلے بھی مذکور ہو چکی ہے کہ سفر میں کسی کوتاہی کی بنا پر حضور کچھ خفا ہوتے تو عموما اس کا اظہار اس طرح ہوتا کہ میں تقریر نہ کر سکتا اور اگر خوش ہوتے تو یوں لگتا جیسے ' آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں '۔ سننے والے خود محسوس کرتے کہ ع 'نکلی تو لب اقبال سے ہے 'کیا جانئے کس کی ہے یہ صدا ' مجھے اپنے کسی خفیہ جرم کی بنا پر حضور کی پوشیدہ ناراضی کا خطرہ ہوتا تو دل ہی دل میں طلب عفو کرتا رہتا اور پھر اپنی تقریر سے یہ اندازہ کرتا کہ معافی ملی ہے یا نہیں۔ ایک بار ایک بریگیڈیر صاحب 'ماہنامہ انوار لاثانی' کی تلاش میں ملنے آئے تو انہوں نے 'اسلام' کے بارے میں چند پیچیدہ سوالات کئے۔ میں نے جوابات دیئے تو انہوں نے اطمینان کا اظہار کیا۔ اس وقت میرے دوست جناب عبدالسلام باجوہ صاحب بھی موجود تھے۔ میں نے بعد میں ان سے کہا کہ سوالات تو مشکل ہی تھے مگر مرشد کامل علیہ الرحمتہ نے دستگیری فرمائی۔ باجوہ صاحب کہنے لگے خود مجھے محسوس ہو رہا تھا جیسے ' زبان تیری ہل رہی ہے مگر بول حضور نقش لاثانی رہے ہیں '۔

ایک بار مفکر ملت قبلہ صوفی محمد علی صاحب نقشبندی کی دعوت پر حضور نقش لاثانی قدس سرہ العزیز 'یوم مجدد اعظم ' کی تقریب سعید میں شرکت کے لئے سیالکوٹ تشریف لائے (یہ ۱۹۷۷ء کی بات ہے) سنہری مسجد میں حضور نے نماز مغرب ادا کی 'بعد میں میں نے یاران طریقت میں سے کسی پر نکتہ چینی کی (جسے حضور نے پسند نہ فرمایا) نتیجہ یہ نکلا کہ عشاء کے بعد شروع ہونے والی مذکورہ تقریب میں مجھے سخت ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ بول تک نہ سکا۔ اگلے دن تک یہی صورتحال رہی۔ حضور تشریف لے گئے تو عصر کے بعد تنہائی میں مراقبہ کیا 'زار و قطار رو رو کر معافی مانگی تو دل کا بوجھ ہلکا ہوا اور سکون میسر آیا۔ چند ماہ بعد پھر توبہ ٹوٹ گئی اور پھر وہی کچھ ہوا۔ تفصیل یہ کہ علی پور سیداں شریف کی اولین مسجد جس کی تعمیر نو حضور نقش

لاثانی علیہ الرحمتہ ہی نے کرائی تھی' میں حضور کے زیر اہتمام و سرپرستی سالانہ محفل میلاد تھی۔ خطیب پاکستان حضرت مولانا غلام رسول صاحب سمندری والے مدعو تھے۔ تقریب سے پہلے بر سبیل تذکرہ پھر اسی یار کا تذکرہ چھڑا (جس پر نکتہ چینی مجھے پہلے بھی بہت مہنگی پڑی تھی) اور میں نے اسی قسم کے خیالات کا اظہار پھر کر دیا۔ (بظاہر حضور سامنے موجود نہیں تھے مگر جیسے سب کچھ سن رہے ہوں) اسی قسم کی سزا ملی۔ یعنی میں نے تقریر کرنا چاہی وہ نہ ہو سکی اپنے اشعار سنانا چاہے' یاد نہ آئے' حضرت اقبال علیہ الرحمتہ کا کلام پڑھنے کا ارادہ کیا' اسے بھی بھول گیا۔'

ایک دفعہ موضع چک مریال نزد ریلوے اسٹیشن شکر گڑھ میں سالانہ ختم شریف ہو رہا تھا ۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی صدارت تھی۔ مجھے تقریر کے لئے دس منٹ عنایت ہوئے ۔ حضور کی توجہ سے خطاب ایسا کامیاب تھا کہ میں نے ایک اور منٹ مانگ لیا۔ مل تو گیا مگر سب کچھ بھول گیا' حتی کہ یہ بھی یاد نہ رہا کہ میں کیا کہہ رہا تھا۔ (گویا یہ نکتہ ذہن نشین کرانا تھا کہ جو وقت دیا جائے اسی میں برکت ہے نیز خطاب کی کامیابی علم و فن کی بنا پر نہیں بلکہ نگاہ کرم پر منحصر ہے اور اس کے برعکس سمجھنا ہی باعث وبال ہے۔ خدا کا شکر ہے' ٹھوکریں کھا کر ہی سہی کچھ نہ کچھ اس کی سمجھ ضرور آگئی۔ چنانچہ اس کے بعد بعض دفعہ تقریر کے لئے پانچ بلکہ چار منٹ بھی ملتے تو وقت کی پابندی کو اپنی سعادت سمجھتا تھا پھر حضور کی اپنا بندہ نوازی بعض دفعہ عجیب و غریب کرشمے دکھاتی تھی' مثلاً کبھی چوٹی کے خطیب موجود ہوتے تو ارشاد ہوتا کہ صرف ایک ہی تقریر ہو گی اور وہ بھی آسی کی چنانچہ یکبارگی اعلان ہو جاتا۔ فقیر سٹیج پر پہنچ جاتا اور کریم کی توجہ ذہن و دل و زبان کو نوازتی رہتی)

یہ بھی حضور کے حسن تربیت کا ایک انداز تھا۔ کسی کا گلہ غیبت کرنا حضور کو سخت ناگوار تھا' یہاں تک کہ بیعت کے وقت حضور جو اہم ہدایات ارشاد فرماتے تھے' ان میں خصوصیت کے ساتھ یہ جملہ بھی شامل ہوتا تھا کہ' کسی کا گلہ غیبت ہرگز نہ کرنا'۔ چونکہ حضور اس سگ بارگاہ (آسی) پر زیادہ ہی شفیق تھے' اس لئے جلدی ہی' تادیب' فرمادیتے اور اس کا اسلوب اوپر کے واقعات سے ظاہر ہے۔

دوسروں کی زبانوں پر حضور کا کنٹرول محض میرا تجربہ ہی نہیں بلکہ وہ دوست جنہیں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی محفل میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہے' جانتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے ہی بل بوتے پر بات نہیں کر سکتا تھا' بلکہ اس کے لئے حضور کی اپنی شفقت کا متوجہ ہونا ضروری تھی۔ بارہا ایسا ہوتا کہ آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارے ہو رہے ہیں مگر ہیبت حق کی وجہ سے کسی کو لب کشائی کی جرات نہیں ہو رہی پھر آپ خود پوچھتے ہیں (گویا بولنے کی اجازت دیتے ہیں) تو تاریخیں طے ہو رہی ہیں' جلسوں کے پروگرام بن رہے ہیں' مدعو علماء کے نام تجویز کئے جارہے ہیں اور اسی سلسلہ کلام میں حسین و جمیل مزاح کے دروازے بھی کھل رہے ہیں وغیرہ۔

اسی ہیبت حق کا ایک مظاہرہ اس وقت ہوا جب ۱۹۷۰ء کے انتخابی معرکے میں حضور شکر گڑھ تشریف لائے۔ نماز جمعہ جامع مسجد نور میں ادا کی۔ جماعت اسلامی کا' باطنی' امیدوار ایڈووکیٹ بارک اللہ بھی یہاں تھا اور حضور سے ملنے کا خواہشمند تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ یہ ادب نا آشنا' کہیں کوئی ایسی بات نہ کہدے جو حضور کے مزاج کے خلاف ہو۔ بہر حال حضور ہجوم مشتاقاں میں رہے اور خواص و عوام کو دست بوسی کا شرف بخشتے رہے۔ بارک اللہ چند منٹ بعد ملاقات کئے بغیر خود بخود کھسک گیا۔

یہاں آخر میں ایک ضروری بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اوپر کی چند سطروں سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اولیاء کرام کو ان کے رب جلیل نے یہ اختیار بخش رکھا ہے کہ وہ اپنی بات دوسروں کی زبان پر جاری کر سکتے ہیں۔ غور کریں تو اس کا سمجھنا مشکل بھی نہیں' جب' جن' کسی پر سایہ کر کے اس کی زبان سے بول سکتے ہیں تو اللہ والوں کو یہ کمال کیوں حاصل نہیں ہو گا۔ وہ کس قدر خوش نصیب ہے جسے اولیاء اللہ نے مستقل طور پر اپنے سایہ رحمت میں لے لیا ہے اور وہ جب بھی بولتا ہے' اپنی مرضی سے نہیں بولتا بلکہ کسی کے بلائے بولتا ہے۔ "جن" کسی کی زبان سے بولیں تو پہلے اس کی عقل ماؤف کر لیتے ہیں مگر اولیاء اللہ کو یہ مجبوری بھی نہیں۔ جس کی زبان سے یہ بولیں اس کی عقل بھی برقرار رہتی ہے۔

اب سوچیے اگر بندہ دوسرے بندے کی زبان سے اپنی بات کرا سکتا ہے تو خدا اپنے کسی

مخصوص بندے کی زبان پر اپنا کلام جاری کیوں نہیں کر سکتا۔ یقیناً وہ قادر مطلق ایسا کر سکتا ہے اور یہی رسالت کی حقیقت ہے، اور یہ مخصوص و ممتاز شخصیت جس کی زبان پر رب اپنا کلام جاری فرمائے منصب رسالت پر فائز ہوتی ہے قرآن فرماتا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

ترجمہ۔ سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مظہر رسول ہیں، اس لئے ان کی شان میں وارد ہوا

اَلْحَقُّ يَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ (بخاری شریف)

ترجمہ۔ حق عمر کی زبان پر بولتا ہے

بلکہ ہر ولی مقرب اپنے اپنے قرب کے مطابق مظہر رسول ہوتا ہے اور اپنے اپنے درجے کے لائق اس خصوصی شان کا حامل۔

مولانا وحید الدین خاں اپنی کتاب علم جدید کا چیلنج کے باب اثبات رسالت میں لکھتے ہیں دسمبر ۱۹۵۰ء کا واقعہ ہے۔ یوریا کے حکام نے ایک وی آئی عامل توجہ (HYPNOTIST) فرنز سٹروبل پر ریڈیو پروگرام میں "خلل اندازی بذریعہ ٹیلی پیتھی" کے الزام میں مقدمہ دائر کر دیا۔ ریجنا ہوٹل واقع میونخ میں اپنے کرتب کا مظاہرہ کرتے ہوئے سٹروبل نے ایک تماشہ بین کو تاش کا ایک پتہ اٹھا کر دیا اور اس سے کہا کہ وہ اس کا نام حسب منشا ترتیب کے ساتھ اپنے دل میں سوچ لے۔ ہپناٹسٹ نے دعوی کیا کہ وہ اس پتے کا نام مع ترتیب (جیسا کچھ پتہ اٹھانے والے نے اپنے دل میں سوچ رکھا تھا) خود جانے بغیر ریڈیو کے اس اناونسر کی جانب منتقل کر دے گا جو اس وقت ریڈیو پر خبریں سنا رہا تھا۔ چند ہی سیکنڈ بعد حیرت زدہ سامعین نے میونخ ریڈیو کے اناونسر کی لڑکھراتی زبان میں سنا، ریجنا ہوٹل، حکم کی ملکہ' پتے کا نام بھی درست تھا اور ترتیب بھی پتہ اٹھانے والے کی سوچ کے عین مطابق تھی۔ اناونسر کی وحشت اس کی آواز سے واضح طور پر مترشح ہو رہی تھی' تاہم وہ خبریں سنائے چلا گیا۔ ادھر سینکڑوں ریڈیو سننے والے اس عجیب واقعہ کا سبب معلوم کرنے کے لئے براڈ کاسٹنگ اسٹیشن کو ٹیلیفون کر رہے تھے کیونکہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ خبروں کے پروگرام کے درمیان ریجنا ہوٹل، حکم کی ملکہ' کے الفاظ کا کیا مطلب ہے۔ ڈاکٹر معائنہ کے لئے آیا تو اس نے پایا کہ اناونسر شدید اضطرابی کیفیت میں مبتلا ہے۔ اناونسر نے بتایا کہ خبریں پڑھتے پڑھتے اس کے سر میں اچانک ایک درد سا اٹھا۔ اس کے بعد اسے کچھ یاد نہیں کہ کیا ہوا'

میں کہوں گا کہ اگر انسان کو یہ قدرت حاصل ہے کہ ایک انسان کے خیالات دوسرے انسان کو بعینہ منتقل کر دے، جبکہ دونوں کے درمیان غیر معمولی فاصلہ ہو اور اس کے لئے کوئی ظاہری واسطہ استعمال نہ کیا گیا ہو تو القائے کلام کا یہی واقعہ خالق کائنات کی طرف سے کیوں وجود میں نہیں آ سکتا

مقدمات میں نگاہ کرم:۔ ۱۔ محمود بیگ صاحب کے لخت جگر مسعود بیگ صاحب (ساکن اریاں) بیان کرتے ہیں۔

"اباجی اور ہم دو بھائیوں کے خلاف ڈی۔ ایس۔ پی نارووال نے ایسا خطرناک مقدمہ درج کرادیا جس سے بچنے کی بظاہر کوئی صورت نہیں تھی۔ میں 'بھائی مرزا غلام فرید صاحب کو لے کر دربار شریف میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔" حضور! ہمارے خلاف مقدمہ درج ہو گیا ہے"۔ ارشاد ہوا 'تفصیل سے بات کرو۔ تفصیلا عرض کیا تو فرمایا' جاؤ! کچھ نہیں ہوتا۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا"۔

مخالفت اگرچہ بہت زیادہ ہوئی مگر ہوا وہی کچھ جو زبان ولایت سے نکلا تھا یعنی جلد ہی ہمیں بے گناہ قرار دے کر بری کردیا گیا

۲۔ چوہدری خزان صاحب (آف بوعہ) راوی ہیں:۔

"ایک دفعہ ہم دونوں بھائیوں پر قتل کا مقدمہ بن گیا۔ ہم نے دربار شریف جاکر حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا تو فرمایا 'سچی بات بتاؤ' ہم نے عرض کیا'' حضور کے سامنے کون جھوٹ بول سکتا ہے 'سچی بات یہی ہے کہ ہم نے اسے قتل نہیں کیا اور نہ اسے قتل ہوتے دیکھا ہے '۔ اٹھائیس دن بعد ہم ضمانت پر رہا ہو گئے۔ پھر ہمارا کیس سیشن کورٹ سیالکوٹ میں گیا۔ جس روز ڈاکٹر کی گواہی تھی ہم دربار شریف میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے عرض کر کے عدالت میں حاضر ہوئے۔ ہم' وکیل اور ڈاکٹر سیشن جج صاحب کے سامنے کھڑے تھے کہ وہ اچانک اٹھے اور آدھ پون گھنٹے کے بعد واپس آتے ہی اچانک ہمیں بری کر دیا۔ وکیل صاحب جو سخت حیران تھے 'بولے اصل بات کیا ہے 'میں نے بیس سال میں پہلی بار ایسا ہوتے دیکھا ہے۔ ہم نے کہا یہ مرشد کامل کی توجہ کا اثر ہے"۔

۳۔ صوفی غلام علی صاحب نشتر آبادی لکھتے ہیں:۔

"میرے چچا محمد شریف صاحب کی بہو کا اپنی پھوپھی کے ساتھ زمین کے بارے میں جھگڑا تھا جو سول جج ڈسکہ کی عدالت میں چار سال سے دائر تھا۔ سیدی حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی بارگاہ میں ساری صورت حال عرض کی تو فرمایا" تاریخ کب ہے؟"عرض کیا' کل ' فرمایا'

فکر مت کرو' کل فیصلہ ہو جائے گا' چنانچہ یونہی ہوا اور وہ بھی عرض کرنے والے کے حق میں"۔

۴۔ جناب مشتاق احمد (فتح گڑھ شہر سیالکوٹ) کا بیان ملاحظہ ہو:۔

"ہمارے تایا جان کے ایک بیٹے اور دو پوتوں پر قتل کا مقدمہ بن گیا۔ صورت حال از حد تشویشناک تھی۔ خصوصاً اس لئے بھی کہ سیشن جج صاحب بہت سخت تھے۔ ان دنوں حضور نقش لاثانی جڑانوالہ تشریف فرما تھے۔ خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر عرض کیا تو فرمایا' دو تو بری ہیں اور تیسرے کی بھی ضرورت ہے'۔ سیشن جج صاحب کی سختی کے بارے میں التجا کی تو فرمایا' اللہ مہربانی فرمائے گا' چنانچہ فیصلے کے وقت دو تو صاف بری تھے' تیسرے کو پانچ سال قید ہوئی جو بعد میں ختم ہو گئی"۔

۵۔ چوہدری محمد عالم صاحب ایڈووکیٹ کی روداد سنئے:۔

"ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ گاؤں کے ایک شخص نے میرے خلاف مقدمہ دائر کر دیا نیز میرے گھر کے پانی کا اخراج بھی روک دیا' جس سے گھر کے سامنے تالاب سا بن گیا۔ مدعی کہتا تھا کہ میرے ایک لاکھ پیر بھائی ہیں۔ ایسے موقع پر سب ایک ایک روپیہ چندہ دیتے ہیں اور یوں ایک لاکھ روپے سے مقدمہ آسانی سے لڑ لیا جاتا ہے۔ میں حاجی رستم علی صاحب مد ظلہ کی خدمت میں حاضر ہوا جو علاقے کے مشہور صوفی' صاحب ذکر اور حضرت سراج الحق چشتی گورداسپوری رحمتہ اللہ علیہ کے خاص مریدین میں سے ہیں اور میرے پڑوس میں رہتے ہیں۔' فرمانے لگے تم بھی اپنے پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ انشاء اللہ بات بن جائے گی۔' چنانچہ دربار شریف حاضر ہوا۔ حضور گندم کی کٹائی کرا رہے تھے۔ میں نے سارا ماجرا عرض کر دیا۔ دو منٹ خاموش رہنے کے بعد پوچھا ان کے پیر صاحب کا نام کیا ہے۔ میں نے عرض کیا "نقیب اللہ شاہ صاحب بتاتے ہیں اور وہ نقیب آباد ہی کے رہنے والے ہیں"۔ فرمایا اللہ پاک رحم کرے گا۔ اگلے روز کچہری پہنچا تو مدعی کے تین چار پیر بھائی جو شکر گڑھ میں رہتے تھے باری باری آ کر معافی مانگنے لگے۔ پھر گاؤں سے خود مدعی بھی آ گیا اور معافی مانگنے لگا۔ خود اسی نے عدالت میں جا کر دعوی بھی واپس لے لیا"۔

۶۔ محترم حاجی عنایت علی صاحب آف چک بہاؤالدین (شکر گڑھ) اپنا قصہ سناتے ہیں:۔

"میں جس زمانے میں پٹواری ہوا کرتا تھا' میرے حلقے سے میرے خلاف ستر درخواستیں ڈی۔ سی صاحب کے دفتر میں پہنچ گئیں۔ ان دنوں چودھری انور عزیز صاحب نے بھی بتایا کہ ڈی۔ سی صاحب سفارش نہیں مان رہے اور تمہیں برخاست کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ایک دن نارووال پیشی بھگت کر میں دربار شریف حاضر ہوا تو حضور جنوبی بارہ دری (جو اب نہیں رہی) میں جلوہ افروز تھے اور حافظ سردار علی مرحوم (میسال والے) حاضر خدمت تھے۔ حافظ صاحب نے دیکھتے ہی کہا' خبر نہیں پٹواری نے رابطہ کیوں کم کر دیا ہے'۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے فرمایا وہ بیچارہ خود مر رہا ہے کسی رابطے کا کیا مطلب۔ گویا میرے عرض کرنے سے پہلے ہی حضور نے ساری صورتحال کو ایک جملے میں خود بیان فرما دیا۔ اگلے روز شکر گڑھ میں ایس۔ ڈی۔ او صاحب کی عدالت میں میری پیشی تھی۔ خدا کا کرنا میرے ستر کے ستر مخالف شکر گڑھ آکر بغیر عدالت میں حاضر ہوئے خوش خوش واپس چلے گئے (اس لئے کہ انہوں نے کہیں سے میرے تبادلے کی افواہ سن لی تھی) چار پانچ روز بعد میں اپنے اسی حلقے میں واپس گیا تو رات کے دو بجے حضور نقش لاثانی قدس سرہ خواب میں تشریف لائے۔ وہ ستر آدمی بھی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور نے ان سب کو فرمایا راضی نامہ کر لو ورنہ خدا کے فضل سے تم اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ چنانچہ سب نے خواب ہی میں صلح کر لی اور ان میں سے ایک شخص (خواب ہی میں) حضور کے دست حق پرست پر بیعت بھی ہوا۔ صبح ہوئی تو مخالفین کے لیڈر نے مجھے دوپہر کے کھانے پر دعوت دی' میں نے قبول کر لی اور یہیں سب نے معافی بھی مانگ لی۔ جسے رات کو بیعت ہوتے دیکھا تھا کچھ عرصہ بعد جب حضور نقش لاثانی قدس سرہ اس علاقے میں جلوہ افروز ہوئے تو وہ بیعت بھی ہو گیا"۔

۷۔ اس سلسلے میں ایک اور عجیب واقعہ بھی سنئے تقریباً اسی دور میں جب رونما ہوا تھا

"مجھ سے محمد حسین صاحب نعت خواں نے بیان کیا تھا۔ ہوا یہ کہ حضور نقش لاثانی

قدس سرہ ہمارے برادر طریقت غلام قادر صاحب (ساکن جوئیاں) کے تانگے پر کوٹ یناں سے آگے کسی گاؤں میں جانا چاہتے تھے۔ یہ تانگہ تھانہ کوٹ یناں کے سامنے سے گزرنے لگا تو سپاہیوں نے روک لیا۔ ان کا موقف یہ تھا کہ غلام قادر صاحب کے خلاف کسی شکایت پر کارروائی کرنے کی ہدایت اوپر سے آئی ہے اور وہ کارروائی کرنے پر مجبور ہیں۔ تانگے والے نے کہا کہ مجھے اب جانے دو' واپسی پر حاضر ہو جاؤں گا۔ خود حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے بھی سمجھایا کہ فی الحال منزل مقصود پر پہنچ جانے دو' غلام قادر واپس آجائے گا مگر خود سر عملہ نہ سمجھا۔ حضور نے بھی اسے بھیج دیا غلام قادر صاحب آدھ پون گھنٹے کے بعد واپس آگئے۔ تانگہ چلا حضور نے پوچھا آخر کیا ہوا' کیونکر آنے دیا۔ بولے حضور! انہیں میرا کاغذ ہی نظر نہیں آیا ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے تو مجھے اجازت دے دی۔ حضور نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک کاغذ نکالا فرمایا' غلام قادر تیرا کاغذ یہی تو نہیں"۔

۸۔ **ساجد الرحمان سلہری** اپنے تایا زاد بھائی ظفر اقبال صاحب کا بیان انہی کی زبانی سناتے ہیں:۔

"ہمارے پھوپھا رانا محمد رفیق صاحب کو جو حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے مخلص مریدین میں سے ہیں دسمبر ۱۹۸۳ء میں ایک مقدمہ قتل کی بنا پر جیل جانا پڑا۔ عدالت میں پیشی سے ایک روز قبل پھوپھا جان نے مجھے دربار شریف حاضر ہونے کی تلقین کی مگر کرایہ نہ ہونے کی وجہ سے میں تعمیل نہ کرسکا۔ ادھر جج نے بھی تاریخ دے دی۔ اگلی پیشی سے پھر ایک روز قبل پھوپھا جان نے وہی کچھ کہا' میں پھر قاصر رہا۔ جج صاحب نے پھر حکم نہ سنایا اور تاریخ دے دی۔ تیسری پیشی سے ایک دن پہلے پھوپھا جان نے بہت تاکید کی کہ دربار شریف پہنچو اور حضور سے دعا کے لئے التجا کرو۔ میں دن کے تین بجے دربار شریف پہنچا تو حضور نارووال تشریف لے جارہے تھے۔ مجھے بھی کار میں ساتھ بٹھالیا۔ تقریب میں پہنچ کر حضور نے آسی صاحب سے فرمایا "رانا ظفر کو بھی نعت شریف کا وقت دیا جائے"۔ خیر نعت شریف پڑھی اور پروفیسر آسی صاحب نے نذرانہ ایک کپڑے میں اکٹھا کر کے مجھے دیا (جو مبلغ دو صد روپیہ تھا) دربار شریف آکر فرمایا "ظفر صاحب! اب تو آپ کے پاس کافی کرایہ ہو گیا ہے' کبھی کبھی آجایا

کرو"۔ پھوپھا صاحب کی درخواست بھی پیش کر دی تو حضور نے دعا فرمائی اگلے دن گھر آکر معلوم ہوا کہ جج صاحب نے انہیں ضمانت پر رہا کر دیا (اور کچھ عرصہ بعد باعزت بری بھی کر دیا)"

۹۔ جناب مشتاق احمد صاحب نعت خواں راوی ہیں:۔

"ایک دن صدر مسجد کمیٹی اور صدر کشمیریاں سے میرا جھگڑا ہو گیا وہ موقع کی تاک میں تھے انہوں نے ایک دن بہت سے آدمیوں کے ساتھ ہمارے گھر پر ہلہ بول دیا اور ہمیں بہت مارا۔ میری اپنی یہ حالت تھی کہ بچنا دشوار نظر آتا تھا مگر اس حال میں بھی میں ان کے ایک آدمی کو ایسا زخمی کر دیا کہ وہ ایک دو پل کا مہمان دکھائی دیتا تھا۔ یہ صورت حال ایسی تشویشناک تھی کہ اپنے یار بھی ڈر کے مارے ساتھ چھوڑ گئے۔ مخالفین نے والد صاحب اور تمام بھائیوں کو پرچے میں پھنسا دیا اور پولیس سب کو پکڑ کر لے گئی (اور میں ہسپتال میں تھا۔) آٹھ دن تک مویشیوں کو بھی چارہ ڈالنے والا کوئی نہ ملا۔ کسی خاتون نے دربار شریف حاضر ہو کر حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے سارا واقعہ عرض کر دیا۔ انہی دنوں حضور آڈے سے آگوکی جاتے ہوئے گھر تشریف لے آئے اور اسی جگہ کو شرف بخشا جہاں یہ لڑائی ہوئی تھی۔ اس وقت والد صاحب کی ضمانت ہو چکی تھی۔ انہوں نے عرض کیا حضور کیا وہ (مخالف زخمی) بچ جائے گا' فرمایا اللہ ٹھیک کر دے گا (یعنی وہی نہیں بلکہ سارا کیس ٹھیک ہو جائے گا اور مصیبت ٹل جائے گی) چنانچہ وہ بھی بچ گیا اور ہم بھی رہا ہو گئے۔ یاد رہے خواجہ صفدر سابق چیئرمین مجلس شوریٰ کی ہمدردیاں دوسری طرف تھیں اور اسی بنا پر کسی کو ہماری کامیابی کی امید نہیں تھی مگر مرشد کامل کی دعا و توجہ بگڑی بنا گئی"۔

۱۰۔ شکر گڑھ کے مشہور ایڈووکیٹ جناب حسن نظامی صاحب کی آپ بیتی ملاحظہ ہو:۔

"چند سال قبل ہمارے گاؤں پھلواڑی میں دو پارٹیوں کی لڑائی میں ایک ہی پارٹی کے دو آدمی شدید زخمی اور ایک ہلاک ہو گیا۔ "چشم دید" گواہ ذاتی مخاصمت کی بنا پر مجھے بھی مقدمہ قتل میں الجھانا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ میرے سامنے بھی علانیہ جھوٹ بول کر قسمیہ کہتا تھا کہ نظامی نے للکارا اور اسی سے تصادم کا آغاز ہوا۔ (حالانکہ نہ مجھے اس وقت لڑائی کا علم تھا اور

نہ میں وہاں موجود تھا) اتفاق سے حضور نقش لاثانی قدس سرہ شکر گڑھ تشریف فرما تھے۔ تلاش بسیار کے بعد حضور ملے مگر ایک تانگے پر میں نے پریشانی کا اظہار کیا تو حضور ازراہ بندہ نوازی تانگے سے اترے اور کچھ دور تنہائی میں جاکر ساری روداد سنی' دعا مانگی اور تسلی دی۔ حیرت ہوئی کہ مجھے کیس میں الجھانے کے مضبوط پروگرام کے باوجود ایف آئی آر میں میرا نام نہیں تھا۔ بعد میں صلح ہوئی تو میں نے پوچھا' آخر میرا نام کس وجہ سے آپ نے نہیں لکھوایا تو وہی' چشم دید' گواہ بولا' سچی بات یہ ہے کہ ہمیں اس وقت یاد ہی نہیں آیا۔ نیز دوسرا بھائی جو تھانیدار تھا اور زیادہ مفید ایف۔ آئی۔ آر لکھوا سکتا تھا' ایک گھنٹہ دیر سے پہنچا۔

گویا حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی برکت و کرامت کی وجہ سے وہ میرا نام لینا ہی بھول گئے

جنات پر حکومت

ا۔ نور احمد شاہد (جلو موڑ) راوی ہیں:۔

"میری چچی صاحبہ کو جنات کا سایہ تھا۔ حضور نقش لاثانی جلو موڑ تشریف لائے تو میں نے چچی صاحبہ کے بارے میں عرض کیا۔ "حضور انہیں بیس سال سے یہ تکلیف ہے' نہ وہ انہیں نماز پڑھنے دیتے ہیں اور نہ روزہ رکھنے دیتے ہیں"۔ حضور نے فرمایا "سب دعا کرو' خداوند کریم انہیں صحت بخشے"۔ اب آپ مناواں تشریف لے گئے۔ بعد میں انہیں ایسا دورہ پڑا کہ صبحدم ہوش آیا مگر اس کے باوجود پہلے سے صحت یاب نظر آتی تھیں۔ کچھ دن بعد دربار شریف حاضری ہوئی تو حضور نے چچی صاحبہ کو حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کے روضۂ پر نور پر بھیج دیا اور فرمایا کچھ پڑھو وہاں جاکر۔ میں بھی فارغ ہو کر وہاں گیا تو چچی صاحبہ کے منہ سے بلند آواز یہ الفاظ نکل رہے تھے' اب میں چلا جاتا ہوں۔ اب مجھے اس ویران کنوئیں میں نہ پھینکیں مجھے معافی دے دیں۔ اب میں چلا جاتا ہوں۔ کچھ دیر بعد انہیں ہوش آگیا اور دربار شریف میں واپسی کی اجازت مانگنے کے لئے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو چچی صاحبہ نے عرض کیا "حضور! وہ چیزیں ہر جمعرات کو چوکی مانگتی ہیں"

فرمایا (جلالی انداز میں) "کوئی چوکی دوکی نہیں دینی۔ جو بگاڑ کرے گا' میں سنبھال لوں گا

"چچی صاحبہ بحمدہ تعالیٰ اسی وقت سے تندرست ہیں"۔

۲۔ بھائی فضل کریم آف ساہو کے (نزد بڈیانہ) بیان کرتے ہیں۔

"میری بیوی کو کئی جنات کا سایہ تھا۔ کبھی کبھی کتنے ہی آدمیوں کے برابر کھانا کھا جاتی اور کبھی کئی کئی روز بھوکی رہتی۔ تکلیف انتہا کو پہنچ گئی تو سوچا دربار شریف میں حضور نقش لاثانی (قدس سرہ) کی خدمت میں حاضر ہو کر کیوں نہ دعا کرائیں۔ بیوی کو ساتھ لیا اور دربار شریف حاضر ہو گیا۔ یہاں آتے ہی ایک گدھے کے بال صاف کرنے میں مصروف ہو گیا اور میری بیوی خود ہی حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو گئی۔ حضور جلالی رنگ میں آگئے اور اسے واپس کر دیا۔ (اس واپس کرنے میں جو مصلحت ہے' وہ بعد میں سامنے آئی) پھر میں اسے لے کر حاضر ہوا تو سرکار نقش لاثانی قدس سرہ پھر اسی انداز میں پیش آئے اور وہ واپس چلی گئی۔ وہ کہتی تھی کہ حضور مجھے مار دیں گے ڈر کے مارے ٹھہر نہ سکی اور میں اس کے بارے میں پریشان رہا کہ کہیں بس سے گر کر مر ہی نہ جائے۔ اگلے دن صبح اجازت طلب کی تو حضور نے روک لیا۔ ایندھن کی لکڑیاں صحن میں بکھری پڑی تھیں کہ مجھے انہیں اکٹھا کر کے دوسری جگہ لے جانے کا حکم دیا۔ کچھ دیر بعد بعض دوستوں نے میری امداد کرنی چاہی تو انہیں بھی روک دیا۔ دوپہر کے کھانے کا اعلان ہوا تو بھی مجھے یہاں سے جانے کی اجازت نہ ملی۔ جب دو تین ٹوکریاں رہ گئیں تو حضور نے فرمایا "شاباش جوانا ایہ وی مکا چھڑ' اسیھے ہن رہن کوئی نہیں دینا"۔ خیر جب اچھی طرح سے صفائی ہو گئی تو غسل و طعام کے لئے بھیج دیا۔ عصر کے وقت خود بلا کر واپس روانہ فرما دیا۔ میں خدشہ محسوس کرتا تھا کہ نجانے کیا حال ہوا۔ گھر پہنچا تو اہلیہ نے بتایا کہ حضور کی برکت سے کل سے ہی ٹھیک ہو گئی ہوں۔ وہ کبھی نظر تو آتے تھے' مگر قریب آنے کی جرات نہیں کرتے تھے پھر آج دوپہر کو سوئی' عجیب منظر تھا۔ وہ سب جنات ایک ہی ٹیلے پر اکٹھے بیٹھے ہیں اور آپس میں اس قسم کی باتیں کرتے ہیں کہ کیا کیا جائے' پیر صاحب تو پیش نہیں جانے دیتے۔ حضور بھی کچھ فاصلے پر جلوہ افروز ہیں اور آپ کو (یعنی فضل کریم صاحب کو) حکم دیتے ہیں کہ ایک ایک کر کے ان جنات کو سمندر میں پھینکتے جاؤ (جس کا ساحل ٹیلے سے چند گز کے فاصلے پر ہے) آپ ایک ایک کو بازوؤں میں اٹھاتے ہیں

اور سمندر میں پھینکتے جاتے ہیں۔ جب ایک دو رہ جاتے ہیں تو حضور فرماتے ہیں "شاباش جوانا! ایہ وی مکا چھڑا لیھے ہن رہن کوئی نئیں دینا" چنانچہ ان کا مکمل صفایا ہو جاتا ہے اور پوری طرح سے ان کے خطرے سے محفوظ ہو جاتی ہوں"۔

۳۔ ایک دوست نے جس کا نام لکھنا مصلحت کے خلاف ہے' حلفیہ بیان دیا۔

"میرے ایک عزیز کو جن کا سایہ ہو گیا اور علاقے کے بڑے بڑے عامل اس سے عاجز آ گئے۔ میں وہاں گیا تو بڑے اچھے انداز میں ملا۔ اس کی خبرداری کا یہ عالم تھا کہ جس کا وضو نہایت خفیہ طریقے سے ٹوٹ جاتا اسے بھری محفل سے نکال دیتا اور دوبارہ وضو کر کے آنے کی اور باوضو درود شریف پڑھنے کی تلقین کرتا۔ خیر! میں اسے اپنے ساتھ لے آیا۔ راستے میں پوچھا آپ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں اور کیوں؟ وہ بولا جن ہوں' کوہ قاف سے آیا ہوں اور آنے کا یہ مقصد ہے کہ اعلی حضرت عظیم البرکت حضور پیر سید علی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہو جاؤں' نیز ان لوگوں کو حضرت کی قدر نہیں' انہیں کچھ نہ کچھ بتا جاؤں۔ میں اسے گھر لے گیا تو وہ بار بار کہتا کہ وہاں کچھ لوگ میرے متعلق غلط باتیں کرتے ہیں ذرا ان کو دیکھوں تو'۔ مگر میں نے اسے پھر یہاں سے جانے نہ دیا۔ اگلے دن دربار شریف حاضر ہوئے تو حضور آرام فرما رہے تھے۔ لہٰذا ہم انتظار میں باہر چلے گئے کچھ دیر بعد کہنے لگا حضور بیدار ہیں' لہٰذا حاضر ہونا چاہیے۔ ہم خدمت میں پہنچے تو واقعی حضور بیدار تھے۔ میں نے سلام کیا اور کچھ حقیقت عرض کی تو فرمایا' مسجد میں چلو' ظہر کی نماز کے بعد بیعت ہو گی۔ چنانچہ نماز ظہر کے بعد وہ حلقہ بگوش ہو گیا۔ حضور نے ایک ٹوپی مبارک بھی عطا فرمائی۔ اجازت لے کر اٹھے تو میں نے کہا آپ کا کام بن گیا ہے' یہیں سے چلے جاؤ۔ کہنے لگا' آپ کے گھر جا کر اسے چھوڑوں گا۔ میں نے حضور کی خدمت میں شکایت کی تو وہ آپ کے فرمان کے مطابق مسجد سے نکلتے ہی چلا گیا۔ ٹوپی مبارک یہیں رہ گئی اس عزیز نے جب اپنے کو دربار میں دیکھا تو حیران رہ گیا کہ میں کہاں ہوں اور میرے سر پر یہ (نقشبندی) ٹوپی کیسے آ گئی"۔

۴۔ اب میں (آسی) اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتا ہوں۔ کئی سال کی بات ہے ایک

نوجوان اپنی ہمشیر کو ساتھ لئے حافظ آباد سے دربار شریف آیا۔ ان دنوں تعویذات میرے ذمہ تھے۔ میں نے اس نووارد سے آنے کی وجہ پوچھی تو بولا' میری بہن کو جن کا سایہ ہے۔ بہت سے علاج کئے مگر افاقہ نہ ہوا۔ آخر خود جن ہی نے وعدہ کیا کہ دربار شریف حاضر ہو گے تو میں چلا جاؤں گا۔ چنانچہ ہم حاضر ہو گئے ہیں اور وہ بھی (حضور کی زیارت کے بعد) چلا گیا ہے۔

۵۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے وصال کے بعد ایک دن حضرت سجادہ نشین حضور پیر سید عابد حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے بر سبیل تذکرہ فرمایا' ایک جن بھی حضور کی فاتحہ و تعزیت کے لئے آیا تھا'۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا' آندھیاں آئیں گی' طوفان اٹھیں گے اور اس کے بعد سکون ہو جائے گا'۔ چند روز بعد حضرت عازم گوجرہ ہوئے تو فیصل آباد سے نکلتے ہوئے فرمانے لگے 'کیا اس جن سے ملاقات کا شوق ہے؟ میں نے اور صوفی محمد علی نقشبندی مدظلہ دونوں نے اثبات میں جواب دیا۔ حضور نے یہاں سے ایک حافظ صاحب کو ساتھ لیا اور آگے بڑھے۔ شہر کے ہنگامے ختم ہوئے تو حافظ صاحب میں جن آگیا جس نے بڑے آتشیں لہجے میں حضور سے سلام عرض کیا اور پوچھا کیا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا یہ دوست ملنا چاہتے تھے۔ وہ کہنے لگا "حضرت! آپ کے والد ماجد علیہ الرحمتہ کی خدمت میں ہم عمر بھر حاضر ہوتے رہے مگر انہوں نے کسی سے ہمارا ذکر نہیں کیا' آپ نے اتنی جلدی ہمارا تعارف کرا دیا یہ تو بچپنے کا انداز ہوا"۔ میں نے کہا "جناب ہمارا ہی اصرار تھا اور ہمارے لئے ہی آپ کو تکلیف دی گئی ہے"۔ کہنے لگا اچھا پوچھو جو کچھ پوچھنا ہے۔ میں نے عرض کیا آپ حضور نقش لاثانی کے بارے میں کیا جانتے ہیں اور کیسے؟ جواب دیا وہ بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ ہر دور میں اولیا اللہ کی لسٹ ہمیں دی جاتی ہے جس سے ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ کون ولی ہے اور وہ کہاں ہے۔ میں نے جنوں کی عمروں کے بارے میں سوال کیا تو بتایا ہماری عمریں انسانوں کے مقابلے میں بہت لمبی ہوتی ہیں۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے میرے ابا حضور چھ سو پینتیس سال کی عمر میں فوت ہوئے 'ایک سوال کے جواب میں کہا' میرے ابا حضور کے دادا جان حضور سرور کائنات ﷺ کے صحابی تھے۔ فرقہ واریت کے بارے میں پوچھا تو بولا' ہمارے ہاں ایسے ہی مختلف فرقے ہیں جیسے انسانوں میں سنی شیعہ' دیوبندی' وہابی وغیرہ۔ میں

نے بتایا کہ حضور نقش لاثانی نے حیات دنیوی کے آخری دور میں اسلام کی اشاعت، نظریہ پاکستان کی حفاظت اور غربا و مساکین کی امداد و حمایت کے لئے ایک جماعت بنائی تھی "بزم لاثانی" آپ اس سلسلے میں کیا کچھ تعاون کریں گے۔ کہنے لگا جو حکم ہو گا۔ افسوس! حضرت سجادہ نشین مدظلہ العالی نے ابھی چند روز پہلے اس کی وفات کی خبر دی ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

۵۔ صوفی محمد اقبال صاحب (بوعوی) سابق نگران مرکزی دفتر بزم لاثانی پاکستان خاک پائے سرکار نقش لاثانی قدس سرہ کی برکت کا ایک واقعہ مست پور سلوترا (تحصیل شکر گڑھ) کے رہنے والے ایک پیر بھائی کی زبانی سناتے ہیں۔

"ہمارے گاؤں میں ایک چھوٹی سی لڑکی کو سائے کی تکلیف تھی۔ اس کے والدین نے کئی بار مجھے تاکید کی کہ علی پور شریف جاؤ تو حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے دربار سے اس کے لئے تعویذ لیتے آنا۔ دو دفعہ حاضر بھی ہوا مگر جرات نہ ہو سکی۔ تیسری دفعہ ان دنوں حاضر ہوا جب حضور علی پور سیداں شریف کی سب سے پہلی مسجد کی تعمیر نو فرما رہے تھے۔ عرض کرنے کی جرات اب بھی نہ ہوئی۔ ہاں ایک تدبیر ذہن میں آئی حضور ایک جگہ سے اٹھے تو میں پائے مبارک کے نیچے کی مٹی اور سیمنٹ اٹھا کے گھر لے آیا اور اپنی طرف سے لڑکی کے باپ کو بتایا کہ شہد میں ملا کر یہ دوائی کھلا دو۔ الحمد للہ سایہ جاتا رہا"۔

۶۔ چوہدری محمد صدیق آف دودھم راوی ہیں۔

"حضور نقش لاثانی قدس سرہ ایک بار چک ۶۳ ضلع فیصل آباد میں تشریف لے گئے۔ دربار شریف کی ایک بھینس بھی پاس تھی۔ رات کو اہل خانہ نے عرض کی حضور! ہم اپنے مویشی رات کو کسی پڑوسی کے ہاں باندھتے ہیں کیونکہ یہاں اپنی حویلی میں جنات کا اثر بہت ہے اور کئی مویشی ہلاک ہو گئے ہیں۔ اجازت ہو تو حسب معمول ہم آج بھی جانور باندھ آئیں"۔ فرمایا میری بھینس تو یہیں رہنے دو، دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ گھر والوں نے اس بھینس کے ساتھ اپنے جانور بھی گھر میں باندھ لئے صبح سب بخیریت تھے اور اس کے بعد پھر جنات کا اثر بھی غائب ہو گیا۔

۷۔ حافظ نذیر احمد صاحب بوعوی ثم شکر گڑھی راوی ہیں۔

'چند سال پہلے کی بات ہے' اچانک ہمارے گھر (واقعہ موضع بوعہ) میں چھوٹے چھوٹے پتھر غیب سے گرنے شروع ہو گئے۔ والدہ ماجدہ انہیں ایک طرف اکٹھا کر دیتیں۔ ایک دن میں گھر گیا تو اپنی آنکھوں سے یہ تماشا دیکھا۔ جی بہت گھبرایا بعض دوسرے گھروں کی بھی صورت حال یہی تھی اور وہ اپنے اپنے طور پر اس کا مداوا کر رہے تھے مگر بے سود۔ اگلے روز دربار شریف میں حاضر ہوا قصہ غم بیان کیا حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے سورہ مزمل شریف پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ شام کو گھر آ کر حسب ارشاد سورہ مزمل شریف پڑھی تو دیکھتے ہی دیکھتے ان سنگریزوں کا رخ دوسری طرف ہو گیا اور ہم محفوظ ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد باقی گاؤں کو بھی اس جناتی تخریب کاری سے نجات مل گئی۔ تھانیدار نواب دین مرحوم جو بچپن سے عقید تمند تھے 'اسی دوران بیعت سے مشرف ہوئے۔"

۸۔ جناب نذیر احمد صاحب (آف نئی آبادی بھروکے) درج ذیل واقعہ اپنے بزرگوں سے روایت کرتے ہیں۔

"۱۹۴۳ء میں حضور ریاست جموں کشمیر کے دورے کے دوران تحصیل راجوری سے گزر رہے تھے کہ ایک برادر طریقت کے اصرار پر آپ موضع مہاسی میں کچھ ٹھہرنے پر آمادہ ہو گئے۔ یہاں ایک عقید تمند اللہ دیا نے عرض کی' حضور ہمارے ہاں کافی عرصے سے ایک جن مقیم ہے جو صحن میں ایک درخت پر رہتا ہے اور بہت تنگ کرتا ہے۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ اس کے ہاں تشریف لے گئے اور عصاء زمین میں گاڑ کر (جن سے) فرمانے لگے" بھلے لوگ تم یہاں سے چلے جاؤ' یہ انسانوں کی بستی ہے"۔ جن اسی وقت بھاگ گیا اور گھر میں مکمل سکون ہو گیا"۔

جانوروں کی اطاعت و نیاز مندی

حضور سرور کائنات ﷺ کے معجزات کا ایک اہم عنوان یہ بھی ہے کہ چرندے پرندے بلکہ درندے بھی آپ کے اطاعت گزار تھے۔ اونٹ' بیل' ہرنیاں اور چڑیاں تک بارگاہ رسالت ﷺ میں فریاد کے لئے حاضر ہوتی تھیں۔ یہ تو خیر جاندار ہیں' بے جان پتھر اس

دربار کے سلامی اور اس سرکار کے مجرئی تھے۔ اور نہایت عاجزانہ وعاشقانہ لہجے میں

الصلواۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

کی صدائیں بلند کرتے تھے (الخصائص الکبری)

کیوں نہ ہو یہ ساری چیزیں حضور پر نور ﷺ کو اللہ کا رسول جانتی مانتی تھیں (اور جو رسول اللہ جانتا ہے وہ درود بھی پڑھتا ہے اور آپ سے فریاد بھی کرتا ہے خود فرمایا

مَامِنْ شَيْءٍ اِلَّا يَعْلَمُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا كَفَرَةُ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ (طبرانی فی معجم کبیر)

ترجمہ۔ کافر جنوں اور (کافر) انسانوں کے سوا ہر چیز مجھے اللہ کا رسول جانتی ہے

اولیاء کرام علیہم الرحمتہ والرضوان اپنے اپنے مرتبہ و مقام کے مطابق حضور سرور کون و مکاں، خواجہ چیین وچناں ﷺ کے نائب ہوتے ہیں۔ اس منصب کا تقاضا یہ ہے کہ جانور تک انہیں پہچانیں اور ان کی فرمانبرداری کریں۔ چنانچہ سیرت اولیا کی کتابوں میں ایسے سینکڑوں واقعات مل جاتے ہیں جن سے اس نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے۔ ہمارا قلم اس وقت جس عظیم وجلیل شخصیت کی مدح سرائی میں مصروف ہے وہ بلاشبہ قیوم زمانی اور غوث صمدانی کے منصب پر فائز تھی۔ ان کی ذات مجمع کمالات کی عظمت کا بھی ایک حسین و جمیل پہلو یہ ہے کہ جانور تک آپ کے فرمانبردار اور مودب تھے۔ اس سلسلے میں بہت سے واقعات اصل کتاب کے مختلف ابواب میں بیان ہو چکے ہیں مثلاً ڈاکٹر عبدالرشید مرحوم کی روایت میں آپ کے فرمان پر کیڑوں مکوڑوں کا آنا فانا غائب ہو جانا ضلع گجرات (علاقہ کھاریاں) کا وہ بھینسا جو کھلم کھلا کھیتوں میں چرتا پھرتا تھا اور رات کو گھروں کے دروازے توڑ کر مویشیوں کے آگے سے چارہ کھا جاتا تھا، حضور نقش لاثانی کے محض زبانی روکنے سے اس کی طبیعت کا بدل جانا اور پھر نیازمندی سے دربار شریف آجانا، ایک گھوڑے کا جسے دو آدمی بھی مشکل سے قابو کرتے تھے حضور کی سواری بننے کے لئے بیقراری کا اظہار کرنا، وغیرہ وغیرہ، یہاں صرف چند واقعات درج کیے جاتے ہیں، پہلے کے راوی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مد ظلہ (آف شمیر نزد کاموکی) ہیں۔ ان کے الفاظ میں

"یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب دیہات عموماً پکی سڑکوں سے محروم تھے اور یہاں سفر بسوں

کی بجائے گھوڑیوں کے ذریعے ہوتا تھا۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ ہمارے ہاں سے قریب ہی ایک گاؤں ننگل دوناسنگھ تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضور نے اس عاجز کی دعوت بھی قبول فرمائی اور اگلے دن گھوڑیوں کا بندوبست کر کے خدمت میں پیش کرنے کا حکم دیا۔

مختلف احباب سے گھوڑیاں اکٹھی کرتے وقت میں نے اپنے گاؤں کے چودھری جناب محمد حسین صاحب سے بھی گھوڑی مانگی۔ انہوں نے کہا آپ شوق سے گھوڑی لے جائیں مگر آپ جانتے ہیں سرکش ہے کسی کو بطور سوار برداشت نہیں کرتی حتیٰ کہ خود ہم بھی اس کی سواری سے گھبراتے ہیں۔ میں نے جواب دیا "ہاں میں جانتا ہوں یقیناً یہ گھوڑی کسی کی سواری برداشت نہیں کرتی مگر انشاء اللہ حضور قبلہ عالم اسی پر سواری فرمائیں گے" خیر یہ گھوڑی بھی مل گئی اور یوں دس گھوڑیاں ننگل دوناسنگھ پہنچادی گئیں۔ حضور نقش لاثانی علیہ الرضوان نے اپنے ایک خلیفہ مجاز سے اسی گھوڑی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "اسے میرے لئے رہنے دو اور باقی گھوڑیوں پر سوار ہو کر سب کے سب نکل چلو"۔

تمام خلفاء ہمارے گاؤں شمیر پہنچ گئے مگر حضور نقش لاثانی کو اپنے مریدین و متوسلین سے ملتے ملاتے دیر ہو گئی۔ چودھری محمد حسین صاحب کو خدشہ تھا کہ کہیں گھوڑی نے شرارت نہ کردی ہو۔ خیر بار بار اپنی پریشانی کا اظہار کر رہا تھا۔ اتنے میں دور سے حضور بھی نظر آگئے۔ سارا گاؤں استقبال کے لئے آیا تھا۔ لوگ سلام کر رہے ہیں۔ کوئی دست بوسی کر رہا ہے تو کوئی قدم بوسی۔ گھوڑی ہے کہ دم بخود کھڑی ہے چودھری محمد حسین کہنے لگے "ٹھیک ہے ہر چیز اللہ والوں کی تابع فرمان ہوتی ہے"۔ اس کے بعد گھوڑی کی سرکشی مطلقاً جاتی رہی اور ہر چھوٹا بڑا اس پر سوار ہوتا رہا۔

۲۔ مستری محمد علی صاحب بیان کرتے ہیں۔

'موضع چھاہلہ میں بڑ کا درخت' جسے قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ کی نذر کیا گیا تھا۔ کاٹنے کے لئے دوسرے مستریوں کے علاوہ مجھے بھی بلایا گیا۔ حاضر ہوا اور بڑ کو دیکھا تو اس پر شہد کی مکھیوں کے چار پانچ چھتے تھے۔ حکم ہوا "مستری جی! آگے کیوں نہیں بڑھتے کیا دیکھ رہے ہو"۔ میں تعمیل ارشاد کے لئے آگے بڑھا اور جس ٹہنی پر چھتے تھے اسی کو کھینچ لیا۔

مکھیوں نے بھی مجھ پر ہلہ بول دیا مگر کسی نے بھی ڈنک نہ مارا صرف کپڑوں پر بیٹھی رہیں۔ لوگ حیران تھے کہ شہد کی مکھیاں اور یوں صلح پسند۔ ہاں آخر میں ایک مکھی نے ماتھے پر نیش زنی کی مگر تکلیف بالکل نہیں ہوئی۔ حضور نے خود دست شفا کی دو مبارک انگلیوں سے ڈنک صاف کر دیا"۔

۳۔ انہی مستری صاحب کی روایت ہے

'ایک دفعہ حضور نقش لاثانی ہمارے ہاں تشریف فرما تھے۔ گرمی کے دن تھے اور حضور ڈیوڑھی کے اوپر جلوہ گر تھے۔ میں خدمت اقدس میں تھا اور حضرت پیر فضل شاہ صاحب قاضی باقروالے (رحمتہ اللہ علیہ) مسجد میں وعظ فرما رہے تھے' آپ نے بار بار وعظ سننے کا حکم دیا۔ وعظ کے دوران 'اچانک سانپ سانپ کا شور اٹھا۔ ادھر حضور نے تین بار اعلان فرما دیا اسے مارنا نہیں۔ میں بھاگ کر مسجد پہنچا تو سانپ کو خود دیکھا جو میرے بھائی کے پاؤں پر سے گزر گیا تھا مگر حضور کے فرمان کے بعد اور کسی کو نظر نہیں آیا (ممکن ہے جن ہو جسے اور جس سے بچانا مقصود تھا دونوں بچ گئے)"۔

۴۔ ٹھیکیدار عبدالغفور آف فتوچک بیان کرتے ہیں۔

"موضع عزیز پور بوہڑی میں حضور نقش لاثانی ایک بڑ کا درخت کٹوا رہے تھے۔ اسے نیچے گرانے کا مرحلہ آیا مگر صورت حال پیچیدہ تھی یعنی بڑ کا مالک تو اہل سنت تھا مگر اس کے پڑوسی جن کے گھر درخت کی زد میں تھے غیر مقلد۔ پھر مصیبت یہ کہ اس پر شہد کی مکھیوں کا بہت بڑا چھتا بھی تھا۔ میں نے عرض کیا حضور اگر اب درخت گرایا تو یہ مکھیاں انسانوں اور جانوروں کو کاٹ کھائیں گی مگر یہ درخواست منظور نہ ہوئی۔ حضور نے درخت پر کے مستریوں کو نیچے بلا لیا اور ایسی نظر کرم فرمائی کہ درخت بڑے سکون سے گر گیا اور کسی کا نقصان بھی نہ ہوا۔ اکثر مکھیاں اڑ گئیں اور جو آدمیوں اور جانوروں پر بیٹھیں انہوں نے بھی کسی کو ڈنک نہ مارا"۔

۵۔ صوفی نذیر احمد صاحب نئی آبادی بھروکے نزد بڈیانہ رقم طراز ہیں۔

"۱۸ مئی ۱۹۵۷ء کو حضور نقش لاثانی قدس سرہ ہم سب اہل دیہہ کی درخواست پر

ہمارے ہاں تشریف لائے اور پھر ایسی دلنوازی فرمائی کہ ہر گھر میں قدم مبارک رکھا اور برکت کی دعا فرمائی۔ اس زمانے میں گاؤں کی زمین اکثر بنجر اور سانپوں کی آماجگاہ تھی۔ مرد و زن' بچے بوڑھے ان کی کثرت سے سخت پریشان تھے۔ واپسی پر حضور کو الوداع کہنے گاؤں سے باہر نکلے تو اپنی اس مصیبت کا رونا بھی رویا۔ حضور نے ایک کھیت کے کونے میں اپنا عصائے مبارک گاڑا اور پھر فوراً اٹھا لیا۔ دس پندرہ دن بعد گاؤں کی ساری زمین سانپوں سے بالکل آزاد ہو گئی"۔

(یہ واقعہ تشریف آوری کی برکات میں بھی آسکتا ہے)

متفرقات

ا۔ ایم۔ آر۔ روحانی مدظلہ (مدیر ماہنامہ انوار لاثانی) فرماتے ہیں

۱۹۸۶ء کی بات ہے کہ سیالکوٹ سے ٹیلی فون کے ذریعے پیغام آیا کہ حضور قبلہ عالم سرکار نقش لاثانی نے یاد فرمایا ہے۔ صبح تیار ہو کر ائیرپورٹ کی طرف روانہ ہوا مگر راستے بھر یہی خدشہ رہا کہ شاید سیٹ ملے یا نہ ملے۔ آخر سوچا اگر حضور نے بلایا ہے تو ضرور مل جائے گی۔ وہاں جاکر معلوم ہوا کہ فوکر میں کوئی جگہ نہیں اور دس بارہ بااثر شخصیات بھی چانس کی منتظر ہیں ان میں کئی لوگ صورت حال سے مایوس ہو کر واپس چل دیئے اور کچھ اس امید پہ کہ شاید کوئی سواری نہ آئے اور یوں سیٹ ملنے کی سبیل نکل آئے بیٹھے رہے جہاز کی روانگی میں پندرہ منٹ رہ گئے تھے میں بھی واپس جانے لگا تو کاؤنٹر کے اندر سے اس کی انچارج خاتون نے مجھے آواز دی اس نے ٹکٹ لے کر کنفرم کردیا اور کہا 'انکل! آپ جہاز پر تشریف لے جائیں' وہ صرف آپ کا انتظار کر رہا ہے۔ واللہ میں اس خاتون کو بالکل نہیں جانتا تھا بہرحال مرشد پاک کی توجہ سے ظہر تک دربار شریف پہنچ گیا۔ حضور نے پوچھا۔ جہاز سے آئے ہو'۔

نماز عصر سے قبل حضور نے "انوار لاثانی" کے اجراء کی خبر دی اور فرمایا "جتنا مواد چاہیے 'آسی سے تیار کرالو"۔ مجھے اس خوشخبری نے بہت مسرور کیا کیونکہ دیرینہ خواہش پوری ہو گئی تھی۔ اگلے دن تھوڑا سا مواد ملا تو حضور نے تاکید فرمادی کہ جب تک سارا مواد نہ ملے 'واپس نہیں جانا۔ پانچویں روز مسودات ملے تو حضور نے بلا کر پوچھا' ساڑھے بائیس سو رسالہ چھپنا ہے 'کاغذ آفسٹ ہو' سائز ۱۶/ ۳۶ + ۲۳ لاگت اندازہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا' حضور میں کچھ نہیں کہہ سکتا'۔ ظہر کے وقت پھر پوچھا گیا اور میں نے اپنی لاعلمی ظاہر کی اگلی صبح میں اجازت طلبی کے لئے خدمت اقدس میں کھڑا تھا کہ محسوس ہوا کہ کوئی چپ چاپ واسکٹ کی جیب میں کچھ ڈال رہا ہے میں نے بغل دبائی اور مڑ کر دیکھا تو خادم حجرہ تھا جو کچھ رقم ڈال رہا تھا حضور نے فرمایا' رسالہ چھپنے کے لئے یہ رقم لے جایئے۔ میں نے مودبانہ عرض کیا حضور مجھے اجازت بخشیں' فرمایا' میں نے بھری مجلس میں پہلے شمارے کے اخراجات برداشت

کرنے کا اعلان کیا ہے اس لئے یہ پہلی رقم میری طرف ہی سے ادا ہو گی خیر ملتان پہنچا یہاں آکر مصروف ہو گیا تیسرے روز پریس کے منیجر کو سارے کوائف سمجھا کر ہدایت کی کہ احتیاط سے حساب لگا کر بتائیں رسالے پر کیا خرچ ہو گا انہوں نے دو بار خوب اچھی طرح اندازہ کر کے بتایا کہ پانچ ہزار روپے خرچ آئے گا دربار شریف والی رقم دیکھی تو وہ بھی بالکل اتنی یعنی پانچ ہزار روپے تھی

۲۔ یہی صاحب راوی ہیں۔ "یہ بھی ۱۹۸۶ء کا واقعہ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے بندے کو پوتا عطا فرمایا جو بیس دن کا ہوا تو بیمار پڑ گیا۔ ایک ماہ تک ڈاکٹروں سے علاج کرایا۔ پھر نشتر ہسپتال میں داخل کرا دیا یہاں اسے ایک بڑی بوتل میں بند کر کے گیس کے ذریعے سانس دی جاتی رہی پھر پندرہ روز کے بعد ڈاکٹروں کا بورڈ علاج کرنے لگا مگر تا حال خاطر خواہ صورت نظر نہیں آ رہی میں نے دربار شریف حاضر ہو کر یہ سارا حال سنایا مگر حضور خاموش رہے۔ پندرہ دن کے بعد دوبارہ حاضر ہوا اور صبح نماز فجر کے بعد گزارش کی حضور بچے کی حالت دیکھی نہیں جاتی اور ڈاکٹروں کے بورڈ نے جواب دے دیا ہے۔ میں نے روتے ہوئے عرض کیا' جی! حضور ارشاد ہوا اسے گھر لے جاؤ۔ اللہ رحم فرما دے گا یہاں بھی اطلاع کر دینا۔ واپس ملتان پہنچا تو ڈرائیور نے بتایا' ڈاکٹروں نے ساڑھے چار بجے بچے کو چیک کر کے فیصلہ دے دیا ہے کہ بچہ تندرست ہے گو ابھی کمزور ہے آپ اسے گھر لے جائیں چنانچہ اب آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔ بچے کو گھر لے آئے اور اب وہ ماشاء اللہ ساڑھے چھ سال کا ہے

۳۔ حضرت مولانا صوفی محمد علی صاحب نقشبندی بیان کرتے ہیں

"ہمارے گاؤں آڈھا کے حاجی عبدالغنی صاحب چمن (بلوچستان) سے حج و زیارت کے لئے گئے تو ان کے لڑکوں نے خط کے ذریعے اطلاع دی۔ میں نے حاجی صاحب کو تو دعا کے لئے کوئی چٹھی نہ لکھی البتہ دربار شاہ لاثانی میں دعا کے لئے حاضر ہو گیا حضور نقش لاثانی قدس سرہ کہیں باہر تشریف لے جا چکے تھے' تاہم میں نے دربار شریف ہی میں رات گزاری

حاجی صاحب موصوف حج و زیارت سے فارغ ہو کر سیدھے آڈھے تشریف لائے اور

آتے ہی انہوں نے ختم ودعوت کا اہتمام کر لیا مجھے بھی بلایا مگر میں کچھ لیٹ تھا۔ آیا تو دوست، کھانا کھا رہے تھے مجھے دیکھ کر حاجی صاحب نے سب کو متوجہ کیا اور فرمایا' سنو! میں خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھ کر سب دوستوں اور عزیزوں کے لئے دعا کر رہا تھا مگر صوفی صاحب کسی حوالے سے بھی یاد نہ آئے اسی اثناء میں مجھے اونگھ آئی تو دیکھا صوفی صاحب خود وہاں (کعبہ مکرمہ کے) سامنے کھڑے دعا مانگ رہے ہیں ہم نے اس وقت کا حساب لگایا تو وہی تھا جب میں دربار شریف میں حاضر تھا۔

۴۔ حضرت مولانا محمد اکرم صاحب کے والد حاجی عبد الغنی صاحب راوی ہیں۔

۱۹۷۶ء میں حج کی سعادت نصیب ہوئی تو ہمارے ساتھ ایک عمر رسیدہ کمزور نظر والے بزرگ تھے قیام مزدلفہ کے دوران صبح سویرے وہ کہیں نکلے اور گم ہو گئے بہت تلاش کیا۔ مگر بات نہ بنی منیٰ میں بھی جستجو ناکام رہی۔ آخر تھک ہار کر حضور نقش لاثانی قدس سرہ (جو صبح حج و زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے) کی خدمت میں یہاں منیٰ ہی میں حاضر ہوا اور افسانہ غم سنا کر عرض کیا' حضور دعا فرمائیں " وہ مکہ معظمہ میں اپنی رہائش گاہ پر پہنچ جائے۔ ' کچھ جلالی انداز میں فرمایا

مکے کیوں؟ ا تھے ای آوے '

چنانچہ میں پھر تلاش کر کے اپنے خیمے میں پہنچا تو باباجی 'آچکے تھے میرے پوچھنے پر بولے مجھے یہاں کوئی پہنچا گیا ہے۔

۵۔ عزیزم محمد طارق بھٹی (ایبٹ روڈ سیالکوٹ) اپنے والد ماجد سے بار بار سکوٹر خریدنے کے لئے عرض کرتے تھے مگر وہ نہیں مانتے تھے۔ ایک دن حضور قبلہ عالم سرکار نقش لاثانی قدس سرہ ان کے خواب میں جلوہ افروز ہو کر فرمانے لگے طارق' تمہیں سکوٹر لے دیں' عرض کیا بہت مہربانی۔ فرمایا ٹھیک ہے آج ہی لئے دیتے ہیں' صبح اٹھے تو والد ماجد نے فرمایا طارق تم بار بار سکوٹر کے لئے کہتے تھے آج تمہیں لے دیتا ہوں۔

حرف آخر اور دعا

حافظ ! وظیفۂ تو دعا گفتن است و بس
در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

اللہ کے لئے حمد اور اس کے محبوب کریم ﷺ پر درود و سلام جن کے کرم سے " سیرت حضور نقش لاثانی " کا ایک باب ہی (فی الحال) سہی ' طبع ہو کر عشاق حضور نقش لاثانی کی آنکھوں میں ٹھنڈک اور دلوں کا سرور بن سکا۔ امید ہے ساقی بادہ احسان ' صدر نشین بزم عرفان حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی برکت سے باقی کتاب بھی جلد ہی منظرعام پر آجائے گی۔
میں حضور کا ادنی سا سگ دربار ہوں ' مجھ گنہگار و خطا کار کی عاجزانہ دعا ہے کہ رب رؤف و رحیم جل مجدہ اپنے حبیب رؤف و رحیم ﷺ کے طفیل مرے کریم کے مزار پر انوار پر باران رحمت نازل فرماتا رہے ' آپ کا آستان عالی مرجع خلائق رہے اور آپ کی نسیم فیض سے دلوں کی ناشگفتہ کلیاں گل نو بہار بنتی رہیں۔

دربار لاثانی کی رونقیں ' عظمتیں اور برکتیں روز افزوں رہیں بالخصوص کریم بن کریم ابن کریم ' غوث ابن غوث ابن غوث ' عارف حقانی ' وارث لاثانی اعلیحضرت الحاج پیر سید عابد حسین شاہ صاحب مدظلہ اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بغداد و بخارا کا فیضان تقسیم کرتے رہیں۔ الحمد للہ ' یہ اس خالق و مالک کا بڑا احسان ہے جس نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کے طفیل وابستگان دربار لاثانی کو اپنا عابد (و عارف) دے کر طرح طرح کی محرومیوں سے بچالیا۔ حضرت عابد ' سیرت و صورت میں اپنے والد کریم علیہ الرحمتہ کو ہو بہو عکس جمیل ہے اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ' بلکہ

عابد کو جس نے دیکھ لیا ' آسی فی الفور پکار اٹھا
یہ ہے نقشہ نقش لاثانی ' سبحن اللہ ' سبحن اللہ

کون نہیں جانتا ' سیدی و مرشدی ہر سال ۲ اکتوبر کو سرکار لاثانی قدس سرہ کا سالانہ عرس

مناتے ہیں اور یہ تاریخ آپ کے والد ماجد حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ کی مقرر فرمودہ ہے۔ (آپ کا عرس مقدس بھی ساتھ شامل ہو گیا لہٰذا سالانہ عرس دو دن کا ہو گیا یعنی یکم اور ۲ اکتوبر)

کون نہیں جانتا' حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے اسلام کی تبلیغ' نظریہ پاکستان کی حفاظت اور غرباء و مساکین کی امداد و اعانت کے لئے ایک غیر سیاسی جماعت بنائی تھی' بزم لاثانی اور سب یاران طریقت کو اس کا رکن بننا ضروری قرار دیا تھا (اگرچہ باقی اہل سنت کو بھی شمولیت کی دعوت ہے۔) حضور نقش لاثانی کے بعد اس کے سرپرست اعلیٰ حضور نقشہ نقش لاثانی (یعنی حضرت پیر سید عابد حسین شاہ صاحب مدظلہ) ہیں۔

کون نہیں جانتا حضور نقش لاثانی کے جاری کردہ ماہنامہ "انوار لاثانی" اور قائم کردہ جامعہ "انوار لاثانی" کے سرپرست بھی حضور کے بعد آپ (یعنی حضرت پیر سید عابد حسین) ہی ہیں۔ یونہی مسجد ضیائے لاثانی کے خطیب بھی آپ ہیں۔ الحمد للہ' حضور شہنشاہ لاثانی اور حضور نقش لاثانی (علیہما الرضوان) کی ساری توجہ انہی کی طرف ہے۔ میں جملہ برادران طریقت سے اپیل اور اپنے عزیز محمد عطاء الحق اور محمد عبد الرزاق صاحبان کو وصیت کرتا ہوں کہ ان کے دامن سے وابستہ رہیں۔

سو میری دعا ہے ارحم الرحمین جل مجدہ کے فضل سے اور حبیب سیدنا رحمۃ للعلمین ﷺ کے طفیل آل رسول کے اس لاثانی دربار کی رونقیں بڑھتی رہیں۔ میخانہ اور پیر میخانہ سلامت رہے' دل و نگاہ سیر ہوتے رہیں' تقدیریں بنتی رہیں' بگڑے سنورتے رہیں' ڈوبے ابھرتے رہیں'

جو نامراد آئے' وہ بامراد لوٹے !!
جو تشنہ کام آئے' وہ شاد کام جائے

اور خود میں' ادنیٰ سا بھکاری' ان کی دلنوازی کے جلوے دیکھتا ہوں۔

میں بینوا حضور کے در کا گدا رہوں !!
یہ اپنے بینوا کو سدا پالتے رہیں !

میں ان سے مانگتا ہی رہوں دو جہاں کی خیر
یہ خیر میری جھولی میں بھی ڈالتے رہیں !!
اٹھوں تو ہو کے ان کا قدم بوس ہی اٹھوں
گرنے لگوں تو یہ مجھے سنبھالتے رہیں !!!

اے اللہ! جن محسنوں کی خدمت میں نذر انتساب ہے' ان کے صدقے اس کتاب کو اپنی اور اپنے حبیب کریم ﷺ کی بارگاہ میں قبول و منظور فرما' ایک گنہگار' ہیچمدان و ہیچمیرز بندے کی عاجزانہ سی کاوش کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے مالا مال کر کے راہ حق کی تلاش میں سرگرداں لوگوں کے لئے سرمایہ ہدایت بنا دے۔ تیرے اور تیرے حبیب لبیب ﷺ کے بھروسے پر لکھی ہوئی یہ تحریر انتشار کی بجائے اتحاد کی نقیب ہو' حقیقت میں تیرے قرب' تیری محبت' تیرے دین کی عظمتوں کا اجاگر کرنا مقصود تھا تو اسے اس مقصود سے ہمکنار فرما۔

وہ یاران طریقت جنہوں نے نہایت ہی اخلاص سے تعاون کیا' ان سب کے ذوق و شوق میں' علم و عمل میں' محبت و عقیدت اور مال و اولاد میں برکتیں پیدا فرما (بجاہ النبی الکریم ﷺ و بجاہ حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ) خصوصا صوفی محمد اقبال صاحب بوعوی ثم شکر گڑھی جنہوں نے مواد جمع کیا' جناب محمد صدیق ضیاء انجینئر تربیلا ڈیم جنہوں نے اسے مرتب کیا' علامہ حاجی ابو الاحسان بشیر احمد اور رانا جماعت علی خان صاحب جنہوں نے نہایت گراں قدر مشورے دیئے' میرے شکریئے کے مستحق ہیں۔ ان کے علاوہ حاجی محمد شفیع سیالکوٹی جن کے ہاں گوشہ تنہائی میں چھپ کر اصل کتاب لکھنے کا آغاز کیا اور ان کے افراد کنبہ خصوص بھائی عبد المجید اور عزیزم محمد نعیم جنہوں نے بہت خدمت کی' اے رب کریم' اپنے پیاروں کا صدقہ ان سب کو دین و دنیا میں کامیابی عطا فرما۔ قیام سیالکوٹ کے دوران سب سے زیادہ مثالی تعاون جناب محمد اسلام باجوہ صاحب اور ان کے اہل خاندان نے کیا' ان کے بعد عزیزم رضائے مصطفیٰ کا نمبر ہے شکر گڑھ آیا تو چودھری گلزار ایس۔ ڈی۔ او نے خود شکار ہو کر مجھے شکار کر لیا۔ جس تنہائی کی مدتوں سے تلاش تھی' وہ ان کے ذریعے میسر آئی۔ چودھری صاحب

نے مجھے دنیوی مسائل میں الجھنے نہ دیا اور اس کارِ خیر کی تکمیل کے لئے ایسی "قید" سے مشرف کیا جو ہزاروں آزادیوں سے بڑھ کر مطلوب تھی۔ میری دعا ہے اللہ ان سب کو اپنی ' اپنے حبیب پاک سرور لولاک ﷺ کی محبت میں "قید" کر کے ہر رنج و غم اور ہر عذاب و عتاب سے تاابد آزاد رکھے۔ سیرت حضور نقش لاثانی کا زیر نظر حصہ سب انھی کی "قید" میں لکھا گیا ہے۔

کتابت و طباعت کا مرحلہ آیا تو حضور سجادہ نشین مدظلہ العالی نے ملتان قبلہ روحانی صاحب کے ہاں بھیج دیا۔ انہیں خدشہ تھا کہ کہیں لاہور والے کتاب کو راستے میں نہ روک لیں' اس لئے ایک صبح تہجد کے بعد بہت گڑگڑا کر اپنے آقا و مربی سے تصور ہی تصور میں فریاد کرتے رہے۔ روحانیت کا "تماشا" دیکھئے صبح روئے اور شام کو حسب الارشاد یہ سیاہ کار ان کی خدمت میں پہنچ گیا۔ انہوں نے جس حسن سلوک کا مظاہرہ فرمایا اور ان کی توقع کسی مرید صادق ہی سے ہو سکتی ہے۔ خدا کی قدرت' وہ ایک کے لئے "روتے تھے"' رحمت حق نے صوفی محمد علی نقشبندی کو بھیج کر گویا انہیں ڈبل بامراد کیا۔ کتاب کی برموقع طباعت کا سہرا حقیقت میں روحانی اینڈ سنز (یعنی محمد امتیاز روحانی' محمد فیاض روحانی' قسور جمیل روحانی) کے علاوہ خاص طور پر مفکر ملت حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے سر ہے۔ ناسازی طبع کے باوجود سات سات' آٹھ آٹھ گھنٹے کرسی پر بیٹھنا شاید کرسی نشینوں' کو تو گوارا ہو' صوفیوں کا کام نہیں۔ مگر اللہ اکبر' جسے وہ توفیق دے۔ میری دعا ہے' یہ صوفی اور یہ روحانی حضرات جو مانگتے ہیں جتنا مانگتے ہیں اور جس طرح مانگتے ہیں' اللہ انہیں اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے وہ سب کچھ دے' طلب سے زیادہ دے اور بہترین وسیلے سے دے۔ نیز بہترین انداز میں کتابت کرنے والے اعجاز شیخ صاحب بھی اس خیر و برکت میں بہترین حصے سے نوازے جائیں' آمین

تو وہ کچھ دے جو دیتا ہے گدایان مدینہ کو!!!!
میں کیا مانگوں مجھے آتا نہیں ہے مانگنا یا رب

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝
وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ وَاَصْحَابِهِ الْمُتَطَهِّرِيْنَ وَ
اَتْبَاعِهِ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

سگِ دربارِ حضور نقشِ لاثانی

آسی

۱۲ ربیع الاول شریف سنہ ۱۴۱۳ھ

ش س
386